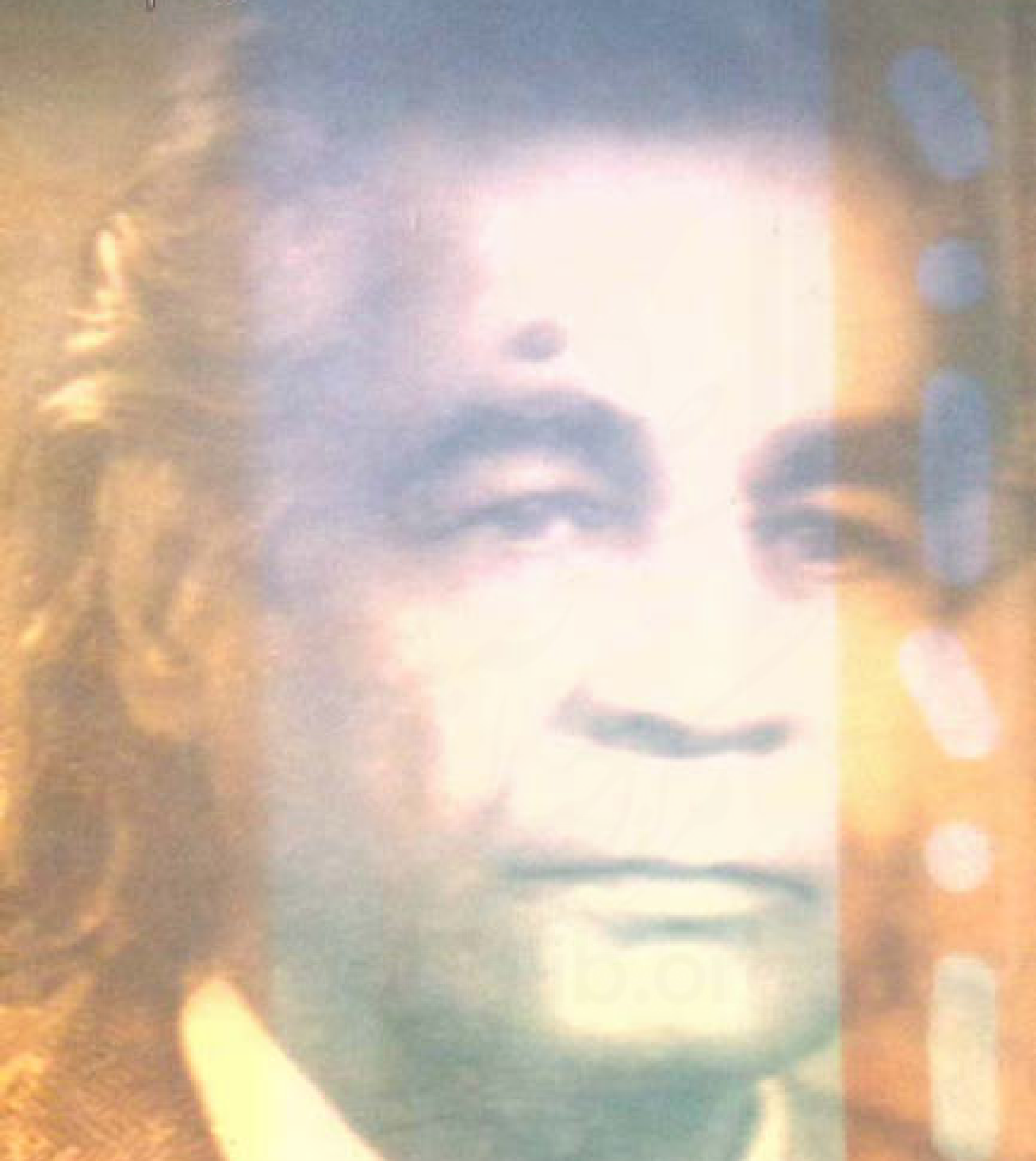
علی سردار جعفری کے خطوط

مرتبہ: خلیق انجم



BOOK HOME

علی سردار جعفری کے خطوط

۲۰۰۳

علی سردار جعفری کے خطوط

مرتبہ

خلیق انجم

Book Home

علی سردار جعفری کے خطوط

مرتبہ: خلیق انجم

اہتمام	رانا عبدالرحمٰن
پروڈکشن	ایم سرور
سرورق	ریاظ
کمپوزنگ	محمد انور
پرنٹرز	اُجالا پرنٹرز، لاہور
اشاعت	ستمبر 2003ء
ناشر	بک ہوم لاہور

بک ہوم

46- مزنگ روڈ لاہور۔ فون: 7231518

E-mail bookhome1@hotmail.com

فہرست

حرفِ آغاز

علی سردار جعفری کی وفات اردو دنیا کا ایک بڑا سانحہ ہے وہ بیسویں صدی کے نہایت ممتاز شاعر ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجے کے نثر نگار، نقاد، ادبی صحافی، سکرپٹ رائٹر اور مقرر بھی تھے۔ سردار جعفری کے ان ہی امتیازات کے پیش نظر انجمن ترقی اردو (ہند) نے ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں اور انھیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ہفت روزہ "ہماری زبان" کا سردار جعفری نمبر شائع کیا تھا۔

انجمن ترقی اردو ہند کے اردو آرکائیوز میں تقریباً دو لاکھ کی تعداد میں اردو کے مشاہیر ادب کے خطوط محفوظ ہیں۔ میں نے سوچا کہ "ہماری زبان" کے جعفری نمبر میں کیوں نہ جعفری صاحب کے کچھ خطوط بھی شامل کر لیے جائیں۔ اس خیال سے جب میں نے اردو آرکائیوز سے جعفری صاحب کے خطوط کا فائل نکلوایا تو پتا چلا کہ ان کے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط محفوظ ہیں۔ انتخاب کے لیے جب میں نے ان خطوط کا مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ محض خطوط ہی نہیں بلکہ جعفری صاحب کے سوانح کا اہم ماخذ بھی ہیں اس لیے کہ ان خطوط سے ان کی زندگی کے بارے میں بہت سی اہم معلومات ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ان خطوط میں بہت کچھ ہے مثلاً جعفری صاحب کے تنقیدی نظریات اور ترقی پسند تحریک کے بارے میں بعض اہم حقائق۔ ان خطوط سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے ہم عصروں کے ساتھ خواہ وہ عمر میں ان سے چھوٹے ہوں یا بڑے، کتنے مہذب طریقے سے پیش آتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ادبی، تاریخی اور سیاسی معلومات کتنی غیر معمولی تھیں۔

ترقی پسند نظریات سے شدید وابستگی کے باوجود ان کے ہاں اس طرح کی عصبیت نہیں تھی جیسی مثال کے طور پر اختر حسین رائے پوری کے ہاں تھی جنھوں نے اقبال کو فاشسٹ قرار دے دیا تھا۔ جعفری صاحب نے ان خطوط میں یہ اعتراف کیا ہے کہ نوجوانی میں اقبال کے

کے بارے میں ان کی رائے کچھ زیادہ اچھی نہیں تھی لیکن بعد میں ان کی فکر میں مزید پختگی پیدا ہوئی تو وہ اقبال کی شاعرانہ عظمت کے قائل ہو گئے۔

جعفری صاحب اپنی بے انتہا مصروفیات کے باوجود کتابوں اور رسالوں کے مطالعے کے لیے بھی وقت نکال لیا کرتے تھے۔ اس بات کا علم بھی ہمیں ان کے خطوط ہی سے ہوتا ہے۔ اردو سے اُن کو محبت تھی اور ہر سطح پر اردو کی بقا کے لیے جو وہ کوششیں کرتے تھے اس کی بہت سی مثالیں ان خطوط میں موجود ہیں۔

ان ہی تمام حقائق کے پیش نظر مجھے خیال آیا کہ جعفری صاحب کے خطوط بھی مرتب کر کے شائع کرنے چاہیں۔ میں نے اس مجموعے کے لیے کچھ اور دوستوں سے بھی جعفری صاحب کے خطوط منگوائے۔ اس طرح خطوط کا یہ مجموعہ مرتب ہوا۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد، پروفیسر سید محمد عقیل، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، ڈاکٹر علی احمد فاطمی اور جناب محمد ایوب واقف وغیرہ نے میری فرمائش پر اپنے اپنے نام کے خطوط پر حواشی بھی لکھے۔ میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

ان خطوط کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ہمارے عہد کے سب سے بڑے ترقی پسند شاعر، ممتاز ترین نقاد، دانشور اور ترقی پسند تحریک کے علم بردار کے فکر و خیال اور تحقیقی رویوں کے عکاس ہیں۔

اس اعتبار سے ان خطوط کا مطالعہ دل چسپ تو ہوگا ہی اس کے ساتھ سردار جعفری کے بارے میں سوچنے کی کچھ نئی راہیں بھی نکلیں گی۔

Ali Sardar Jafri

۱۴ جون ۱۹۸۱ء

برادرم خلیق انجم۔

خط ملا۔ شکریہ۔ اب مجھے ان نظموں کی تعداد یاد

نہیں ہے۔ زمین ترانۂ ہندی کی تھی۔ ردیف اور قافیہ

بھی اسی انداز کا ہے پوری نظم [illegible] ترانے کی۔ [illegible]

رفقائے [illegible] کی مجلس نے [illegible] کیا تھا اور سب نے

[illegible] جس کو [illegible] آتا۔ اقبال کا مصرعہ

"ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا" اس طرح

بدلا گیا — "ہم ہیں بہار جس کی وہ گلستاں ہمارا"

"مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا"

کی جگہ [illegible] کر دیا گیا تھا۔ [illegible] "نیا شوالہ"

کی طرح نظم [illegible] اور [illegible] شروع [illegible]

[illegible] نظم [illegible] سے [illegible]

[illegible] اسی طرح نظم [illegible]

[illegible] ترانۂ ہندی [illegible] پیش کیا جاتا

تو اسطرح اختر ہو جاتے تھے۔

نیچے کے تین مختلف ترانے ہیں۔ ایک مسرور کا ترانہ ہے "جینے کی دھن" ــــ دوسرا عظیم سرور کا ترانہ ہے "مستقبل کا ترنم"۔ اور تیسرا علامہ اقبال کا ترانہ ہے "سارے جہاں سے اچھا"۔

اس ترانے کا اقتباس اسطرح ہے کہ جیسے سب [illegible] نے گنگنایا ہے ۔ میں تو اکثر کہتا ہوں یہ شاعر کی حیثیت نہیں رہتا نہ کہ نہیں پڑھ سکتا ہے کیا تو بچے کے سرکاری نے "فرشتے کا ترنم" اس لئے کہ میرے نزدیک سے اچھی ہی ہے ترانہ

ادھر کچھ دنوں سے طبیعت خراب ہے۔ قلم اب بوجھل ہے۔ ممکن ہے کہ لکھنے میں کوتاہی ہو جائے بیمار سا رہتا ہے۔ اسلئے بد خطی معاف۔

[illegible]

Ali Sardar Jafri ۲۱ جون ۱۹۹۷ء

برادرم خلیق انجم۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔

کل رات کو تم نے دوردرشن پر وزیر اعظم کی تقریر سنی ہوگی۔ اس کے فوراً بعد اقبال کا ترانۂ ہندی "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" کی ایک مسخ شدہ شکل پیش کی گئی۔ جس میں اقبال کے ہر مصرعے کو بدل دیا ہے اور نئے مصرعے اشعار شامل کیے گئے ہیں جو بہت گھٹیا ہیں اور الفاظ ذرا مختلف ہیں۔ مثلاً "ہم بلبلیں ہیں [illegible] ہے گلستاں ہمارا" [illegible] "[illegible] ہیں بہاریں یہ گلستاں ہمارا" وغیرہ وغیرہ۔

مجھے یقین ہے کہ یہ حرکت "ترانۂ ہندی" کو تبدیل کرنے کی ایک سازش ہے۔ [illegible] کے ذریعے یہ مسخ شدہ نظم [illegible] کی جا رہی ہے۔ [illegible] "ترانۂ ہندی" کو [illegible] کیا جانا چاہیے [illegible] اردو زبان [illegible]

بہتر یہ کہ ترمیم شدہ نسخہ ہے اس رسالہ کی بجائے تقریباً تیس
فیصد سے زیادہ مسیحی شدہ ہے لہٰذا یہ صحیح بیان ہے
اس مضمون کا اثبات کیا جا سکتا ہے

اس امر کا خلاصہ یہ ہے کہ اصلی متن کے زیر نظر
ہے۔ تمام سید حامد صاحب نے شبہ کیا۔ اس
مسیحی شدہ نظم کی ایک نقل بعد دستیاب ہے
حاصل کر کے اس کا مقابلہ
اس تصحیح نسخہ کا درست ہے اور ترمیم فرمایا
اس میں دیے وغیرہ سے ہم علاوہ وزیر اعظم
کے حضور میں کی طرف سے کیا گیا اس رسالہ کی
میں نے کوشش کی ہے

بیان کیا ہے درست ہو گا
یعنی اس امر کے اختلافات کی وضاحت اور نہ یہ بیان
بھی کر سکے ہیں۔

اس کا تتمہ یہ ہے کہ سب سے اعتراض شائع
ہونے کے حضور سے وزیر اعظم کی زبانی دلائی اور
ذکر ہے۔ اس سے زیادہ تر نہیں ہے بیان
نہ سمجھا جائے بلکہ اس امر کا ثبوت ہے

[illegible]

۷ ستمبر ۱۹۹۳ء

عزیزم خلیق انجم، تسلیم۔

میرا خط آپ کو مل گیا ہو گا۔ میری دو کتابیں ترجمے کی
کے گزشتہ صفحے پر جو بھیج رہا ہوں فیصلہ آپ کا ہے۔

اس خط کے ساتھ ملفوف ریکارڈ لطیف کا ہے
ہے۔ آپ ضرور اس کو زندہ کر لیجیے گا کہ یہ کتنا
اہم ہے۔ آپ اس سلسلے میں اوراق پلٹ سکتے ہیں میں ذرا
تاریخ بھی کچھ ملتی ہی ہے۔

میں خوش ہوں کہ آپ کو ملا ہے۔ میں ملک
جولائی سے ستمبر تک شملہ میں قیام کروں گا
ہے۔ سلسلہ اکتوبر تک چلا جاؤں گا۔ میرا نیا پتہ:

C/O MR. NIZAM SHERVANI,
'DIL-ARAM' COTTAGE,
GIRLS COLLEGE ROAD,
MUSLIM UNIVERSITY,
ALIGARH - 202002

یہ نسخہ نظر و ترتیب کے بعد چھپ گیا تھا۔ الحمد للہ اُر
دو زبان میں طبع ہو رہا ہے [illegible] اب یہ ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے
امید ہے کہ اہل تحقیق استفادہ کریں گے۔

[illegible]

Ali Sardar Jafri

PADMA SHREE
SPECIAL EXECUTIVE MAGISTRATE

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
MENINGITIS [illegible] TIS [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

امید است که همیشه موفق و پیروز باشید

بابا

[illegible]

ڈاکٹر خلیق انجم

کچھ ان خطوط کے بارے میں

علی سردار جعفری مرحوم کے خطوط سے ان کی زندگی کے حالات، ان کی شخصیت، فن، تنقیدی نظریات اور اردو زبان سے ان کے دلی تعلق کے بارے میں اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

جعفری صاحب کو اس بات کی سخت تکلیف تھی کہ ہندی کے بیشتر ترقی پسند ادیب اردو کے خلاف تھے۔ انھوں نے ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کے نام ایک خط میں لکھا تھا:

"اردو کے سوال پر تمھارا مضمون میں نے پڑھ لیا تھا۔ تمھارے رویے کے بارے میں کسی کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ لیکن اصل مسئلہ ہندی کے ترقی پسند ادیب اور ہندی کے پارٹی ممبروں کا رویہ ہے۔ اکثر و بیشتر حضرات اردو کے خلاف ہیں اور جیسا تم جانتے ہو آج سے نہیں بلکہ راہل شنکر تیاگی کے وقت سے اب تک ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

جعفری صاحب نے گوڑ صاحب کے نام ایک اور خط میں لکھا تھا:

"تم نے ہندی والوں کے جس رویے کی شکایت کی ہے وہ بہت پرانا ہے۔ ہندی کے بڑے اور چھوٹے ادیب نے چاہے وہ راہل شنکر تیاگی ہوں، چاہے لیش پال اور چاہے آج کے امرت رائے یا لکھنؤ کے جشن میں شریک ہونے والے، سب نے ہمیشہ اردو کی مخالفت کی ہے۔"

گیا میں ترقی پسندوں کی ایک کانفرنس ہوئی جس میں نیشنل فیڈریشن کی تشکیل عمل میں آئی۔ لکھنؤ میں نیشنل فیڈریشن کا جشن منایا گیا اور ہوشیاری یہ کی گئی کہ انجمن ترقی پسند مصنفین کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا۔ جس کا اردو پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔

فیڈریشن کی میٹنگ میں تجویز پیش کی گئی کہ ہندی ریاستوں میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے نیشنل فیڈریشن نے یہ تجویز نامنظور کر دی۔ ہندوستان کی لسانی صورت حال پر سنجیدگی سے غور کرنے والے تمام لوگوں کی طرح جعفری صاحب کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ہندوستان میں زبان کی پالیسی ناقص ہے۔ اسی لیے اکثر یہ مسئلہ فرقہ واریت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس خیال کے پیش نظر جعفری صاحب نے نیشنل فیڈریشن کی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں ایک لسانی کمیشن کی تشکیل کی تجویز پیش کی۔ جسے فیڈریشن کے ذمہ داران نے بادلِ ناخواستہ منظور کر لیا۔

اس سلسلے میں جعفری صاحب نے ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کے نام ایک خط میں لکھا:

"ہندوستان میں زبان کی پالیسی ناقص ہے اس لیے ہر بار زبان کا مسئلہ فرقہ وارانہ صورت اختیار کر لیتا ہے اور ہم اس کے خاموش تماشائی ہیں۔ ہم اس حقیقت کو تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن اس سے انکار ممکن نہیں ہے کہ اردو زبان آہستہ آہستہ مسلمانوں کی زبان کی شکل میں محدود ہوتی جا رہی ہے۔ اب اردو کے نام لیوا جو ہندو ادیب ہیں وہ یا کشمیری پنڈت ہیں یا پنجابی، جن کو ہندی ساہتیہ سمیلن نے ۱۹۳۵ء میں ٹیڑھی نظر سے دیکھا تھا۔ شمالی ہندوستان کے باشندوں میں صرف چند کائستھ خاندان اردو کا دم بھرتے ہیں۔ کوئی برہمن کوئی ٹھاکر خاندان مشکل سے ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندی کے ادیب اردو کی مانگ کی مخالفت یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ اس سے ملک پھر تقسیم ہو جائے گا۔ دوسری طرف مسلم حلقوں میں بھی اسی قسم کا احساس پایا جاتا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں جو کتابچے کی شکل میں شائع ہوا ہے اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دیا ہے۔ ذرا یہ بھی دیکھو کہ ہندی کے رسائل اور اخبارات دیوالی اور دسہرہ نمبر نکالتے ہیں اور اردو کے رسائل اور اخبارات عید نمبر اور محرم نمبر۔ دھرم یگ کا روئے سخن عام طور سے ہندوؤں کی طرف ہے اور انقلاب اور اردو ٹائمز کا روئے سخن مسلمانوں کی طرف (پنجاب کے اردو اخبارات جیسے ملاپ کی صورت مختلف ہے۔ وہ ماضی قریب کی یادگار ہیں اور اس دور کی نمائندگی کرتے ہیں جس

میں آریہ سماج اور پنجابی زبان اور گورمکھی رسم خط کی بحثیں اردو میں چلتی تھیں اور خود اردو کے خلاف بحث بھی اردو ہی میں ہوتی تھی)۔

اس کے علاوہ ہندی اور پنجابی، ہندی اور بنگالی، ہندی اور جنوبی ہندوستان کی زبانوں کا بھی مسئلہ ہے۔ اس لیے میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ نیشنل فیڈریشن کی طرف سے زبان کا ایک کمیشن مقرر کر دیا جائے جس میں ہر بڑی زبان کے دو دو نمائندے ہوں اور یہ کمیشن اپنی رپورٹ چھ ماہ میں پیش کر دے۔ جس پر نیشنل فیڈریشن غور کر کے کوئی معقول پالیسی اختیار کرے۔ یہ کمیشن ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے۔ یہ کمیشن اب تک مقرر ہو جانا چاہیے تھا۔ یہ ہندی کے حق میں بھی مفید ہوگا۔ لیکن میرے پاس راجیو سکسینہ کا خط یہ آیا ہے کہ فیڈریشن کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اس کی فراہمی کی کیا صورت ہوگی۔ مشورہ دیجیے۔ میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں۔ میں تو سمجھا تھا کہ جشن کے لیے جو چار پانچ لاکھ روپیہ جمع ہوا تھا اس میں سے تحریک چلانے کے لیے کچھ رقم بچا لی گئی ہوگی۔ اب اگر رقم نہیں ہے تو فیڈریشن کی مجلسِ عاملہ کو پچاس ساٹھ ہزار روپے اس طرح جمع کرنے چاہئیں جس طرح کیفی نے جمع کیے ہیں۔ اس کے ساتھ ہر State Unit (اگر واقعی تنظیم اتنی اچھی ہے) اپنے اپنے نمائندوں کا سفر خرچ برداشت کرے۔ کچھ زبانوں کے نمائندے تو دہلی اور اطراف ہی سے جمع کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ہندی: ڈاکٹر نامور سنگھ، بھیشم ساہنی، رام بلاس شرما۔ اردو: ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، رام لعل۔ پنجابی: کرتار سنگھ دگل اور بلونت گارگی۔ گجراتی: پنڈت اوما شنکر جوشی اور ان کے مشورے سے کوئی بڑا ادیب۔ اس طرح کام ہو سکتا ہے۔

اب آخر میں انجمن ترقی پسند مصنفین (اردو) کی کانفرنس۔ یہ کانفرنس اکتوبر یا نومبر میں دہلی میں منعقد ہونی چاہیے اور اس میں بیرونی وفود کو بھی مدعو کرنا چاہیے۔ اس کی صورت کانفرنس سے زیادہ جشن کی ہونی چاہیے۔ میں نے اور کیفی نے مشورہ کیا ہے اور میں نے قمر رئیس کو لکھا ہے کہ وہ انجمن کے سکریٹری کی حیثیت سے مجلس عاملہ کا جلسہ جولائی

کے مہینے میں طلب کرلیں اور اس میں کچھ اور ادیبوں کو بھی مشورے کے لیے مدعو کریں تمھاری شرکت بھی ضروری ہے۔ وہاں ہم کانفرنس اور جشن کا منصوبہ بنالیں گے اور فنڈ کی فراہمی کے بارے میں بھی فیصلہ کرلیں گے۔ میں نے حیدر آباد اور بھوپال اور بمبئی سے فنڈ کی فراہمی کے بارے میں کچھ سوچا ہے۔ اس فنڈ میں سے ہم کچھ فنڈ زبان کے کمیشن کے لیے بھی مخصوص کردیں گے۔"

۲۷ر مئی ۱۹۸۶ء کے خط میں جعفری صاحب نے رام لعل صاحب کو لکھا:

"آپ کو اور بہت سے اردو دوستوں کو یہ افسوس ہے کہ لکھنؤ کے جشن اور کانفرنس میں اردو کی حمایت میں تجویز منظور نہیں ہوئی۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ وہاں فضا سازگار نہیں تھی ورنہ میں کمیشن کا سوال ہرگز نہ اٹھاتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر تجویز منظور بھی ہو جاتی تو کوئی فرق حالات میں پیدا نہ ہوتا۔ کیوں کہ یہ مسئلہ بظاہر لسانی ہے، لیکن حقیقت میں سیاسی ہے اور اس سے عہدہ بر آ ہونے کے لیے بہت محنت کرنی پڑے گی۔ اس میں ایک کام یہ بھی ہے، کہ اپنے دل پر جبر کرکے ہم ان کے ساتھ اردو کی خاطر اپنے اتحاد کو برقرار رکھیں، جن سے شاید بات کرنا بھی پسند نہ ہو۔"

لسانی کمیشن چوں کہ بددلی سے قائم کیا گیا تھا اس لیے اس کمیشن کے کاموں میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ جعفری صاحب ۹ر ستمبر ۱۹۸۹ء کے خط میں گوڑ صاحب کو لکھتے ہیں:

"لسانی کمیشن جو میری تجویز پر تشکیل دیا گیا ہے وہ بھی ڈھیلے ڈھالے انداز سے کام کررہا ہے۔ دو تین مضامین کے علاوہ کمیشن کے کسی ممبر نے توجہ نہیں کی۔ میں نے راجیو سے دریافت کیا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس معاملے کو اگر کمیونسٹ پارٹی اور ترقی پسند ادیب نہ سلجھا سکے تو یہ فرقہ پرستوں کا ہتھیار بن جائے گا۔ اردو کو دبا دینا اور مٹا دینا ممکن نہیں ہے۔ بات سیدھی سادی ہے۔ زبان کا ایک علاقہ ہوتا ہے، علاقے کی ایک آبادی ہوتی ہے وہ آبادی اس علاقے کی قوم ہوتی ہے اور زبان اس قوم کی ہوتی ہے۔ اردو کی قوم اگر مسلمان ہے اور ہندی کی ہندو تو یہ مسئلہ

قیامت تک نہیں سلجھے گا۔ دہلی میں ترقی پسند مصنفین (اردو) کے جشن طلائی میں جو اعلان نامہ منظور ہوا ہے اس میں واضح طور سے یہ لکھا ہے کہ تمام ہندی ریاستیں اردو کو دوسری زبان کا درجہ دیں۔ نیشنل فیڈریشن کے لسانی کمیشن کو بھی اس کی تصدیق کرنا ہے۔ اس لیے کمیشن کا جلسہ ضروری ہے۔ میں نے راجیو سکسینہ کو لکھا ہے کہ کمیشن کے ممبروں کے بارے میں مجھے ایک نوٹ بنا کر بھیج دیں اور جلسے کی تاریخ جلد مقرر کریں۔ میں اندر کمار گجرال کو کمیشن میں شامل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اندر راضی بھی تھے۔ راجیو سکسینہ نے کہا کہ وہ اندر سے تبادلہ خیال کر کے مجھے لکھیں گے۔ مجھے اب تک کوئی خبر نہیں ملی۔ اور یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تبادلہ خیال کیا ہوگا۔ گجرال کمیشن کی رپورٹ سامنے ہے۔ نیشنل فیڈریشن اور انجمن ترقی پسند مصنفین کی تجویزیں سامنے ہیں۔ اصل کام اب لکھ رہا ہوں تاکہ جب تم جون کے پہلے ہفتے میں دہلی پہنچو تو یہ خط تمھیں مل جائے۔ تم نے لکھنؤ کے جشن کے بارے میں جو باتیں لکھی ہیں وہ لکھنؤ اور دہلی سے مختلف احباب مجھے لکھ رہے تھے۔ ایک اور غلطی جو ہوئی ہے وہ یہ کہ جشن کو فیڈریشن کی چوتھی کانفرنس کا حصہ بنا دیا گیا۔ یہ فیڈریشن سمجھ سے باہر ہے۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کو ختم کر کے کیا میں فیڈریشن کی تشکیل کیوں کی گئی۔ اب اس کو تیسری اور چوتھی کانفرنس کہا جاتا ہے گویا ترقی پسند تحریک کی پرانی تنظیم سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہے اس کے علاوہ سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ فیڈریشن State Units پر مشتمل ہے۔ اس طرح اردو خود بخود خارج ہو جاتی ہے۔ کشمیر کے سوا اردو کسی اسٹیٹ کی زبان نہیں ہے اور کشمیر کے یونٹ کی رپورٹ میں فطری طور سے کشمیری زبان اور ادب پر زیادہ زور ہونا چاہیے۔ اردو کے بڑے ادیب اور شاعر اور اردو کا کاروبار دوسری ریاستوں میں ہے۔ یہ معاملہ اس وقت لکھنؤ میں پیش آیا جب مدھیہ پردیش کی رپورٹ پر اختر سعید خاں نے کہا کہ اس میں اردو کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ وہاں اس کے جواب میں یہ بات کہی گئی کہ تمام زبانوں کو مل کر کام کرنا چاہیے ایک یونٹ میں یہ بات عملی طور سے ممکن نہیں ہے۔ بمبئی میں مراٹھی کے علاوہ گجراتی، بنگالی، تلگو،

تامل وغیرہ کی فعال تنظیمیں ہیں۔اردو ہندی بھی مراٹھی سے الگ ہیں۔ یہ سب زبانیں ایک یونٹ میں کیسے کام کرسکتی ہیں۔اب اس غلطی کی تلافی اور تدارک کی صرف یہ صورت ہے کہ ہندوستان بھر میں ترقی پسند ادب کی تنظیمیں زبانوں کی بنیاد پر ہونی چاہئیں نہ کہ اسٹیٹ یونٹ کی شکل میں۔اس طرح فیڈریشن سے سب زبانوں کا الحاق ہو جائے گا۔یہ بہت ضروری بات ہے اور یہی صحیح طریقہ کار ہے۔"

مرکزی حکومت نے اردو والوں کا دل جیتنے کے لیے گجرال کمیٹی، آل احمد سرور کمیٹی، سردار جعفری کمیٹی اور کئی دوسری کمیٹیاں تشکیل دیں اور سوچی سمجھی پالیسی کے تحت ان کمیٹیوں کی سفارشات کو ہمیشہ کے لیے سرد خانوں میں محفوظ کر دیا گیا۔

یہی حال بلکہ اس سے بھی بدتر حال نیشنل فیڈریشن کے بنائے ہوئے لسانی کمیشن کا ہوا۔اس کی تو رپورٹ اور سفارشیں مرتب ہونے کی بھی نوبت نہیں آئی۔

انجمن ترقی اردو (ہند) اور اردو والوں کے اصرار پر فروری ۱۹۹۰ء میں مرکزی حکومت نے یہ جاننے کے لیے کہ گجرال کمیٹی کی سفارشات پر کہاں تک عمل ہوا ہے۔ایک کمیٹی تشکیل دی تھی سردار جعفری کو اس کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔چوں کہ میں بھی اس کمیٹی کا رکن تھا،اس لیے مجھے کمیٹی کے لیے کام کرتے ہوئے جعفری صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ کمیٹی کی میٹنگوں کے دوران جعفری صاحب کی آنکھوں میں سخت تکلیف تھی، ڈاکٹروں نے آنکھ کا آپریشن تجویز کیا تھا۔ جعفری صاحب کی آنکھوں کی یہ حالت تھی کہ اگر روشنی زیادہ نہ ہوتی تو انھیں پوری طرح دکھائی بھی نہیں دیتا تھا۔ایک دفعہ میرے پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ کمیٹی کی رپورٹ پیش کرنے کے بعد ہی وہ آپریشن کرائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ جعفری صاحب اس کمیٹی کے بارے میں بہت سنجیدہ تھے،چوں کہ مرکز میں کانگریس اقتدار میں نہیں تھی،اس لیے انھیں یقین تھا کہ موجودہ حکومت گجرال کمیٹی کی سفارشات پر ضرور عمل کرے گی۔ایک دفعہ میں نے کہہ دیا کہ اردو کے معاملے میں تمام سیاسی پارٹیوں کا رویہ ایک ہی ہے تو وہ برا مان گئے لیکن ہوا وہی، جس شبہے کا میں نے اظہار کیا تھا۔ہاں! آنکھوں اور دل کی تکلیف کے باوجود سردار جعفری کمیٹی کی میٹنگوں میں پابندی سے شرکت کرتے رہے۔چوں کہ گجرال کمیٹی کی رپورٹ لکھنے میں میرا بہت اہم رول رہا تھا،اس لیے وہ کمیٹی کے معاملات پر اکثر مجھ سے باتیں کرتے،وہ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ سے بھی مشورہ لیتے اس سلسلے میں دو تین دفعہ وہ اردو گھر بھی تشریف لائے۔ لیکن اس کمیٹی کا بھی وہی حشر ہوا

جو گجرال کمیٹی کا ہوا تھا اور جو حکومت کی سوچی سمجھی پالیسی تھی جعفری صاحب کو سردار جعفری کمیٹی کی سفارشات پر عمل نہ ہونے کا بہت صدمہ تھا۔

خطوط کے اس مجموعے میں بہت سے ایسے خطوط ہیں، جن میں انھوں نے اردو کی خستہ حالی پر دلی صدمے کا اظہار کیا ہے اور اس زبان کی بقا اور فروغ کے لیے تجویزیں بھی پیش کی ہیں۔

۲۰ر جون ۱۹۹۱ء کی رات گیارہ بجے کے قریب بمبئی سے سردار جعفری کا ٹیلی فون آیا۔ بہت پریشان تھے میرے ٹیلی فون اٹھاتے ہی انھوں نے پوچھا کہ دوردرشن پر وزیر اعظم نرسمہاراؤ کی تقریر کے فوراً بعد تم نے اقبال کے انداز کا ترانہ سنا۔ میں سن چکا تھا کسی معمولی سے غیر اردو داں شاعر نے ترانے کے مصرعے کے مصرعے بدل کر اسے انتہائی بھونڈی شکل دے دی تھی۔ میں نے جعفری صاحب سے کہا کہ جب سے بدلی ہوئی شکل میں اقبال کا ترانہ سنا ہے، میرا خون کھول رہا ہے۔ ۲۱ر جون ۱۹۹۱ء کے خط میں جعفری صاحب نے مجھے لکھا:

> "کل رات تم نے دوردرشن کی تقریر سنی ہوگی۔ اس کے فوراً بعد اقبال کے انداز کا اور دھن بھی ترانے کی، ہندوستان کے نقشے پر بچوں کو آراستہ کیا گیا تھا اور لباس قومی پرچم کے رنگوں کا تھا۔ اقبال کا مصرع "ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ گلستاں ہمارا" کو اس طرح بدلا گیا "ہم ہیں بہاریں اس کی یہ گلستاں ہمارا" "مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا" یا تو خارج کر دیا گیا تھا یا مسخ، جن گن من کی طرح نغمے میں گجرات اور مہاراشٹر کے نام ڈال دیے گئے تھے۔ یہ نظم دوردرشن سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ ہندوستان میں تین ترانے ہیں۔ ایک سرکاری ترانہ "جن گن من" دوسرا نیم سرکاری ترانہ "وندے ماترم" اور تیسرا عوام کا مقبول ترانہ ہے۔ "سارے جہاں سے اچھا"۔ اس ترانے کا احترام اس لیے بھی کرنا چاہیے کہ جب Constituent Assembly میں ڈاکٹر راجندر پرشاد کی خدمت میں ہندوستان کا نیا قومی پرچم پیش کیا گیا تو سُچیتا کرپلانی نے "وندے ماترم" اور "سارے جہاں سے اچھا" گایا تھا۔"

۲۰ر جون کو دوردرشن پر یہ ترانہ پیش کیا گیا۔ یہ وہ دن تھا جب نرسمہاراؤ نے وزیر اعظم کے عہدے کا چارج لیا تھا۔ تمام اردو والوں کو دوردرشن کی اس متعصبانہ اور فرقہ پرستانہ حرکت پر بہت تکلیف ہوئی۔ جعفری صاحب کو کچھ زیادہ ہی تکلیف تھی۔ جس دن جعفری صاحب

نے مجھے خط لکھا، اس دن (۲۱ر جون ۱۹۹۱ء) انھوں نے اپنے عزیز ترین دوست ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کو بھی خط میں لکھا:

"کل رات ٹی وی پر وزیر اعظم کی تقریر کے بعد ایک نظم پیش کی گئی، جو اقبال کے ترانۂ ہندی کی مسخ شدہ شکل ہے۔ اقبال کے مصرعے تبدیل کر کے گجرات اور مہاراشٹر ـــ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ڈالے گئے ہیں۔ تم نے بھی یہ پیشکش دیکھی ہوگی۔ میرا خیال یہ ہے کہ اب "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" کی جگہ یہ نیا اور بھونڈا ترانہ رائج کیا جائے گا یہ گستاخی وہ ٹیگور، ار بھارتی کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ یہ صرف اقبال اور اردو کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ میں نے احتجاجی خط لکھا ہے۔ تم بھی وزیر اعظم کو خط لکھو کہ یہ حرکت فوراً بند کر دی جائے۔"

میں نے اس سلسلے میں انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے وزیر اعظم نرسمہا راؤ کو خط لکھ کر انجمن کے وفد کے لیے وقت مانگا۔ ایک مہینے بعد کا وقت ملا۔ اگرچہ نرسمہا راؤ اردو ہی نہیں فارسی بھی بہت اچھی جانتے ہیں، لیکن اردو کے بدترین دشمن بھی ہیں۔ یہاں ایک واقعہ سنادوں، جب نرسمہا راؤ وزیر تعلیم تھے تو اردو کے بعض مسائل کے سلسلے میں انجمن کے صدر پنڈت آنند نرائن ملا کی قیادت میں انجمن ترقی اردو (ہند) کا ایک وفد ان سے ملا۔ اول تو انھوں نے ایک غیر شائستہ حرکت یہ کی کہ ملا صاحب سے بیٹھے بیٹھے ہاتھ ملایا۔ پھر گفتگو کے دوران میں نے نرسمہا راؤ سے کہا کہ آپ نے تو اردو کے ذریعے تعلیم پائی ہے اور آپ تو اردو اور فارسی دونوں زبانوں پر قدرت رکھتے ہیں نرسمہا راؤ نے برا سا منہ بنا کر کہا جی ہاں! میں نے اردو اور فارسی دونوں زبانیں پڑھی ہیں۔ مجھے یہ زبانیں نظام حکومت کے دباؤ میں پڑھنی پڑی تھیں، ورنہ میری مادری زبان تو تیلگو ہے۔ آندھرا میں اردو تحریک کے علم بردار اور انجمن ترقی اردو (آندھرا) کے سپہ سالار حبیب الرحمٰن مرحوم نے اپنی سوانح عمری "چند یادداشتیں" میں نرسمہا راؤ کی اردو دشمنی کے جو واقعات نقل کیے ہیں وہ عبرت ناک ہیں۔ میں اس کتاب سے ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں، جو طویل ہے لیکن اردو کی طرف نرسمہا راؤ کے رویے کو سمجھنے کے لیے اسے پیش کرنا ضروری ہے، حبیب الرحمٰن مرحوم نے حیدر آباد میں اردو کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"جو اشخاص صاحبِ اقتدار تھے۔ انھوں نے اپنے اقتدار کو اردو کی مخالفت

میں استعمال کیا۔ ان میں طرۂ امتیاز خاص کر دو اشخاص کو حاصل ہوا ایک پھول چند گاندھی اور دوسرے پی۔ وی نرسمہاراؤ کو۔ اوّل الذکر اب آنجہانی ہو چکے ہیں۔ انھوں نے اپنے دورِ وزارت میں بیسیوں اردو کے مدارس بند کروا دیے۔ سینکڑوں اردو کے اساتذہ کو برخاست کر دیا اور ساری ریاست میں ایسی سخت مخالف اردو فضا پیدا کر دی کہ اردو والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ اردو کی حمایت میں آواز اٹھانا حکومت کی ناراضی مول لینا ہے۔ دوسرے مہربان ماشاءاللہ ابھی موجود ہیں اور میری دعا ہے کہ خدا انھیں تادیر زندہ سلامت رکھے اور انھیں ایسی توفیق عطا کرے کہ وہ اپنی توانائیاں پھر اردو کی بیخ کنی کے لیے استعمال نہ کر سکیں۔ ان حضرت کے ہاتھوں اردو کو جو بڑا گہرا زخم لگا اور جو دور رس نقصان اٹھانے پڑے، ان کا اندازہ اس طرزِ عمل سے ہوتا ہے جو انھوں نے مجلس قانون ساز سے سرکاری زبان کا قانون منظور کرانے کے سلسلے میں اختیار کیا۔ مگر اس کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے دو اور واقعات کا ذکر کر دینا چاہتا ہوں جن سے ہمیں نرسمہا راؤ کی اردو دشمنی کا پہلے ہی احساس ہو گیا تھا۔

پہلا واقعہ یہ ہوا کہ جب تعلیمات کا محکمہ پی۔ وی نرسمہاراؤ کے پاس منتقل ہوا تو ہم نے یہ سوچ کر کہ ہمارے اکثر و بیشتر کام اسی محکمے سے متعلق ہوتے ہیں۔ اپنے پانچویں سالانہ اجتماع کے افتتاح کے لیے انھیں مدعو کیا میں نے بہ حیثیت معتمد ان کا استقبال کیا، اپنی استقبالیہ تقریر میں ان کی قابلیت اور فعالیت کی تعریف کی اور ضمنی طور پر اس خیال کا اظہار کیا کہ اس ریاست میں اردو محض ایک اقلیتی زبان نہیں ہے بلکہ اسے تاریخی اسباب کی بنا پر ایک امتیازی مقام حاصل ہے اور اسی لیے وہ یہاں خاص سلوک کی مستحق ہے معزز مہمان کو شاید یہ بات ناگوار گزری۔ انھوں نے اپنی جوابی تقریر میں صاف صاف کہہ دیا کہ اس ریاست کی زبان تلگو اور صرف تلگو ہے۔ اردو ایک اقلیتی زبان ہے، بالکل اسی طرح جس طرح مرہٹی، کنڑی، تامل، ہندی اقلیتی زبانیں ہیں۔ ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی کوئی وجہ نہیں، بہتر ہوگا کہ ہم پرانی باتوں کا سہارا لینے کی کوشش نہ کریں۔ اب ذرا ان بیانات پر ایک نظر ڈال لیجیے جو آندھرا سے آئے

ہوئے چیف منسٹروں نے وقتاً فوقتاً اردو کے بارے میں دیے تھے۔ یہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

دوسرے واقعہ کی تفصیل یہ ہے:

"آندھرا پردیش بننے کے بعد اس کے چیف منسٹروں نے یکے بعد دیگرے اردو کے تعلق سے بڑے اچھے خیالات کا اظہار کیا اور مختلف موقعوں پر یہ وعدے کیے کہ وہ تلگو کی خاطر اردو کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ لیکن عملی طور پر اس پالیسی کو روبہ عمل لانے کے لیے اب تک کوئی اقدام نہیں کیا گیا تھا۔ نہ صرف یہ کہ اردو کے ساتھ کی گئی سابقہ زیادتیوں کی کوئی تلافی نہیں کی گئی بلکہ جارحانہ نا انصافیوں کی روک تھام کی طرف سے بھی برابر غفلت برتی جا رہی تھی۔ اس بنا پر انجمن کی عاملہ نے یہ طے کیا کہ ایک نمائندہ وفد چیف منسٹر سے مل کر اس صورت حال کی طرف ان کی توجہ منعطف کرائے۔ چنانچہ اس غرض سے ایک یادداشت انگریزی میں مرتب کی گئی جسے چیف منسٹر برہما نند ریڈی کی خدمت میں بھیج کر یہ درخواست کی گئی کہ اس بارے میں گفتگو کے لیے وہ انجمن کے ایک وفد کو ملاقات کا موقع دیں۔ کئی یاد دہانیوں کے بعد چیف منسٹر کی سرکاری رہائش گاہ پر وفد نے ان سے ملاقات کی۔ وزارت متعلقہ کے سربراہ کی حیثیت سے پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ کو بھی چیف منسٹر نے اس موقع پر بلا لیا تھا اور یادداشت کی پیشگی کاپی بھیجی گئی تھی، وہ پہلے ہی نرسمہا راؤ کے پاس اس تحریری ہدایت کے ساتھ بھیج دی گئی تھی کہ یادداشت میں مندرجہ تمام امور پر غور کر کے ضروری توضیحات کے ساتھ اس میٹنگ میں آئیں۔ گفتگو شروع ہوئی تو سب سے پہلے چیف منسٹر نے نرسمہا راؤ کے ہاتھ سے پیشگی کاپی لیتے ہوئے کہا کہ تم نے تو یادداشت پڑھ لی ہو گی۔ بہتر ہو گا کہ ہم اس کے ایک ایک پوائنٹ کو لے کر گفتگو شروع کریں ہم سب (بہ شمول چیف منسٹر) حیران رہ گئے جب نرسمہا راؤ نے کہا کہ انھوں نے یادداشت دیکھی ہی نہیں اور نہ اس پر تحریر کی گئی چیف منسٹر کی ہدایات پڑھی ہیں۔ برہما نند ریڈی اول تو ذرا زچ ہوئے اور ان کے چہرے سے تکدر کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ پھر یکایک نہ معلوم کیا سوچ کر

انھوں نے جلد ہی خود کو ضبط کیا اور ہم سے کچھ معذرت، کچھ خوش اخلاقی، کچھ بذلہ سنجی سے کام لیتے ہوئے نرسمہاراؤ کو ہدایت کی کہ وہ یاد داشت کو تفصیل کے ساتھ پڑھ کر ہفتے عشرے کے اندر انجمن کے نمائندوں سے مشورہ کر کے اس بارے میں ایک سرکاری بیان کا مسودہ منظوری کے لیے پیش کریں۔ مگر اس اللہ کے بندے نے چیف منسٹر کی ان زبانی ہدایات کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو اس سے پہلے ان کی تحریری ہدایات کے ساتھ کیا تھا۔ انجمن نے تکمیل ضابطہ کی خاطر دو ایک مرتبہ یاد دہانی بھی کی۔ لیکن اس شخص نے جواب دینا تو ایک طرف وصولی خط سے مطلع کرنا بھی گوارا نہ کیا اور ہماری کئی مہینوں کی یہ ساری کوشش دریا برد ہو گئی۔ جمہوری نظام کے اس رکن رکین نے ہمیں بتا دیا کہ اس کے نزدیک اردو زبان کی اور اس زبان کو بولنے والی ایک بے بس اقلیت بلکہ خود جمہوریت کی اور اپنے بالا دست چیف منسٹر کی کیا وقعت ہے فرعونیت ہو تو ایسی ہو۔"

اب آیئے "قانون سرکاری زبان کی" کی طرف:

برہمانند ریڈی کی چیف منسٹری کے زمانے میں قانون ساز اسمبلی کے کسی رکن نے اپنی طرف سے ایک مسودۂ قانون مرتب کر کے منظوری کے لیے پیش کیا جس کا منشا یہ تھا کہ سرکاری نظم و نسق کے تمام شعبوں میں اور ہر سطح پر انگریزی کو خارج کر کے اس کی جگہ فوراً تیلگو کا استعمال شروع کر دیا جائے۔ قاعدے کے مطابق یہ مسودۂ قانون سرکاری گزٹ میں شائع ہوا تو ہمیں پتہ چلا کہ اس میں اردو کا کوئی ذکر نہیں ہے میں نے فوراً مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا جس میں طے کیا گیا کہ اس بارے میں چیف منسٹر کو ایک یاد داشت پیش کی جائے اور مسودے میں اردو کے تعلق سے ضروری ترمیمیں تجویز کی جائیں۔ ساتھ ہی مقامی اخبارات میں بھی اس مسئلہ کو اٹھایا گیا اور خطوط، مضامین اور اداریوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا جس میں حکومت اور خاص کر وزیر متعلقہ نرسمہاراؤ سے شکایت کی گئی کہ انھوں نے ان تمام وعدوں کو نظر انداز کر دیا ہے...... مسودۂ قانون واپس کر دیا گیا ہے۔ اب اس کی جگہ خود حکومت ایک مسودۂ قانون سرکاری زبان اسمبلی کے اسی سیشن کے دوران پیش کرے گی۔ وقت کم

رہ گیا تھا اور وزیر متعلقہ نرسمہا راؤ اپنی ہٹ پر بدستور قائم تھے اور کوشاں تھے کہ جلدی میں کسی نہ کسی طرح اپنے حسب منشا قانون منظور کرالیں۔ اس لیے ہم نے ایک آخری کوشش اور کی اور نواب مہدی نواز جنگ کی قیادت میں انجمن کا ایک وفد لے کر اسمبلی چیمبر ہی میں چیف منسٹر برہمانند ریڈی سے ملے۔۔ جناب رنگا ریڈی بھی جو کچھ مدت پہلے تک نائب وزیر اعلیٰ رہ چکے تھے، ہماری درخواست پر باوجود اپنی علالت کے اس وفد میں شریک ہوئے اور ہمارے مطالبے کی پُرزور تائید کی۔ شاید اسی ملاقات کا نتیجہ تھا کہ چیف منسٹر کے ایما پر نرسمہا راؤ نے مختلف الخیال اردو نمائندوں کا ایک جلسہ بغرض مشورہ طلب کیا۔ اس جلسے میں ایک اور وزیر نواب میر احمد علی خاں بھی موجود تھے۔ حالانکہ اس معاملے کا ان کے پورٹ فولیو سے کوئی تعلق نہ تھا۔ میرا خیال ہے ان کی شرکت بھی برہمانند ریڈی ہی کی مداخلت کا نتیجہ تھی۔ نرسمہا راؤ کو شاید یہ توقع تھی کہ اس جلسے میں خود اردو والوں کے درمیان اختلافات اُبھر آئیں گے جن کو بہانہ بنا کر وہ اردو کا حق مارنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن ان کی یہ حسرت دل ہی دل میں رہ گئی۔ سب ہی آنے والوں نے انجمن کے مطالبے کی تائید کی اور نرسمہا راؤ کچھ کھسیانے اور کچھ غضب آلود ہو کر اجلاس سے اٹھے۔ اب ہم سب کو کچھ امید ہو گئی تھی کہ حکومت کے مسودۂ قانون میں انجمن کی مجوزہ ترمیمات کا ضرور لحاظ کیا جائے گا۔ لیکن ہماری بدقسمتی تھی کہ عین اسی زمانے میں نواب میر احمد علی خاں ادائے فریضۂ حج کے لیے روانہ ہو گئے اور نرسمہا راؤ نے موقع غنیمت جان کر اردو کے گلے پر چھری چلادی۔ بس اشک شوئی کے لیے ریاست کی اقلیتی زبانوں کے تعلق سے جن میں اردو بھی شامل تھی ایک بے اثر اور مہمل سی دفعہ قانون میں شامل کردی اور چیف منسٹر کو مطمئن کر دیا کہ اردو والوں کا مطالبہ پورا ہو گیا ہے۔ اہمیت کے لحاظ سے اس مسودۂ قانون کو سلکٹ کمیٹی کے سپرد کیا جانا چاہیے تھا۔ اس سے بھی گریز کیا گیا اور ختم میعاد کے عین آخری دنوں میں بھاگم بھاگ اسمبلی سے قانون منظور کرالیا گیا۔

اس دفعہ کی بے اثری کا واضح ثبوت یہ ہے کہ قانون کی منظوری پر کئی سال

گزرنے کے باوجود نظم ونسق میں اردو ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکی بلکہ روز بروز اس کے استعمال کا دائرہ تنگ ہی ہوتا رہا اور حکومت سے ہماری شکایتوں کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔"

یہ اقتباس بہت طویل ہے۔ لیکن نرسمہاراؤ کے اردو مخالف ذہن کو سمجھنے کے لیے اس کا پیش کرنا ضروری تھا۔اب میں اصل بات پر آتا ہوں۔حامد صاحب کی قیادت میں انجمن کا وفد نرسمہاراؤ سے ملا۔نرسمہاراؤ بہت بددلی سے ملے۔پہلے حامد صاحب نے اور پھر میں نے اقبال کے ترانے کے بارے میں شکایت کی۔ موصوف نے جواب دیا مجھے انجمن کا میمورنڈم موصول ہو چکا ہے۔میں نے انجمن کو جواب دے دیا تھا کہ ایسا کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے۔یہ صریحاً غلط تھا انجمن کو کوئی خط نہیں ملا تھا۔بہر حال نرسمہاراؤ نے بتایا کہ مجھے تو انجمن کے میمورنڈم سے اس کا علم ہوا۔مجھے افسوس ہے کہ دوردرشن نے ایسی نازیبا حرکت کی۔حالاں کہ بعد میں دوردرشن کے افسروں نے بتایا کہ وزیر اعظم نرسمہاراؤ کے پاس بدلی ہوئی شکل میں اقبال کا ترانہ موجود تھا۔انھوں نے ہی دوردرشن کو ہدایت دی تھی کہ وزیر اعظم کی حیثیت سے جب دوردرشن پر ان کی پہلی تقریر ہو تو اس کے بعد اقبال کا بدلا ہوا یہ ترانہ پیش کیا جائے۔یہ اطلاع غلط ہے یا صحیح یہ کہنا مشکل ہے لیکن یہ ضرور صحیح ہے کہ وزیر اعظم کو سنائے بغیر ترانے کی بدلی ہوئی شکل پیش نہیں کی جا سکتی تھی"۔سردار جعفری کے ان خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں اقبال سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ہاں وہ جوانی میں اقبال کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔ڈاکٹر علی احمد فاطمی کے نام ۸ر فروری ۱۹۹۹ء کے خط میں جعفری صاحب لکھتے ہیں:

"میں اپنی جوانی میں اقبال کے بارے میں کچھ الگ سی رائے رکھتا تھا،بعد میں اندازہ ہوا کہ اقبال پہلے شاعر ہیں جنھوں نے لفظ انقلاب کا استعمال کیا ہے۔"

۱۹۷۳ء میں اقبال کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے لیے مرکز میں حکومت نے "اقبال کمیٹی" تشکیل دی تھی۔اس کمیٹی کے سرپرست فخرالدین علی احمد صاحب تھے درگا پرشاد دھر کا انتخاب صدر کی حیثیت سے ہوا لیکن جب وہ سفیر بن کے روس چلے گئے تو جناب اندر کمار گجرال کو کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔پنڈت آنند نرائن ملا،عابد حسین صاحب،پروفیسر نورالحسن،ڈاکٹر عبدالعلیم نائب صدر۔علی سردار جعفری سکریٹری،پروفیسر جگن ناتھ آزاد، پروفیسر قمر رئیس اور محمد یوسف ٹینگ کمیٹی کے جوائنٹ سکریٹری منتخب ہوئے۔

جعفری صاحب نے ہندوستانی سیاست،ادب،سماجی زندگی اور اقبال،وویکانند اور نہرو کے

ذہن و فکر کو سمجھ کر اقبال کے بارے میں جو رائے قائم کی وہ بہت متوازن اور جچی تلی تھی۔

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ نے اقبال پر مقالہ لکھا تھا۔ جس میں اپنے ترقی پسند نقطۂ نظر سے ایک دو باتیں ایسی کہی تھیں کہ وہ مقالہ شائع کرتے ہوئے معترضین سے خائف تھے۔ جعفری صاحب یہ مقالہ پڑھ چکے تھے انھوں نے ۹ر جنوری ۱۹۷۵ء کے خط میں ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کو لکھا:

"تم اقبال پر اپنا مقالہ پارٹی لائن میں چھپنے کے لیے دے سکتے ہو۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رہا اقبال کی "خاردار شخصیت" کا سوال تو اس عہد کا طبقاتی کردار ہی ایسا تھا۔ ہر شخصیت خاردار ہے۔ سوامی وویکانند اور اقبال میں عجیب و غریب مماثلت ہے۔ وہ محترم آزادی کے پروانے مگر ہندو احیا پرست (Hindu Revivalist) تھے۔ اقبال مسلم احیا پرست تھے۔ یہ احیا پرستی انیسویں صدی میں راجہ رام موہن رائے میں بھی مل جائے گی اور سرسید میں بھی۔ پہلے کلکتہ میں ہندو کالج بنا پھر علی گڑھ مسلم اور ینٹل کالج۔ پہلے بنارس ہندو کے لفظ پر ٹیگور نے اصرار کیا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہندو احیا پرستی نیشنلزم کے لبادے میں چھپ جاتی ہے اور مسلم احیا پرستی نمایاں ہو جاتی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی کے مورخوں اور دانشوروں نے ہندوستان کی تاریخ اور تحریکِ آزادی پر عالمانہ کام نہیں کیا ہے۔ ہم روزمرہ کے ایجی ٹیشن کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں لیکن ان بنیادوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن پر کوئی صحیح عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ہندو احیا پرستی اور مسلم احیا پرستی دو متوازی دھارے تھے۔ وہ آج بھی باقی ہیں کیوں کہ تحریکِ آزادی اصلاح پسند اور سمجھوتے باز رہی ہے اس وجہ سے ان دونوں دھاروں کو کہیں نقطۂ اتصال نہیں ملا۔ مہاتما گاندھی کا رام راجیہ مسلمانوں کے خلافتِ راشدہ کے تصور کا متوازی نقطۂ نگاہ ہے۔ اس وجہ سے رام راجیہ کا نعرہ مسلمانوں کو اپنی طرف ملتفت نہ کر سکا۔ اقبال مسلم بیداری کا شاعر ہے مسلم احیا پرستی کے ساتھ، ہندوستان کی بیداری کا شاعر ہے حب الوطنی کے ساتھ، عالم گیر انسانیت کی بیداری کا شاعر ہے اشتراکیت کے معاشی نظام میں اسلامی روحانیت کی آمیزش کے ساتھ۔ سوامی وویکانند ہندو بیداری کے نقیب ہیں ہندو احیا پرستی کے ساتھ، ہندوستان بیداری کے نقیب ہیں حب الوطنی

اور ماضی پرستی کے ساتھ جس میں مسلمان کی سمائی نہیں ہے، اور عالم گیر انسانیت کی بیداری کے نقیب ہیں ہندو روحانیت کی آمیزش کے ساتھ لیکن اشتراکیت یا معاشی نظام کا کوئی انقلابی پہلو ان کے یہاں نہیں ہے۔ لیکن ان کی یادگار آزاد ہندوستان میں بڑے شاندار طریقے سے قائم کی گئی ہے اور اقبال کو گزشتہ ستائیس سال سے راندۂ درگاہ بنا کر رکھا گیا ہے۔

ہندوستان کی اشتراکی جمہوریت اور سیکولرزم کے لیے اقبال کے صحیح مقام کا تعین بہت ضروری ہے اقبال، وویکانند اور نہرو مل کر جدید ہندوستان کی تشکیل کر سکتے ہیں۔"

سردار جعفری اور علی عباس حسینی نے فلم ڈویژن کے لیے علامہ اقبال پر ایک ڈوکومینٹری فلم بنائی تھی۔ اس فلم کا اسکرپٹ، تحقیق، مکالمے اور اسکرین پلے سردار جعفری کے تھے اور ڈائرکشن خواجہ احمد عباس کی تھی۔۔ ڈیڑھ دو سال کی محنت کے بعد یہ فلم بنی تھی۔ ۲۵ر اگست ۱۹۷۸ء کو اس فلم کی نمائش شروع ہوئی۔ اور یہ فلم ہندوستان کے مختلف شہروں میں دکھائی گئی۔

پبلیکیشنز ڈویژن کی مدد سے پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے علامہ اقبال پر ایک نمائش تیار کی تھی۔ جس میں علامہ اور ان کے متعلقین اور معاصرین کی تصویریں، مختلف دستاویزوں کی نقلیں اور علامہ کے ہاتھ کی تحریروں کے عکس شامل تھے۔ پروفیسر آزاد نے یہ سب مواد "مرقع اقبال" کے نام سے مرتب کیا تھا جسے پبلی کیشن ڈویژن نے شائع کیا۔ مختلف شہروں میں ان تصویروں کی نمائش کی گئی۔ پہلی بار اس کی نمائش سری نگر میں ہوئی تھی۔ اس نمائش میں سردار جعفری صاحب نے بہت دلچسپی لی تھی۔ بمبئی میں اس نمائش کا اہتمام انھوں نے ہی کیا تھا۔

علامہ اقبال پر اس نمائش کا ذکر جعفری صاحب نے پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے نام اپنے کئی خطوط میں کیا ہے۔ جعفری صاحب کو ۱۹۶۸ء میں دل کا دورہ پڑا تھا۔ سینتیس سال تک وہ اس جان لیوا مرض کے شکار رہے اس کے علاوہ بھی اور کئی امراض نے انھیں گھیر رکھا تھا۔ انھوں نے اکثر خطوں میں اپنی بیماریوں کا ذکر کیا ہے۔ پروفیسر گیان چند جین نے انھیں جموں یونیورسٹی میں توسیعی لیکچر کے لیے مدعو کیا تو جعفری صاحب نے دعوت قبول کر لی۔ پروفیسر گیان چند جین کے نام ۱۰ر نومبر ۱۹۶۸ء کے ایک خط میں جعفری صاحب نے لکھا ہے:

"آمدورفت کے لیے ہوائی جہاز کا کرایہ اس لیے ضروری ہے کہ میں تھکان سے بچنے کے لیے ہوائی جہاز سے سفر کرنے پر مجبور ہوں۔ بعض چھوٹے سفر ریل میں کرلیتا ہوں یا کبھی کبھی موٹر میں۔ تاریخیں غالباً آخری جنوری میں مناسب ہوں گی۔ فی الحال میں گزشتہ چار ہفتوں سے اپنے بستر میں قید ہوں۔ ذرا سی تکلیف ہو گئی تھی۔ دو ہفتے اور آرام کروں گا۔ بس بستر پر بیٹھے بیٹھے کچھ پڑھنے لکھنے کی اجازت ہے۔"

جعفری صاحب کو Prostate کی بیماری تھی جس کی وجہ سے اکثر ان کا پیشاب رک جاتا تھا۔ ایک دفعہ یہ تکلیف بہت بڑھ گئی۔ انھوں نے ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کے نام ۱۴ر مارچ ۱۹۸۰ء کے خط میں لکھا ہے:

"اب میں اٹھارہ دن سے بیمار ہوں پیشاب کی تکلیف ہے اور ربر کی نلی لگی ہوئی ہے۔ علاج جاری ہے۔ شاید چار دن بعد نکالی جائے گی۔ پھر چند روز مزاج کو نارمل ہونے میں لگیں گے۔ زیادہ وقت بستر پر لیٹا رہتا ہوں۔ کبھی کبھی پہلو بدلنے کے لیے کرسی پر بیٹھا رہتا ہوں۔ ربر کی تھیلی کو ہاتھ میں لے کر ذرا سا ٹہل لیتا ہوں۔ اس وقت یہ خط کرسی پر بیٹھے بیٹھے زانو پر رکھ کر لکھ رہا ہوں۔"

اگست ۱۹۹۳ء میں سردار جعفری صاحب وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں مقیم تھے۔ جولائی ۹۳ء میں انھیں پھر دل کا دورہ پڑا۔ اس بیماری کے بارے میں انھوں نے مجھ کو ۱۳ر اگست ۱۹۹۳ء کے ایک خط میں لکھا:

"یکا یک ۲۴ر جولائی کو طبیعت خراب ہو گئی۔ کھانسی اور بخار کا سخت اور شدید اثر تھا۔ علی گڑھ کے ڈاکٹروں نے اس کا علاج شروع کیا لیکن تین چار دن تک کوئی افاقہ نہیں ہوا اور مجھے خیال ہوا کہ معاملہ کچھ اور ہے۔ "وہی دیرینہ بیماری وہی ناتجکمی دل کی" اور میں ۲۹ر جولائی کو بمبئی آگیا۔ دہلی میں قیام ممکن نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے دوسرے دن صبح ہی اسپتال میں داخل کردیا۔ یہ معاملہ دل ہی کا تھا۔ آج اسپتال میں دو ہفتے پورے ہو چکے ہیں۔ دو ایک دن میں یہاں سے فرصت ملے گی۔ اور میں انشاءاللہ آخر اگست تک علی گڑھ چلا جاؤں گا۔ دہلی میں تم سے ملنے آؤں گا۔"

سردار جعفری نے اپنی پوری جوانی کیمونسٹ پارٹی کی خدمت کرتے ہوئے گزاری اور بڑھاپے میں ان کا وہی حشر ہوا جو خلوص سے کام کرنے والے تمام پارٹیوں کے ورکروں کا ہوتا ہے۔ ان کی نہ کوئی پنشن تھی نہ کوئی جمع کیا ہوا اثاثہ۔ اس لیے انھیں بڑھاپے میں بہت زیادہ تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مختلف بیماریوں کے باوجود انھیں ایک بڑے خاندان کا خرچ پورا کرنے کے لیے بہت کام کرنا پڑتا تھا۔ جس کی انھوں نے کبھی شکایت نہیں کی اور نہ ہی وہ کبھی پریشان ہوئے۔ مجھے احساس تھا کہ جعفری صاحب کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے اس لیے انھیں بہت زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا۔ ایک دفعہ میں نے اس سلسلے میں ان سے کہا کہ آپ کی یہ غیر معمولی مصروفیات محض اس لیے ہیں کہ آپ کا باقاعدہ کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے اور اس عمر میں بھی آپ کو روپے حاصل کرنے کے لیے اتنی محنت کرنی پڑتی ہے۔ جعفری صاحب نے قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا کہ مجھے اپنی یہ مصروفیات بہت پسند ہیں یہی تو زندگی ہے۔ لیکن پروفیسر زاہدہ زیدی کے نام انھوں نے ۳۰ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کو ایک خط لکھا تھا۔ جس میں انھوں نے اپنی اس پریشانی کا دلچسپ انداز میں ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مالی دشواریوں کا انھوں نے یہ حل نکالا تھا کہ جس فلیٹ میں وہ رہتے تھے، اسے فروخت کرکے ایک چھوٹا مکان خریدنا چاہتے تھے تاکہ کچھ روپے بینک میں جمع کرکے اس کے انٹرسٹ کے سہارے زندگی آرام سے گزار سکیں لیکن انھیں اس سلسلے میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اب پروفیسر زاہدہ زیدی کے نام ان کے خط کا اقتباس ملاحظہ ہو:

> "میری آنکھ کا حال تمھیں سرجن کی رپورٹ سے معلوم ہوجائے گا، جو وسط نومبر میں میرا آپریشن کرے گا۔ اس کے علاوہ جو تکلیفیں ہیں وہ عمر کا حصہ ہیں جن کو رقصاں اور غزل خواں ساتھ لے کر آخر دن تک چلنا چاہیے۔ لیکن اس چلنے کے لیے کچھ سامانِ زندگی ضروری ہے۔ میرے پاس کوئی بینک بیلنس کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔ روز ہر عالم میں زندہ رہنے کی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ حالاں کہ یہ عمر کی وہ منزل ہے جب مجھے اطمینان اور سکون کے ساتھ بیٹھ کر لکھنے پڑھنے میں وقت صرف کرنا چاہیے تھا۔ بہت جی چاہتا ہے کہ اپنی کتابوں اور دوستوں کے ساتھ زندگی کے دن خوشگوار بنانے کی کوشش کامیاب ہو لیکن سارا وقت مکروہاتِ دنیا میں گزرتا ہے۔ آٹھ دس آدمیوں کا گھر ہے۔ سلطانہ کام سے سبکدوش ہوچکی ہیں۔ پھر بھی میرے ساتھ

اس جدو جہد میں شریک ہیں۔ میں ۷۶ سال کا ہوں، وہ ۷۲ سال کی۔ اس تضیع اوقات کی وجہ سے کوئی علمی ادبی کام نہیں کر سکتا۔ فراغت بہت بڑی دولت ہے۔ وہ نصیب نہیں ہے۔ اب اس کو حاصل کرنے کا یہ طریقہ سوچا جا رہا ہے کہ جس گھر میں رہ رہے ہیں اسے فروخت کر کے کوئی چھوٹا سا گھر لیں اور باقی رقم بینک میں جمع کر دیں۔ لیکن اس راہ میں بھی بہت سی مشکلات حائل ہیں۔ اختر الایمان نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ میں اب تک کامیاب نہیں ہو سکا۔"

موجودہ مکان فروخت کر کے وہ کم قیمت کا دوسرا مکان نہیں خرید سکے اور مرتے دم تک انھیں مالی دشواریوں کا سامنا رہا۔

جعفری صاحب کی آمدنی کا ذریعہ مشاعرے سیمینار اور غیر ملکی دورے تھے۔ طرح طرح کی خطرناک بیماریوں کا شکار رہنے کے باوجود روپیہ کمانے اور بعض ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے وہ قلم کی مزدوری پر مجبور تھے۔ پروفیسر زاہدہ زیدی کے نام ۱۹/ اگست ۱۹۸۹ء کے خط میں جعفری صاحب لکھتے ہیں:

"میں خاصا پریشان اور مصروف ہوں اس لیے تمھارے یکم اگست کے خط کا جواب آج لکھ رہا ہوں۔ تمھاری کتاب ڈاک سے مل گئی ہے۔ اشتیاق محمد خاں بھی کتاب لے کر آئے تھے۔ وہ نسخہ میں نے ان کو دے دیا بہت خوش ہوئے۔

تمھاری کتاب پر جلد سے جلد لکھنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن میری کیفیت یہ ہے کہ بائیں آنکھ کی پتلی Cornea خراب ہو گئی ہے جو تبدیل کی جائے گی۔ لیکن آپریشن کے لیے وقت نہیں نکال پا رہا ہوں اور روپے کا بھی انتظام کرنا ہے۔ حیدر آباد میں آپریشن کرانے کا ارادہ ہے۔ دل کی کیفیت کی وجہ سے صبح سے لے کر دو بجے تک کام کرتا ہوں۔ اس کے بعد بیکار ہو جاتا ہوں۔ تھوڑا سا کام شام کو کرتا ہوں۔ اس میں سے تھوڑا سا وقت ان احباب کو نذر کرنا پڑتا ہے جو ملنے آجاتے ہیں۔ بہت سے لوگ مسودے اور کتابیں لے کر آجاتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ ان کو پڑھو اور ان پر لکھو۔ ان میں

یاد دہانی کے دس بارہ ٹیلی فون آتے ہیں، ان میں وقت خراب ہوتا ہے۔ میں اردو شاعروں پر ٹیلی ویژن کے لیے سیریل بنا رہا ہوں اس کے تیرہ (۱۳) عدد Episode لکھنے میں مصروف ہوں۔ آنکھ کی تکلیف کی وجہ سے زیادہ لکھنا ممکن نہیں ہے۔ ۱۲ر ستمبر سے شوٹنگ شروع ہو رہی ہے۔ اس کا بھی انتظام کرتا ہوں اور ڈائریکٹر، کیمرہ مین، آرٹ ڈائرکٹر وغیرہ سے تبادلہ خیال بھی جاری رہتا ہے۔ آنکھ میں پانچ چھ بار دوا ڈالتا ہوں اور دل کی دوا کھاتا رہتا ہوں۔

اس وقت تمھاری کتاب کے علاوہ سب سے زیادہ ضروری کام ایک ایسی کتاب پر دیباچہ لکھنا ہے جو ایک شاعر دوست ظفر گورکھپوری نے لکھی ہے۔ اپنے مرحوم بیٹے کی یاد میں جو جوانی میں داغ مفارقت دے گیا۔ انکار کے لیے دل کہاں سے لاؤں۔ دوسرا اہم مضمون کیفی اعظمی پر لکھنا ہے۔ ان کا جشن ابو ظہبی میں منایا جارہا ہے اور ایک یادگار کتاب مرتب کی جاری ہے۔ ساہتیہ اکیڈمی کے لیے مجاز پر ایک کتابچہ لکھنا ہے جس میں دو سال کی تاخیر ہو چکی ہے۔

اس صورت میں میرا اپنا ادبی کام پس پشت پڑ گیا ہے۔ رات کے دس بجے سوتا ہوں۔ دو بجے رات کو اٹھ جاتا ہوں۔ پانچ بجے تک جاگتا ہوں اور پھر دو گھنٹے کے لیے نیند آجاتی ہے۔ رات کے یہ تین گھنٹے بڑے قیمتی ہیں۔ انھیں میں کچھ اپنا کام کر لیتا ہوں۔ لیکن شعر کی دیوی روٹھی ہوئی ہے۔"

آمدنی کے لیے جعفری صاحب کو سیمناروں اور مشاعروں میں شرکت کے لیے ہندوستان کے مختلف شہروں اور غیر ممالک کے لیے لمبے سفر کرنے پڑتے تھے۔ ڈاکٹر علی احمد فاطمی کو ایک خط میں اپنے دو مہینے کا پروگرام لکھا ہے۔ پچاسی سال کے ضعیف العمر مگر جواں ہمت انسان کے سفروں کا دو مہینے کا پروگرام ملاحظہ ہو:

۱۱ر سے ۱۶ر اپریل تک ساہتیہ اکیڈمی کی تقریبات اور شاعری پر سیمنار

۱۷ر اور ۱۹ر اپریل کے درمیان علی گڑھ میں صابرہ زیدی یادگاری تقریبات

۲۱ر مارچ پٹنہ میں مشاعرہ

۲۳ر مارچ بمبئی یونیورسٹی میں شعبۂ اردو میں گیان پیٹھ ایوارڈ کا جشن اور چھوٹا سا سیمینار

۲۸ر مارچ حیدر آباد میں جشن غالب کا افتتاح

۳۰ر مارچ نئی دلّی میں کتھا نام کی تنظیم کی طرف سے ادیبوں کو انعامات اور کتاب کا اجراء

۳ر اپریل کو لدھیانہ میں ایک جلسہ

۵ر اپریل کو جشن غالب اور جشن ساحر لدھیانوی

۶ر اور ۱۲ر اپریل کے درمیان عالمی اردو کانفرنس کی طرف سے جشن غالب

۱۶ر سے ۲۰ر تک دوبئی وغیرہ میں سردار جعفری جشن کے مشاعرے اور مذاکرے

۲۳ر اپریل کو دوحہ (قطر) میں مشاعرہ

اس کے بعد اپریل کے آخری ہفتے میں دہلی میں گیان پیٹھ ایوارڈ کی تقریبات۔ اس سال ان کا خیال ہے کہ تین دن کا جشن منایا جائے۔ ممکن ہوگا یا نہیں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ اس تقریب کے دعوت نامے کے لیے آپ کا اور عقیل صاحب کا پتہ دے دیا ہے۔ آپ عاشور کاظمی کا پتہ لکھ کر میرے پاس بمبئی کے پتے پر بھیج دیجیے۔

مئی کے پہلے یا دوسرے ہفتے میں ہارورڈ یونیورسٹی کے ایک شعبہ میں میری تقریر کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اگر وہاں جانا ہوا تو آخر مئی سے پہلے ہندوستان میں واپسی نہیں ہوگی۔

جون میں اطہر نبی لکھنؤ میں جوش ملیح آبادی کا صد سالہ جشن منانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ میں نے اپنی مصروفیات کو اتنی تفصیل سے بیان کر دیا ہے تاکہ آپ کو اور عقیل صاحب کو یہ خیال پیدا نہ ہو کہ میں الہٰ آباد آنے سے گریز کر رہا ہوں۔"

اسی طرح کی مصروفیات اور سفروں کی وجہ سے ایک تو جعفری صاحب کی صحت پر برا اثر پڑتا تھا۔ دوسرے تخلیقی کاموں کو زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے اور تیسرے خواہش کے باوجود وہ اپنی نظم و نثر کو مرتب کر کے شائع نہیں کر سکے۔

جعفری صاحب کی معرکۃ الآراء تصنیف "ترقی پسند ادب" انجمن ترقی اردو (ہند) نے شائع کی تھی۔ ترقی پسند تحریک پر اس کتاب کی حیثیت بہت اہم دستاویز کی تھی۔ میں نے ان سے درخواست کی وہ انجمن کو اس کتاب کا تیسرا اڈیشن شائع کرنے کی اجازت دے دیں۔ انھوں نے بڑی خوشی سے میری درخواست قبول کر لی۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ انجمن ان کی کتاب " ترقی پسند ادب " کا نظر ثانی شدہ اڈیشن شائع کرے گی۔ مجھے جعفری صاحب کی یہ تجویز منظور تھی۔ مگر افسوس مصروفیات کی وجہ سے وہ نظر ثانی کا کام مکمل نہیں کر سکے۔

جعفری صاحب نے اپنے اسی مقالوں، نظموں اور غزلوں کا انتخاب کیا تھا اور اس کا نام 'رقص ماہ و سال' رکھا تھا۔ اسی تخلیقات کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ یہ وہ سن تھا جب جعفری صاحب اسی سال کے ہوئے تھے اور ڈاکٹر علی احمد فاطمی نے جعفری صاحب کو خط لکھا کہ وہ جعفری صاحب کا اسی سالہ جشن منانا چاہتے ہیں تو جعفری صاحب نے جواب دیا تھا کہ میں اپنا جشن اس طرح منا رہا ہوں کہ میں نے اسی تخلیقات کا انتخاب کیا ہے جسے انجمن ترقی اردو (ہند) شائع کرنا چاہتی ہے۔ انجمن کا معاملہ یہ ہے کہ جب جعفری صاحب نے اس انتخاب کا ذکر کیا تو میں نے ان سے درخواست کی وہ یہ انتخاب انجمن کو دے دیں اور وہ راضی ہو گئے تھے۔ جعفری صاحب کی فرمائش پر میں نے اس انتخاب کا دیباچہ لکھ کر انھیں بھیج بھی دیا تھا۔ جسے انھوں نے پسند کیا۔ مگر اس کام کو مکمل کرنے میں بھی ان کی مصروفیات مانع رہیں۔

پروفیسر جگن ناتھ آزاد اور قرۃ العین حیدر کے تعاون سے جعفری صاحب اقبال پر تین جلدوں میں کتاب لکھنا چاہتے تھے مگر یہ کام بھی ابتدائی منزل سے آگے نہیں بڑھ سکا۔

اگر جعفری صاحب کی آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ طے ہو جاتا تو یقیناً ان کے غیر معمولی اہم ادبی کارناموں سے آج اردو ادب میں بہت اہم اضافہ ہوتا۔

جعفری صاحب نے اقبال کمیٹی کی طرف سے علامہ اقبال کی سوانح عمری تیار کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ جس کا ذکر انھوں نے پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے نام یکم مئی ۱۹۷۶ء کے خط میں کیا ہے۔

جعفری صاحب نے اس کتاب کا خاکہ تیار کرنے کے لیے آزاد صاحب کو بمبئی آنے کی دعوت دی تھی۔ اس سلسلے میں ۲۸؍ مئی ۱۹۷۶ء کے خط میں آزاد صاحب کو لکھتے ہیں:

> "آپ بمبئی آجائیے۔ تین چار دن میں قرۃ العین حیدر، آپ اور میں تینوں مل کر اقبال کی سوانح عمری کا خاکہ تیار کرلیں گے۔"

اس پروجیکٹ کی ابتدائی تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں۔ لیکن جعفری صاحب کی مصروفیات اور دیگر وجوہ سے یہ پروجیکٹ بھی مکمل نہیں ہو سکا۔

سردار جعفری مرحوم ہر ایک کے خط کا جواب دینے کو اپنا اخلاقی فرض سمجھتے تھے۔ ہندوستان اور ہندوستان سے باہر بے شمار لوگوں کے پاس ان کے لاتعداد خطوط موجود ہیں۔ میرے اس مرتبہ مجموعے کے خطوط محدود تعداد میں ہیں۔ میری تمنا ہے کہ کوئی صاحب جعفری صاحب کے زیادہ سے زیادہ خطوط اکٹھا کرکے انھیں شائع کریں۔ یہ خطوط کم سے کم دو جلدوں میں سمائیں گے۔ سردار جعفری کے خطوط اردو ادب کا بیش بہا خزانہ ہے۔ جسے ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنا ہمارا فرض ہے۔

بنام پروفیسر جگن ناتھ آزاد

یکم مئی ۱۹۷۶ء

برادرم آزاد صاحب۔ تسلیم۔

دہلی سے واپسی پر آپ کی نظمیں مل گئی تھیں۔ دہلی میں برنی[1] صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اقبال نمائش[2] کی از سر نو ترتیب و تزئین کے لیے میں انھیں پہلے خط لکھ چکا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ فوٹو ڈویژن کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ آپ سے بھی رابطہ قائم ہو گیا ہوگا۔ اب یہ نمائش جلد آراستہ ہو جائے تو بمبئی میں اس کے دکھانے کا انتظام کیا جائے۔ کیا آپ کے لیے یہ ممکن ہے کہ اس نمائش کی مکمل فہرست انگریزی میں میرے پاس بھیج دیں؟ اگر ضرورت ہوگی تو اس نمائش کو دیکھنے کے لیے میں سری نگر آ جاؤں گا۔ اقبال پر فلم بنانے کے لیے اس نمائش سے بہت کام لینا ہے۔ اس میں آپ کا مشورہ بھی ضروری ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس سال کے آخر تک اقبال کی ایک اچھی سوانح عمری [illegible] میں تیار ہو جائے۔ اس کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے میں آپ کو بمبئی آنے کی زحمت دینا چاہتا ہوں۔ جون کا پہلا ہفتہ مناسب ہوگا۔ چھ سات دن یہاں قیام کیجیے۔ آپ کی آمد و رفت کے اخراجات اقبال کمیٹی کی طرف سے ادا کیے جائیں گے۔ مجھے فوراً اطلاع دیجیے۔ آپ کب آ سکتے ہیں!

دہلی میں شنکر[3] صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ انھوں نے آپ کی کتاب "اقبال اور مغربی مفکرین" کا ذکر کیا اور آپ کا خط دکھایا۔ میں نے اس بات کی پُرزور تائید کی ہے کہ اس کتاب کا جشنِ اجرا چیمسفورڈ کلب میں منایا جائے۔ اس میں میں بھی شریک ہوں گا۔ کتاب تیار ہو چکی ہے۔ اس کی ایک جلد عنایت کیجیے تاکہ تقریر کی تیاری کر سکوں۔

"گفتگو" کا شمارہ اب دس پندرہ دن میں آ جائے گا۔ آپ کے والدِ محترم محروم[4] صاحب کا مضمون آئندہ انتخاب میں شامل کر رہا ہوں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

۲۸ر مئی ۱۹۷۶ء

برادرم آزاد صاحب۔ تسلیم

تین چار دن ہوئے سی آئی ڈی کے دفتر کے ذریعے سے آپ کا پیام ملا کہ آپ ۷ر جون کے بعد بمبئی آسکیں گے۔ میں نے اسی دفتر کے ذریعے سے آپ کو پیام بھجوادیا تھا کہ یہ تاریخیں میرے لیے موزوں ہیں۔ آپ تک میری بات پہنچ گئی ہوگی۔ اب آپ اپنے آنے کی اطلاع مجھے تار کے ذریعے سے دیجیے۔ وقت اتنا نہیں ہے کہ خط بروقت پہنچ سکے۔ آپ کس تاریخ کو کس ٹرین سے کس وقت پہنچیں گے؟

میں آپ کے ٹھہرنے کا انتظام M.L.A.'S Hostel میں کر رہا ہوں۔ مہاراشٹرا اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر جناب فاروق پاشا صاحب کی طرف سے ذمہ دار افراد کو اطلاع دے دی گئی ہے اور درخواست کی گئی ہے کہ آپ کے لیے ایک کمرہ Reserve کردیا جائے۔ آپ خود بھی اپنی سرکاری حیثیت کے مطابق نیچے لکھے ہوئے پتے پر تار دے دیجیے اور خط بھی لکھ دیجیے کہ آپ کے لیے M.L.A.'S Hostel میں ایک کمرہ Reserve کردیا جائے۔ پتہ یہ ہے:

Secretary
Building and Communications Department
Government of Maharashtra Sachivalaya, Bombay

تین چار دن میں قرۃ العین حیدر، آپ اور میں تینوں مل کر اقبال کی سوانح عمری کا خاکہ تیار کرلیں گے۔ فلم کے متعلق بھی آپ سے بات کرنا ہے۔ نمائش کی فہرست ابھی نہیں ملی۔ ساتھ لیتے آیئے گا۔

اقبال پر انگریزی میں جتنی کتابیں ملتی ہیں ان کی ایک فہرست بھی بنالیجیے اور ایک فہرست کلامِ اقبال کے انگریزی تراجم کی، تاکہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ میں خود بھی فہرست بنا رہا ہوں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۳)

بمبئی-۹/اکتوبر ۷۷ء

برادرم۔ تسلیم

میں ۲/اکتوبر کو دہلی چلا گیا تھا۔ کل رات کو واپس آیا۔ آج صبح آپ کا ۳/اکتوبر کا خط دیکھا۔ اس دوران میں آپ کو میرا خط مل گیا ہو گا جو میں نے دہلی جانے سے پہلے لکھا تھا۔ سری نگر کے سمینار میں آل احمد سرورؔ نے مجھے مدعو نہیں کیا ہے اس لیے وہاں جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ مدعو کرتے بھی تو میں نہ جا سکتا۔ اقبال صدی کے کاموں کی مصروفیات بہت زیادہ ہیں۔ اب میں ۲۰/اکتوبر کو پھر دہلی پہنچ جاؤں گا اور سمینار کے خاتمے تک وہاں قیام کروں گا۔ آپ بھی ذرا جلدی آ جائیے تو کاموں میں آسانی ہو۔

"مرقعِ اقبال" کے اجرا کے لیے میں نے ایل. کے. اڈوانیؔ صاحب سے بات کی ہے اور انھوں نے وعدہ بھی کیا ہے۔ شہبازؔ میرے ساتھ گئے تھے۔ سمینار کا افتتاح ۳۰/اکتوبر کو وگیان بھون میں گجراتی کے عظیم شاعر اوما شنکر جوشی کریں گے۔ اس تقریب میں اڈوانی صاحب مرقعِ اقبال کا اجرا کریں گے۔ میں نے موصوف سے یہ بھی درخواست کی ہے کہ سمینار میں شریک ہونے والے بیرونی اور ہندوستانی دانش وروں کو مرقع کا ایک ایک نسخہ تحفۃً دیا جائے۔ اب اس سارے کام کو تکمیل تک پہنچانا پبلی کیشن ڈویژن کے ڈائرکٹر صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے اڈوانی صاحب سے ملاقات کے بعد ان کو خط لکھ دیا ہے جس کی نقل پبلی کیشن ڈویژن کے ڈائرکٹر صاحب کے پاس بھیج دی ہے۔ NCERT کی شائع کی ہوئی کتابؔ کا اجرا ممکن نہ ہو گا۔ اس سلسلے میں مجتبیٰ حسینؔ مجھ سے ملے تھے۔ میں نے اقبال سمینار کے اور احباب سے مشورہ کیا، سب کی یہ رائے ہے کہ آپ کا مرتب کیا ہوا 'مرقعِ اقبال' زیادہ وقیع کتاب ہے۔ اس کا اجرا ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک ہی مصنف کی دوسری کتاب کا اجرا مناسب نہیں ہے۔ پھر وہ بچوں کی کتاب ہے جس کا اجرا بین الاقوامی سمینار میں کچھ جچے گا نہیں۔

شنکر صاحب کی ایک تجویز یہ ہے کہ آپ کی کتاب "اقبال اور مغربی مفکرین"، ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی کتاب "اقبال اور حافظ"، اسلوب احمد انصاری کی کتاب 'اقبال کی تیرہ نظمیں' اور میری کتاب 'اقبال شناسی' کا ایک ایک نسخہ سمینار میں شریک ہونے والے دانش وروں کو پیش کیا جائے۔ اقبال کمیٹیؔ کے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے کہ چاروں کتابوں کی ایک ایک جلد خریدے۔ اس لیے چاروں کتابوں کے دو ناشروں کو خط لکھا جا رہا ہے کہ یہ تحفہ ان کی طرف سے آنا چاہیے۔

آپ پبلی کیشن ڈویژن کے ڈائرکٹر صاحب کو لکھیے کہ "مرقع اقبال[۱۱] البم" کے لیے خوب صورت ڈبہ تیار کرائیں اور اس پر جشنِ اقبال کمیٹی اور پبلی کیشن ڈویژن کا نام خوب صورت حروف میں طبع کرائیں۔

اب مجھے مختلف رسائل اور سیمینار کے لیے اقبال پر چار مضامین لکھنے ہیں اور ڈاکومنٹری فلم مکمل کرنی ہے۔ وقت کم ہے کام زیادہ۔

باقی بروقتِ ملاقات۔

آپ کا
سردار جعفری

(۴)

۱۸ر فروری ۱۹۸۱ء

برادرم۔ تسلیم

میں نے دو مفصل خط آپ کی خدمت میں روانہ کیے تھے اور یہ لکھا تھا کہ میں ۲۰ر فروری کے بعد جموں یونیورسٹی آسکتا ہوں۔ بصورتِ دیگر وزیٹنگ پروفیسری کے لیے اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۸۱ء میں آجاؤں گا۔ آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اس لیے اب یہی مناسب ہے کہ تاریخیں آگے بڑھا دی جائیں۔ یقیناً اس صورت میں آپ کو کچھ زحمت ہوگی اور نئے بجٹ میں اس کی صورت پیدا کی جائے گی۔ لیکن یہ کام آپ آسانی سے کرلیں گے۔

میں آج ناظم[۱۲] (پپّو) میاں کی شادی کے مراحل سے فارغ ہوا ہوں۔ آج شام کو کچھ مہمان رخصت ہو رہے ہیں، کچھ دو چار دن بعد جائیں گے۔ گھر میں بہو آگئی ہے اور رونق میں اضافہ ہوگیا ہے۔

مارچ کے مہینے میں دہلی میں آپ سے ملاقات ہوگی اس وقت جاوید نامے کی طباعت کا کام شروع کردیا جائے گا۔ آپ کے مشوروں سے منصوبہ بنایا جائے گا۔

ایک خوشخبری یہ ہے کہ حیدرآباد کے احباب اس سال جشنِ جوش ملیح آبادی[۱۳] منانا چاہتے ہیں اور اس میں شرکت کے لیے جوش صاحب کو مدعو کرنا چاہتے ہیں۔ اس اہم کام میں آپ کے مشوروں اور تعاون کی بھی ضرورت ہوگی۔ میں اب جلد سے جلد جموں یونیورسٹی کے توسیعی خطبات "قبلۂ رندانِ جہاں" کو مکمل کرلوں گا اور آپ کی یونیورسٹی کو طباعت کے

لیے دے دوں گا تا کہ جشنِ جوش کے وقت کتاب ان کی خدمت میں پیش کی جا سکے۔

میں کچھ بیمار تھا، کچھ مصروف تھا اس لیے بملا بھابی سے ملاقات نہ ہو سکی۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ چیک آپ کے لیے بمبئی آئی تھیں۔ امید ہے کہ وہ بخیریت ہوں گی۔

گفتگو کی دوسری جلد پریس میں ہے۔ یعنی ترقی پسند ادب نمبر جلد دوم۔ اس میں آپ کی نظمیں بھی شامل ہیں۔ پہلی جلد بہت پسند کی گئی۔ پہلی جلد کی پانچ کاپیوں کا بل آپ کی یونیورسٹی پر واجب الادا ہے۔ ممکن ہو تو اس کو جلد ادا کرا دیجیے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۵)

۳ر نومبر ۱۹۸۱ء

برادرم۔ تسلیم

اردو عالمی کانفرنس کے ایک جلسے میں لکھنؤ گیا تھا۔ دہلی کی طرف سے گزر ہوا۔ اپنی ڈاکومنٹری فلم کے سلسلے میں جموں میں تھوڑا سا کام تھا۔ شوٹنگ سے پہلے کا کام۔ میں دو دن کے لیے یہاں آگیا۔ مگر کسی سے ملاقات نہ ہو سکی نہ آپ ہیں نہ یوسف ٹینگ۔ یونیورسٹی بھی بند ہے۔ بہر حال کچھ کام تنہا کر لیا۔ اب آج شام کو واپس جا رہا ہوں۔ ہمہ شوق زندہ بودم۔

آپ کا
سردار جعفری

(۶)

۷ر جولائی ۱۹۸۴ء

برادرم جگن ناتھ آزاد۔ تسلیم

آپ کا خط ملا۔ خوشی ہوئی کہ آپ خیریت سے جموں پہنچ گئے۔ ۲۱ر جولائی کو اقبال کمیٹی کی مجلسِ عاملہ اور جنرل باڈی کے جلسے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ کچھ قانونی قباحتیں ہیں۔ اس لیے اب دہلی کا سفر ملتوی کرنا پڑے گا۔ نئی تاریخوں کی اطلاع اندر کمار گجرال سے مشورے کے بعد دوں گا۔

اناماری شمیل کی کتاب Gabriel's Wing میرے پاس ہے۔ یہاں فارسی کتابوں کی ایک دوکان ہے وہاں اس کتاب کے ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ آپ دہلی میں Rama Krishna & Sons, Cannought Place کو خط لکھ دیجیے۔ وہ آپ کے لیے کتاب منگا دیں گے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنی یونیورسٹی اور اردو شعبے کے کتب خانوں کے لیے اور سری نگر کے اقبال انسٹی ٹیوٹ کے لیے بھی یہ کتاب منگوا لیجیے۔ اس طرح چار کتابوں کا آرڈر دیا جا سکتا ہے۔ راما کرشنا اینڈ سنز ایک جلد بھی منگوا دیں گے۔

تاشقند کے سلسلے میں جب دہلی جاؤں گا تب بات کروں گا۔ غالباً اس کام میں قمر رئیس بھی مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ وہ وہاں بحیثیت پروفیسر گئے تھے لیکن صحت کے خیال سے واپس آ گئے۔ درمیان میں سنا تھا کہ گوپی چند نارنگ بھی کوشاں ہیں، لیکن اب کیا صورت ہے اس کا علم نہیں۔

میں اب تک اپنی انگریزی کتاب Progressive Movement and Urdu Poetry کا مسودہ پریس کے لیے تیار نہیں کر سکا ہوں۔ نہ جانے وقت کہاں خراب ہو جاتا ہے۔ اس مسودے کے کچھ حصے ٹائپ کرانا باقی ہیں۔ وہ خود ہی کر رہا ہوں۔ نظموں کے ترجمے مکمل ہیں۔ کوشش کر رہا ہوں کہ اس ماہ میں مکمل کر کے پریس کو بھیج دوں۔ وہ لوگ بھی کچھ وقت لیں گے۔

آپ نے غالباً ذکر کیا تھا کہ کراچی سے صہبا لکھنوی کا خط آیا ہے۔ وہ "افکار"[15] کا خاص نمبر نکال رہے ہیں۔ آپ نے ان کے لیے مضمون لکھ دیا یا نہیں۔ سہیل کو آپ شاید کوئی چیز لکھ کر بھیج چکے ہیں صرف یاد دہانی کے لیے۔ چیلا شیف صاحب کو آپ نے خط لکھ دیا یا نہیں۔ ان کا جو مقالہ آپ نے مجھے دہلی میں دیا تھا وہ نامکمل ہے۔ آٹھ صفحے آئے ہیں پھر صفحہ ۱۱ ہے اور اس کے آگے کچھ اور ہے۔ ان سے مکمل مسودہ منگا لیجیے۔
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۷)

۱۳ر ستمبر ۱۹۸۳ء
برادرم آزاد۔ تسلیم
ایک عرصے سے آپ کی خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ اب شاید ملاقات کی صورت پیدا ہو رہی

ہے۔ ۲۳ر ستمبر کو جالندھر میں ٹیلی ویژن کا ایک مشاعرہ ہے، میں شریک ہو رہا ہوں۔ یقین ہے کہ آپ بھی مدعو ہوں گے۔ وہاں سے میں آٹھ دس دن کے لیے جموں آنا چاہتا ہوں۔ وسط اکتوبر میں دہلی یونیورسٹی میں نظام خطبات پیش کرنے ہیں لیکن ابھی تک ایک خطبہ بھی مکمل نہیں کر سکا۔ وجہ یہ ہے کہ بمبئی میں مکروہات بہت زیادہ ہیں۔ اگر یونیورسٹی کے مہمان خانے میں آٹھ دس دن کے لیے ایک کمرہ مل جائے تو وہاں بیٹھ کر خطبات لکھ لوں گا۔ ۱۱ر اکتوبر کو سری نگر میں کشمیر یونیورسٹی کی طرف سے بھی مشاعرہ ہے۔ اس میں بھی شریک ہونا ہے۔ میں نے اپنی منظوم آپ بیتی "نومبر میرا گہوارہ" کے کچھ اور حصے لکھے ہیں۔ جموں کی آب و ہوا راس آئی تو شاید کچھ اور تخلیق ہو جائے۔ آپ تو اس زمانے میں وہاں ہوں گے۔ ملاقات ہوتی رہے گی۔

میں نے یونیورسٹی کے مہمان خانے میں کمرہ کے لیے وائس چانسلر صاحب کو خط نہیں لکھا ہے۔ آپ میری طرف سے بات کر کے انتظام کر دیجیے اور مجھے تار کے ذریعے سے اطلاع دے دیجیے کہ انتظام ہو گیا۔ میں ۱۹ر ستمبر تک بمبئی میں رہوں گا۔ ۲۰ر کو دہلی پہنچ جاؤں گا اور دو دن کے گھر قیام کروں گا۔ ۲۲ر کی شام تک جالندھر۔ مشاعرہ ۲۳ر کو ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ آپ ۲۴ر سے ۳۱ر ستمبر تک کے لیے کمرے کا انتظام کر دیجیے۔

کراچی سے صہبا لکھنوی کا پیام آیا ہے۔ "افکار" کے سردار جعفری نمبر کے لیے یہاں کے مضامین مانگ رہے ہیں۔ کچھ چیزیں ان کے پاس پہنچ گئی ہیں مثلاً ڈاکٹر وحید اختر کا مضمون۔ آپ کا مضمون اب تک نہیں ملا ہے۔ آپ نے شاید کوئی مضمون میرے جموں کے قیام پر لکھا ہے سہیل کے لیے۔ اگر آپ نیا مضمون نہ لکھیں تو وہ پاکستان میں بھی شائع ہو سکتا ہے۔

کشمیر کے کوئی نصرت چودھری ہیں، ان کا ایک انٹرویو جو انھوں نے فیض سے لیا ہے کتاب نما کے تازہ شمارے میں شائع ہوا ہے۔ انھوں نے ایک سوال یہ بھی کیا کہ "سردار جعفری کی آج کی شاعری پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ آپ کے رنگ میں شاعری کر رہے ہیں"۔ فیض نے اپنے انداز میں اس کی تصدیق بھی کی اور یہ بھی اشارہ کر دیا کہ آج کے دور میں سب شعرا انھیں کے رنگ میں شاعری کر رہے ہیں۔ انٹرویو پڑھ کر جی خوش ہوا۔ سوچا کہ اس مسرت میں آپ کو بھی شریک کر لوں۔
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

پس نوشت: پوری[18] صاحب سے میرا سلام کہیے گا۔ شعبۂ اردو کے تمام احباب کو بھی آداب۔ کالرا صاحب کا عید کارڈ آیا تھا، اُس کا شکریہ اب تک ادا نہیں کیا۔ اب آؤں گا تو ذاتی طور سے شکریہ ادا کردوں گا۔

سردار

(۸)

بمبئی۔ ۲۹ر ستمبر ۱۹۸۴ء

برادرم آزاد۔ تسلیم

ابھی آپ کا ۲۵ر ستمبر کا خط ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے جموں نہ آنے سے آپ کو زحمت ہوئی۔ میں دراصل جالندھر دوردرشن کی بدانتظامی کی وجہ سے ۲۳ر کے مشاعرے میں نہ جاسکا۔ خط اس لیے نہیں لکھا کہ میرا خیال تھا کہ آپ اس مشاعرے میں ہوں گے اور میرے نہ جانے کی اطلاع آپ کو خود بخود مل جائے گی۔ میں فی الحال بمبئی میں ہوں اور دہلی یونیورسٹی کے لیے نظام خطبات لکھ رہا ہوں لیکن لکھ نہیں پا رہا ہوں۔ موضوع دل چسپ ہے لیکن خاصا دشوار۔ ترقی پسند تحریک کی نصف صدی۔ اس کو لکھنے کے لیے کچھ زیادہ سکون کی ضرورت ہے اور میرے معاملات سب کے سب بے سکونی کے شکار ہیں۔ ابھی تک اپنی انگریزی کتاب Progressive Movement and Urdu Poetry وکاس پبلشنگ ہاؤس کو نہیں دے سکا ہوں۔ کچھ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ کام روک کر سفر کرنا پڑتا ہے۔ اب پرسوں صبح دو دن کے لیے اورنگ آباد جانا ہے۔ سکندر علی وجد پر ایک کتاب کا اجرا ہے۔ یوسف ناظم بہت عزیز دوست ہیں ان کا اصرار ہے کہ اورنگ آباد سے ایک دن کے لیے ان کے وطن جالنہ بھی چلوں۔ اس کے معنی ہیں کہ چار دن تک کچھ نہیں لکھ سکوں گا۔ بمبئی کے قیام میں اس قسم کی مشکلات درپیش رہتی ہیں۔ کوشش کروں گا کہ آج اور کل کچھ لکھنے کا کام کروں۔ اس کے بعد اورنگ آباد سے واپسی پر تین چار دن پھر لکھوں گا۔ سری نگر کے مشاعرے کے لیے ۱۰ر اکتوبر کی شام کی پرواز سے دہلی جاؤں گا اور ۱۱ر کو سری نگر۔ وہاں سے مشاعرہ پڑھ کر ۱۲ر اکتوبر کو جموں آجاؤں گا اور یونیورسٹی کے مہمان خانے میں ۱۶ر تک رہوں گا اور اپنے خطبات مکمل کروں گا۔ وہاں سے ۱۷ر کو دہلی جاؤں گا اور ۱۸، ۱۹ر اکتوبر کو خطبات پیش کرکے فارغ ہو سکوں گا۔ ان خطبات کے لیے بھی قمر رئیس اور پروفیسر ظہیر احمد[19] صاحب کے اصرار پر آمادہ ہوا ہوں۔ ورنہ اور بہت سے کام ہیں اور سب سے بڑا کام زندہ رہنے کے لیے پیسہ کمانا۔ اس عمر میں ابھی تک میرے بیٹے کاموں سے نہیں لگے ہیں۔ ناظم بمبئی میں ہیں اور اپنا پریس لگا

رہے ہیں اس کے لیے خاصی رقم کا انتظام کرنا ہے۔ چھوٹے صاحبزادے حکمت اس سال دسمبر میں اپنی تعلیم ختم کرلیں گے۔ ان کے اخراجات کی آخری قسط تقریباً ۲۰ ہزار روپے ہے۔ ملاقات ہوگی اور باتیں ہوں گی۔ اب آپ میرے لیے مہمان خانے میں ۱۲/ اکتوبر سے ۱۶/ اکتوبر تک انتظام کرا دیجیے۔ پوری صاحب کی خدمت میں آداب۔

قرۃ العین حیدر کا پتا میرے پاس نہیں ہے۔ انھوں نے یہاں سے جاکر کوئی ربط قائم نہیں رکھا۔ وہ دہلی اور علی گڑھ کے درمیان رہتی ہیں۔ ایک خط پروفیسر ثریا حسین شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی معرفت لکھ دیجیے شاید کچھ پتا چلے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۹)

بھائی آزاد۔

ضرور تشریف لائیے اور وزیرِ اعظم کے دستِ مبارک سے کتاب کا ایک نسخہ حاصل کیجیے۔

سردار

(۱۰)

10- Sedta Mahal
Boman ji Petit Road
Bomday-400036

۷/ فروری ۱۹۹۷ء

برادرم جگن ناتھ آزاد۔ تسلیم

آپ کے کلام کے انتخاب کی تین جلدیں ملیں۔ کتاب کی طباعت بہت ناقص ہے۔ زیبودگی کا ایک لمحہ' صفحہ ۷۰ پر، پھر یہی نظم غزل کے نام سے صفحہ ۷۸ پر شائع ہوئی ہے۔ ایک اور غزل بھی دوبار شائع ہوئی ہے۔ میں آپ کے کلام سے چند اور چیزیں شامل کرنا چاہتا ہوں اور اس کی وجہ سے آپ کی نشان لگائی ہوئی نظموں میں سے کچھ کم کردی جائیں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے کسی انتخاب میں وہ نظم ضرور شامل ہونی چاہیے جس میں آپ کے دل کی تڑپ سب سے زیادہ خوب صورت الفاظ میں ظاہر ہوتی ہے۔ 'وطن کی صبح میں شامِ غریباں لے کے آیا ہوں'۔ سلام مچھلی شہری کی موت پر جو نظم ہے وہ بھی مجھے پسند ہے۔ ایک بہت پرانی نظم 'زندگی' ہے۔ اب دیکھتا ہوں 'سرمایۂ سخن' میں کتنی جگہ دے سکوں گا۔

یہ کتاب 'سرمایہ سخن' نہرو فیلوشپ کے تحت لکھی گئی ہے۔ یہ ایک مختصر سی اردو شاعری کی لغت

ہے جو چار پانچ جلدوں میں شائع ہو گی۔ پہلی جلد کے چار سو صفحات کی کتابت ہو گئی ہے تقریباً دو سو صفحات کی کتابت باقی ہے۔ یہ جلد دیباچے اور الف کی تختی پر مشتمل ہے اس میں آبرو، آتش، انشا، محمد حسین آزاد، انیس، اقبال، واجد علی شاہ اختر، جاں نثار اختر، اختر شیرانی وغیرہ شامل نہیں۔ اس مجلس میں جگن ناتھ آزاد بھی ہیں۔ اس لیے انتخاب کے لیے آپ سے مشورہ ضروری سمجھا، آپ کے چاہنے والے ایوب واقف بھی اس مشورے میں شریک ہیں۔

'سرمایۂ سخن' اس اعتبار سے لغت ہے کہ اس میں الفاظ حروف تہجی کے اعتبار سے لکھے گئے ہیں۔ لیکن یہ دراصل شاعرانہ الفاظ کی لغت ہے جس میں لفظ اور اشعار میرے حواشی کے ساتھ چھپ رہے ہیں۔ مثلاً لفظ آدم، آوارہ، کوئے ملامت، بت، پر کئی کئی صفحے لکھے ہیں اور ابھی لکھنے کا کام جاری ہے۔ اس لغت میں بیس پچیس ہزار الفاظ ہوں گے اور تقریباً دو سو شاعر۔

اس کو مکتبہ جامعہ شائع کر رہا ہے۔ پہلی جلد مارچ اپریل تک آجائے گی۔ اس کے بعد دوسری جلد کی تیاری شروع ہو گی جو سال کے آخر تک شائع ہو جانی چاہیے۔ یہ کام ۱۹۶۹ء میں شروع ہوا تھا اب تکمیل کی منزل کے قریب آیا ہے۔

اگر آپ اپنی نظموں اور غزلوں کے انتخاب پر نظر ثانی کرنا مناسب سمجھیں تو جلد سے جلد اطلاع دیجیے۔ میں آج حیدر آباد جا رہا ہوں۔ میرا بیٹا ناظم وہاں ہے۔ عید اس کے بچوں کے ساتھ منائیں گے۔ ۱۲ر فروری تک واپس آجاؤں گا۔ وسط فروری میں دہلی جاؤں گا۔ دہلی یونیورسٹی اپنی پلاٹینم جوبلی کے موقع پر اپنے چند پرانے طلبہ کو اعزاز دے رہی ہے۔ اس کے لیے میرا بھی انتخاب کیا گیا ہے۔ میں نے بی۔اے کی ڈگری اینگلو عربک کالج (قدیم دلّی کالج) سے لی تھی۔ انشاءاللہ آپ سے فروری اور مارچ میں ملاقات ہو گی۔

آپ کا
سردار جعفری

بنام پروفیسر گیان چند جین

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

(۱)

۱۰ دسمبر ۱۹۶۹ء

برادر محترم۔ تسلیم

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ نے اپنی یونی ورسٹی میں دو توسیعی لکچروں کے لیے میرا نام تجویز کیا ہے اس عزت افزائی کے لیے شکر گزار ہوں۔ میں ضرور حاضر ہوں گا۔ موضوع کے انتخاب میں کچھ میری مدد کیجیے۔ ڈاکٹر بھان صاحب سے ۱۹۵۳ء میں ملاقات ہوئی تھی جب میں توسیعی لکچروں کے لیے ساگر گیا تھا۔ اب پھر اس بہانے سے تجدید ملاقات ہو جائے گی۔ میرا سلام کہیے۔ آمد و رفت کے لیے ہوائی جہاز کا کرایہ اس لیے ضروری ہے کہ میں تکان سے بچنے کے لیے ہوائی جہاز سے سفر کرنے پر مجبور ہوں۔ بعض چھوٹے سفر ریل میں کر لیتا ہوں یا کبھی کبھی موٹر میں۔ تاریخیں غالباً آخری جنوری میں مناسب ہوں گی۔ فی الحال میں گزشتہ چار ہفتوں سے اپنے بستر میں قید ہوں۔ ذرا سی تکلیف ہو گئی تھی۔ دو ہفتے اور آرام کروں گا۔ بس بستر پر بیٹھے بیٹھے کچھ پڑھنے لکھنے کی اجازت ہے۔ اگر آخر جنوری میں توسیعی لکچروں کی تاریخیں رکھی جائیں تو کیفی کو مشاعرے میں مدعو کیا جا سکتا ہے۔ اکیڈمی والوں سے کہیے کہ کیفی کو ہوائی جہاز کا کرایہ دے دیں۔ میں انھیں اپنا ہم سفر بنا کر لے آؤں گا اور راضی کر لوں گا۔ میرے ساتھ میری بیوی بھی ہوں گی۔ آنے کا بار آپ لوگوں پر نہیں ہوگا۔ صرف قیام کا معقول انتظام کرا دیجیے گا۔ اس میں صادق[۱] صاحب مدد کر سکتے ہیں۔ سرکاری مہمان خانے میں آرام سے رہ سکتا ہوں۔

علی گڑھ سیمینار میں آپ جو مضمون نہیں پڑھ سکے تھے وہ "اردو ادب" میں میری نظر سے گزر چکا ہے۔ "ہماری زبان"[۲] میں بھی آپ کا مضمون دیکھا تھا۔ دونوں چیزوں سے لطف اندوز ہوا۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ عروض کے پیمانوں سے ناپ تول کر شعر نہیں کہا جا سکتا۔ خیر یہ سب ہنگامے تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ زیادہ قابلِ توجہ نہیں ہیں۔ لیکن ان کی طرف اس لیے

توجہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے کہ نئے شاعر گمراہ ہونے سے بچ سکیں۔ آپ کے مراسلے کی اہمیت اس لیے اور بھی زیادہ تھی۔

• آپ نے اپنے خط میں فلموں سے میرے تعلق کا ذکر کیا ہے۔ یہ بات اب پرانی ہو چکی ہے۔ ۱۹۶۳ء کے بعد سے میں فلموں سے دور ہو تا گیا اور اب قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرا ذریعہ معاش صرف میرا قلم ہے۔ آج کل نہرو فیلوشپ کے تحت اردو شاعری کی امیجری پر کام کر رہا ہوں۔ اب تک اکیس ہزار الفاظ اور ترکیبوں کا انتخاب کر چکا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ توسیعی لکچروں کے لیے اس میں سے کچھ حصے نکال لوں یا اپنی شاعری کے بعض پہلو بھی لے سکتا ہوں جن کی طرف ہمارے نقاد اب تک توجہ نہیں کر سکے ہیں۔ مثلاً محنت کا عمل اور محنت کی عظمت۔ اس کے لیے مجھے نئے نئے امیج تراشنے پڑے ہیں۔ مثلاً "ہاتھوں کا ترانہ" میں :

اعجاز ہے یہ ان ہاتھوں کا ریشم کو چھوئیں تو آنچل ہے
پتھر کو چھوئیں تو بُت کر دیں کالکھ کو چھوئیں تو کاجل ہے
مٹی کو چھوئیں تو سونا ہے چاندی کو چھوئیں تو پائل ہے
سمٹی ہوئی گنگا کی لہریں، بہتے ہوئے بجلی کے دھارے
دھرتی کے مقدر کے مالک، محنت کے اُفق کے سیارے
یہ چارہ گرانِ دردِ جہاں صدیوں سے مگر خود بیچارے

آپ نے شمالی ہندوستان میں مثنوی پر جو کتاب لکھی ہے اس میں "جمہور" کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اس پہلو پر ایک نظر ڈالی ہے۔ اس لیے آپ ان مصرعوں کی داد دے سکے ے

نہ چنگیز ہے اور نہ تیمور ہے　　جو باقی ہے کوئی تو جمہور ہے

دوسرا پہلو میری شاعری میں وقت کا تصور ہے جو اقبال کے تصورِ وقت سے مختلف ہے۔ محنت کا عمل بھی میری تصورِ وقت میں شامل ہے۔ وقت کی حرکت میں مادّے کی جنبش و حرکت شامل ہے اور خود انسان ایک مادی طاقت ہے لیکن باشعور۔ یہ مارکسی نقطہ نگاہ اس کے ابتدائی نقوش ہندو تصورِ وقت میں ملتے ہیں۔ اگر آپ "ایک خواب اور" میں میری نظم "میرا سفر" دیکھیں یا "گفتگو" کی کسی اشاعت میں نظم "برہنہ فقیر" یا "شعور" پر نظر ڈالیں تو میرے تصورِ وقت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ "نئی دنیا کو سلام" میں میں نے پہلی بار اس تصور کو ذرا

پھیلا کر پیش کیا تھا۔ ان پہلوؤں پر لکھنے میں ایک سخن گسترانہ بات ضرور پیدا ہوئی ہے لیکن میں اپنا غیر بن کر اپنے پہلوؤں کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بہر حال موضوع کا انتخاب کریں تو بہتر ہے۔
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲)

۱۳ر جنوری ۱۹۷۰ء
برادر محترم۔ تسلیم
آپ کے دو خطوں کا جواب اچھی خاصی تاخیر سے دے رہا ہوں۔ معذرت خواہ ہوں۔ میری طبیعت ذرا خراب تھی اور ڈاکٹروں کی ہدایات کا انتظار تھا تاکہ جموں آنے کے لیے تاریخوں کا تعین کر سکوں۔ اب طبیعت بہتر ہے۔ چلتا پھرتا ہوں۔ تھوڑا سا کام بھی کرتا ہوں۔ کچھ لکھنے پڑھنے کی طاقت بھی آگئی ہے۔ لیکن ابھی ڈاکٹروں نے ایک ماہ اور احتیاط کرنے کے لیے کہا ہے۔ اس لیے اب میں فروری کے تیسرے یا چوتھے ہفتے میں جموں آسکتا ہوں۔ یونی ورسٹی میں توسیعی لکچروں کے لیے آپ رجسٹرار صاحب سے مشورہ کر کے خود تاریخیں مقرر کر لیجیے اور مجھے اطلاع دے دیجیے۔ تاریخیں فروری کے آخری ہفتے کی ہوں تو بہتر ہیں اور دو لکچروں کے درمیان ایک دن کا فصل ہونا چاہیے۔ آج میں رجسٹرار صاحب کو بھی ان کے رسمی دعوت نامے کا جواب لکھ رہا ہوں۔
دو لکچروں میں سے ایک سخن گسترانہ ہوگا۔ اُس میں "وقت کا تصور اور محنت کا عمل" دونوں شامل ہوں گے۔ دوسرے لکچر کا موضوع بالکل نیا ہے اور جہاں تک مجھے علم ہے اس پر اب تک توجہ نہیں کی گئی ہے۔ اس کا عنوان ہے "اردو شاعری میں محبوب کی بزم آرائیاں"۔ پہلا لکچر قریب قریب تیار ہے۔ دوسرا اب لکھنا شروع کروں گا۔

ڈاکٹر بھان صاحب سے میرا سلام کہیے گا۔ ان سے ۱۹۵۳ء کے بعد اب ملاقات ہوگی۔ تجدید ملاقات کا جشن ارباب میخانہ کے ساتھ ہو تو کیا کہنا۔

اکیڈمی کے شرما صاحب کا خط مشاعرے کے لیے آیا تھا۔ میں مجبوراً معذرت کر رہا ہوں لیکن ساحر لدھیانوی ملے تھے اور وہ آنے پر کچھ آمادہ نظر آرہے ہیں۔ کیفی سے بات کروں گا۔ آنے کا دعوت نامہ ان تک پہنچا دیا گیا ہے۔

یقین ہے کہ آپریشن کے بعد اب آپ پوری طرح صحت یاب ہوں گے۔ خدا کرے آپ بالکل تندرست ہوں۔

آپ کا
سردار جعفری

(۳)

۲۷ر جنوری ۱۹۷۰ء

برادر محترم۔ تسلیم

گرامی نامہ۔ معذرت خواہ ہوں کہ باوجود انتہائی شدید خواہش کے آخر جنوری میں جموں آنا ممکن نہ ہو سکا۔ اب میری طبیعت اچھی ہے اور ڈاکٹروں نے سفر کی اجازت بھی دے دی ہے۔ لیکن دل کی کم ہمتی کی وجہ سے سردیاں برداشت کرنے کی طاقت کم ہو گئی ہے۔ آخری فروری تک جاڑوں کی شدت میں کچھ کمی آجائے گی اور میں ایک ماہ کے قریب دہلی کے اطراف میں قیام کر سکوں گا۔ دوسری دشواری یہ تھی کہ دونوں مقالے تیار نہیں تھے۔ دوسرا ابھی تک تیار نہیں ہوا ہے۔ اس ہفتے میں امید ہے کہ مکمل ہو جائے گا۔ رجسٹرار صاحب کا جواب ابھی تک نہیں آیا ہے۔ فروری کے آخری ہفتے کی کوئی بھی دو تاریخیں طے کر کے اطلاع دے دیجیے۔

میں آپ کے لیے ایک تحفہ لانے والا ہوں۔ اس کا نام "پنجہ نگاریں" ہے۔ یہ ایک شاعر خلیل حسن خلیل تلمیذ منشی امیر احمد مینائی کی پانچ مثنویوں کا مجموعہ ہے جو ۱۹۱۳ء میں مکمل ہوا اور ۱۹۱۴ء میں مطبع مفید عام آگرہ میں طبع ہوا۔ شائع بلرام پور ریاست سے ہوا۔ اس میں شکنتلا اور میگھ دوت کے ترجمے بھی شامل ہیں جو براہ راست سنسکرت سے کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب میں نے اپنے بچپن میں بلرام پور کے کتب خانے میں دیکھی تھی۔ گزشتہ ماہ میرے بھائی صاحب اس کی ایک جلد کہیں سے میرے لیے لے آئے۔ اس کی زبان کا اندازہ شکنتلا کے ابتدائی اشعار سے کیجیے۔

چاند، سورج، ہوا، زمانہ، زمیں
آگ، پانی اور آسمان بریں
جن کی قوت پہ فخر کرتے ہیں

دم اطاعت کا جن کی بھرتے ہیں
وہ مہاراج پہ دیا رکھیں
اپنے سائے میں وہ سدا رکھیں

میرا خیال ہے کہ آپ کی کتاب "اردو مثنوی" میں ان مثنویوں کا ذکر نہیں ہے۔ میں نے کہیں اور بھی نہیں دیکھا۔ اگر میرا خیال صحیح ہے تو آپ اس کتاب سے اپنی کتاب کے لیے ایک ضمیمہ تیار کر سکتے ہیں۔

آپ کا اعتراض صحیح ہے لیکن مجھے خود معلوم نہیں کہ میں نون غنہ کے پیٹ میں نقطہ کیوں لگاتا ہوں لیکن ذرا اس حرف کو جس طرح میں لکھتا ہوں لکھ کر دیکھیے بغیر نقطے کے کیسا لگتا ہے۔ ایک ن ہے اور ایک ں۔ مجھے نقطے کے ساتھ تو اچھا لگتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک سوال یہ ذہن میں آتا ہے کہ نون غنہ نام سے تو عربی فارسی معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل ہندی کی دین ہے۔ فارسی میں اعلانیہ نون کے ساتھ ساری اضافتیں آگئی ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ پرانے خطاط اور خوش نویس نقطوں کا استعمال آرائش کے لیے کرتے تھے۔ میں بد خط ہوں لیکن آرائش کے خیال سے غافل نہیں ہوں۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۴)

۲۸ر جنوری ۱۹۷۰ء
برادرم۔ تسلیم

کل ایک خط ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ آج آپ کا ۲۲ر جنوری کا خط ملا۔ میں آج ہی صادق صاحب کو صدارت کے لیے خط لکھ رہا ہوں۔ ایک محفل کی صدارت صادق صاحب کریں اور ایک محفل کی ڈاکٹر بھان صاحب یا آپ کیا مناسب رہے گا۔ ۲۱ر فروری کو تعطیل ہے اور ۲۲ر کو اتوار ہے اس لیے خطبات کی تاریخیں ۲۳ر فروری اور ۲۸ر فروری کے درمیان ہو سکتی ہیں۔ ۲۸ر کو سنیچر ہے۔ میں یہاں سے اس ہفتے کی کوئی دو تاریخیں مقرر کر دیتا لیکن اب صادق صاحب کو خط لکھ رہا ہوں تو تاریخیں ان کی سہولت کے اعتبار سے مقرر کی جائیں گی۔

رجسٹرار صاحب کو میں موضوعات لکھ چکا ہوں۔ تاریخیں صادق صاحب سے مشورے کے بعد لکھوں گا۔ میں موصوف کو یہ بھی لکھ رہا ہوں کہ ڈاکٹر بھان ؁ یا رجسٹرار کو اپنی تاریخ کی

اطلاع اپنے سکریٹری کے ذریعے سے بھجوادیں۔ امید ہے کہ صادق صاحب اگر وقت نکال سکیں تو صدارت سے انکار نہیں کریں گے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۵)

۱۰ر فروری ۱۹۷۰ء

برادرم۔ تسلیم

شاید میرے ایک خط کا جواب آپ پر باقی ہے۔ میں نے اسے حساب دوستاں دردل کی مد میں ڈال دیا ہے۔ اب کچھ باقی نہیں۔

آج صادق صاحب کا جواب آیا ہے۔ فروری کے آخر ہفتے میں ۲۳ر کے بعد سے موصوف اسمبلی کے اجلاس اور دوسرے سرکاری کاموں میں اتنے مصروف ہوں گے کہ وقت نہ نکال سکیں گے۔ اس لیے صدارت سے معذرت چاہی ہے۔ حسن اتفاق دیکھیے کہ میرے ڈاکٹر صاحب نے مجھے سردیوں کی وجہ سے ایک ماہ کے لیے اور بمبئی میں روک لیا ہے۔ اس لیے اب تو بھی خطبات کی تاریخیں ۲۵ر مارچ کے بعد رکھیے تو مناسب ہوگا۔ میں صادق صاحب کو دوسرا خط لکھ رہا ہوں۔ وسط مارچ میں اگر کوئی تاریخ مل جائے تو بہت اچھا ہے۔ رجسٹرار صاحب کو بھی لکھ رہا ہوں کہ تاریخیں وسط مارچ میں رکھیں۔ ذرا آپ بھی مشورے میں شریک ہو جائیے۔

میری صحت اب بہتر ہے۔ پانچ گھنٹے کام کرتا ہوں۔ علاج اور احتیاط جاری ہے۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۶)

۶ر مارچ ۱۹۷۰ء

برادرم۔ تسلیم

آپ کا ۷ار فروری کا خط مل گیا تھا۔ لیکن میں رجسٹرار صاحب کے خط کے انتظام میں اتنے دن تک جواب نہ لکھ سکا۔ انھیں وسط فروری میں اطلاع دی تھی کہ مارچ کے تیسرے ہفتے میں

خطبات کی تاریخیں مقرر کرلیں۔ آپ کا کنووکیشن ۲۱ر مارچ کو ہے۔ اس سے پہلے غالب خطبات ممکن نہ ہو سکیں گے۔ میں بمبئی سے ۱۴ر یا ۱۵ر مارچ کو دہلی جاؤں گا۔ سلطانہ ۱۶ر مارچ کی شام کو وہاں پہنچیں گی۔ اگر آپ کا اصرار ہو تو ہم دہلی سے ۱۸ر مارچ کو جموں آجائیں اور آپ ۱۹ر اور ۲۰ر مارچ کی تاریخیں مقرر کرلیں۔ لیکن بہتر ہوگا کہ کنووکیشن کے بعد ۲۲ر، ۲۳ر، ۲۴ر، ۲۵ر میرے لیے کوئی دو دن مقرر کیے جائیں تاکہ میں اطمینان سے آسکوں۔ آپ کے دونوں لکچر تیار ہیں۔ آپ مطمئن رہیں کوئی لکچر ہلکا نہ ہوگا۔ آپ کی یونی ورسٹی کا وقار قائم رکھنا میرا فرض ہے۔ محبوب کی بزم آرائیاں مختلف عنوان کی وجہ سے کچھ زیادہ رنگین معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس میں میں نے عیسائی، مسلم، ہندو اور بودھ تصورات حیات سے بحث کی ہے۔ ایک اور موضوع گلستان کا استعارہ ہے۔ وہ بھی دل چسپ ہے۔ بہر حال خطبات کی تاریخیں مقرر کرکے مجھے تار کے ذریعے سے اطلاع دیجیے۔

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں میری صحت کی وجہ سے میرے قیام کا انتظام سرکاری مہمان خانے میں ہو تو بہتر ہے۔ ضرورت ہو تو صادق صاحب سے کہیے۔ میرے ساتھ سلطانہ اور میرا بیٹا ہوگا اور ممکن ہے کہ دہلی سے سلطانہ کی چھوٹی بہن عائشہ ساتھ آئیں۔ وہ ڈاکٹر بھی ہیں۔ سلطانہ، عائشہ اور حکمت جعفری تینوں ریل سے پٹھان کوٹ پہنچیں گے۔ اگر آپ پٹھان کوٹ سے جموں تک کار کا انتظام کردیں تو مناسب ہوگا۔ میں ہوائی جہاز سے آؤں گا۔ پہنچنے کے اوقات اور تاریخوں کی اطلاع آپ کا جواب آنے پر دوں گا۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا

سردار جعفری

(۷)

۷ار مارچ ۱۹۷۰ء

برادرم۔ تسلیم

میں پرسوں شام کو دہلی آگیا۔ آج علی گڑھ جارہا ہوں اور ۲۲ر مارچ کو واپس آؤں گا۔ کل صبح رجسٹرار صاحب نے جموں سے ٹیلی فون کیا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ میرے ٹھہرنے کا انتظام سرکٹ ہاؤس میں کیا جارہا ہے۔ چوں کہ میرے ساتھ میری بیوی بھی ہیں اور ان کی چھوٹی

بہن ڈاکٹر عائشہ اور میرا بیٹا حکمت جعفری۔ اس لیے ہمیں قیام کے لیے دو کمروں کی ضرورت پڑے گی۔ امید ہے کہ سرکٹ ہاؤس میں انگریزی قسم کا کھانا تیار ہو جائے گا کیوں کہ میں اپنے دل کی بیماری کی وجہ سے چکنائی، مرچ، کھٹائی وغیرہ کچھ نہیں کھاتا۔ باقی اہلِ قافلہ سب کچھ کھاتے ہیں۔

خطبات کے لیے مائیکروفون کی ضرورت ہوگی اور میں کرسی پر بیٹھ کر پڑھ سکوں گا۔ کھڑے ہو کر پڑھنا ممکن نہیں ہے۔

میں یہاں سے ۳۱ر مارچ کو صبح کے ہوائی جہاز سے روانہ ہو کر صبح نو بجے جموں پہنچوں گا۔ ایرپورٹ پر اگر آپ کسی کو بھیج دیں تو عنایت ہوگی۔

باقی اہلِ قافلہ ریل سے سفر کریں گے۔ یعنی دہلی سے ۳۰ر مارچ کو رات کے وقت روانہ ہو کر ۳۱ر مارچ کی صبح پٹھان کوٹ پہنچیں گے۔ اس لیے ایک درخواست یہ بھی ہے کہ آپ کسی کار کا انتظام کر دیں جو ان تینوں مسافروں کو پٹھان کوٹ سے جموں لے جائے۔ بس کے سفر میں وقت بھی زیادہ صرف ہوگا اور میری بیوی کو تکلیف بھی ہوگی۔ مجھے دہلی کے پتے پر اطلاع دیجیے کہ پٹھان کوٹ سے جموں جانے کے لیے موٹر کار کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کار کا نمبر اور رنگ بھی لکھ دیں تو آسانی ہوگی۔
میں رجسٹرار صاحب کو بھی اطلاع دے رہا ہوں۔ آپ کو اپنی آمد کے سلسلے میں اتنی زحمت دے رہا ہوں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔
امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۸)

۲۵ر مارچ ۱۹۷۰ء
برادرم۔ تسلیم
ایک خط ۷ار مارچ کو ارسال کر چکا ہوں جس میں اپنے جموں آنے کے بارے میں تفصیلات لکھ دی تھیں۔ لیکن نہ تو آپ کا جواب آیا اور نہ رجسٹرار صاحب کا خط آیا۔ اس کی وجہ سے تھوڑی سی تشویش ہے۔ آج رجسٹرار صاحب کو پھر خط لکھا ہے۔ ذرا ان سے مل کر مجھے تار کے ذریعے اطلاع دیجیے۔

میں ۳۱ مارچ کو صبح کے ہوائی جہاز سے جموں آؤں گا۔ یہاں سے صبح چھ بجے جہاز اڑتا ہے اور نو بجے تک جموں پہنچ جائے گا۔ کوئی انتظام ایسا کر دیجیے کہ مجھے ہوائی اڈے سے مہمان خانے تک لے جانے کے لیے کوئی صاحب تشریف لے آئیں۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ سلطانہ اور ان کی بہن اور میرا بیٹا یہ تینوں ریل سے سفر کر رہے ہیں۔ ۳۰ مارچ کی رات کو یہاں سے چل کر ۳۱ مارچ کو صبح کے وقت پٹھان کوٹ پہنچیں گے۔ میں نے درخواست کی تھی کہ ان کے لیے اگر موٹر کا انتظام ہو جائے تو سہولت ہوگی۔ مہربانی فرما کر یونیورسٹی کی طرف سے انتظام کرا دیجیے اور مجھے بذریعہ تار موٹر کا نمبر لکھ دیجیے تاکہ سلطانہ کو اس کے تلاش کرنے میں دشواری نہ ہو۔
دو طرح کا یہ سفر کفایت کے لیے کیا جا رہا ہے اور موٹر کا انتظام اس لیے ضروری ہے کہ میرے پہنچتے پہنچتے سلطانہ بھی وہاں پہنچ جائیں۔ آپ کے جواب کا انتظار ہے۔
امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۹)

۲۷ مارچ ۱۹۷۰ء
برادر۔ تسلیم

افسوس ہے کہ مجھے دہلی تک آنے کے بعد آخری لمحے میں اپنا جموں کا پروگرام ملتوی کر دینا پڑا۔ آج میں نے رجسٹرار صاحب کو ایکسپریس تار کے ذریعے سے اطلاع دے دی ہے اور خط بھی لکھ دیا ہے۔

میری صحت اب ٹھیک ہے اور میں سفر کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ لیکن دہلی کے ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ ایک گھنٹے تک تقریر پڑھنا اور اس کے بعد سوال جواب میں حصہ لینا شاید تکان کا باعث ہو۔ اور دل کے مریض کا اس قسم کی تکان سے بچنا ضروری ہے۔ اس لیے مجبوراً اپنے ٹکٹ واپس کر دیے۔ غالب کا ایک مصرعہ حسب حال ہے۔

"پائے رفتار کم و حسرت جولاں بسیار"

اب اگر توسیعی خطبات کی تاریخیں اکتوبر میں مقرر کی جائیں تو میں آسکوں گا۔ اس دوران

میں اپنے خطبات پر نظر ثانی بھی کروں گا۔ ممکن ہے کہ اس طرح کچھ نئے گوشے نکل آئیں۔
میں آپ سے اور ارباب یونی ورسٹی سے شرمندہ ہوں کہ دو تین ماہ سے مسلسل اپنا سفر ملتوی کرتا رہا ہوں۔
میں ابھی دس بارہ دن بمبئی قیام کروں گا۔ خط دہلی کے پتے پر لکھیے گا۔
امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۰)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۲۶ر جنوری ۱۹۷۹ء
برادر محترم۔ تسلیم
۱۱ر جنوری کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ شکریہ۔ اس سے پہلے سیمنار کے متعلق ایک خط اور آیا تھا۔ جواب میں تاخیر ہوئی۔ معذرت چاہتا ہوں۔ میں آپ کے سیمنار میں بہت شوق سے شرکت کروں گا۔ موضوع بھی اچھا ہے۔ اردو شعریات کی فنی اور فکری بنیادیں۔ اگر آپ ۲۱، ۲۲ر مارچ کی تاریخیں مقرر فرمائیں تو میں ضرور آؤں گا۔ اس سے پہلے آنا ممکن نہیں ہے۔ تاریخ کا تعین کرکے تحریر فرمایئے۔
امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۱)

۵ر فروری ۱۹۷۹ء
برادرم ڈاکٹر گیان چند صاحب۔ تسلیم
۳۱ر جنوری ۱۹۷۹ء کا انگریزی خط ملا۔ میں نے آپ کو اپنے گزشتہ خط میں تحریر کیا تھا کہ اگر

آپ اپنا مذاکرہ ۲۱ر ۲۲ر مارچ کو منعقد کریں تو میں آسکوں گا۔ ۲۴ر اور ۲۵ر مارچ کی تاریخیں میرے لیے مناسب نہیں۔ ان تاریخوں میں دہلی میں ہند پاک مشاعرہ ہو رہا ہے۔ یہ وہاں کا سب سے بڑا سالانہ مشاعرہ ہے اور میں نے اس میں شرکت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اس لیے اگر آپ اپنی تاریخوں میں کچھ تبدیلی کر سکیں تو میں ضرور حاضر ہوں گا۔ ۲۴ر اور ۲۵ر مارچ کے لیے میری معذرت قبول فرمائیے۔

میں دو دن بعد ہندوستان سے باہر جا رہا ہوں اور آخر فروری میں واپس آؤں گا۔ اس وقت آپ کے خط کا انتظار کروں گا۔
امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۲)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۲۷ر فروری ۱۹۷۹ء
برادر محترم۔ تسلیم

شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے کہنے سے مذاکرے کی تاریخیں بدل دیں۔ ۲۱ر اور ۲۲ر مارچ نہایت مناسب تاریخیں ہیں۔ میں ۱۷ر مارچ کو لکھنؤ جاؤں گا۔ وہاں سے کانپور اور کانپور سے ۲۰ر مارچ کو آسام میل یا کالکا میل کے ذریعے سے الہ آباد آؤں گا۔ قیام جسٹس جرار حیدر کے گھر ہوگا۔ غالباً ۲۶ر منٹو روڈ پتہ ہے۔ آپ کے سمینار میں شرکت کے بعد ۲۳ر مارچ کی صبح کو کالکا میل سے دہلی روانہ ہو جاؤں گا تاکہ ۲۴ر مارچ کے ہند و پاک مشاعرے میں شرکت کر سکوں۔ بہ واپسی ڈاک خط سے یا تار کے ذریعے سے اپنے سمینار کی تاریخوں کی تصدیق ایک بار اور کر دیجیے، شکر گزار ہوں گا۔
امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۳)

۶ر مارچ ۱۹۷۹ء

برادر محترم۔ تسلیم

میں نے اپنے گزشتہ خط میں اطلاع دی تھی کہ میں ۲۰ر مارچ کو آپ کے مذاکرات میں شرکت کے لیے کانپور سے آؤں گا لیکن اب پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی ہو گئی ہے۔ میں بمبئی بھوپال سے آؤں گا۔ ایک ہفتے بعد اپنی آمد کی تاریخ کی اطلاع دوں گا۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا۔

آپ کا
سردار جعفری

پروفیسر ڈاکٹر گیان چند
صدر شعبہ اردو الہ آباد یونی ورسٹی،
الہ آباد۔

(۱۴)

۲۰ر جون ۱۹۸۰ء

محب گرامی۔ تسلیم

آج آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مخدوم ادبی انعام کے لیے مبارک باد کا شکریہ۔ مزید شکریہ اس بات کا کہ آپ نے میرا نام سر فہرست رکھا تھا۔

آپ سے ایک عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ غالباً چند سال پہلے الہ آباد میں ملا تھا۔ اب مخدوم انعام کے سلسلے میں حیدر آباد آؤں گا تو ضرور ملوں گا۔ تین چار دن قیام کرنے کا ارادہ ہے۔

کالی داس گپتا رضا میرے کرم فرما ہیں۔ میں ان کی علم دوستی کا بہت احترام کرتا ہوں۔ وہ ازراہِ محبت میری تعریف کرتے رہتے ہیں۔ اس میں میری خوبیوں سے زیادہ ان کی اپنی خوبی ہے۔ وہ اپنی اچھائیوں کا تھوڑا سا حصہ میری طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ بمبئی میں میرے گھر کے قریب رہتے ہیں۔ لیکن ملاقات کبھی کبھار ہوتی ہے۔ لیکن ان سے مل کر مسرت ہوتی ہے۔

میں تین چار ماہ بیمار رہا۔ اب صحت یاب ہوا ہوں اور کام شروع کر دیا ہے۔ لیکن ابھی تین چار گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کرتا ہوں۔

آپ کو علم ہوگا کہ "گفتگو" کا ایک ضخیم ترقی پسند ادب نمبر آفسیٹ پر شائع ہو رہا ہے۔ اس کی پہلی جلد وسط جولائی میں شائع ہو جائے گی اور دوسری جلد دو تین ماہ کے اندر۔ اس نمبر میں پریم چند، ٹیگور، نہرو، مولوی عبدالحق وغیرہ کی مستند ادبی دستاویزوں کے علاوہ گزشتہ چالیس سال کا انتخاب ہے۔ یہ نمبر ہر یونی ورسٹی کے کتب خانے میں ہونا چاہیے۔ آپ اپنی یونی ورسٹی کے کتب خانے کے لیے اس کا آرڈر بھجوادیں تو عنایت ہوگی۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا

سردار جعفری

(۱۵)

۱۲؍جولائی ۱۹۸۶ء

محب گرامی۔ تسلیم

آپ کے دو خط ملے۔ ڈی لٹ کی مبارک باد کے خط کا جواب آج کل میں لکھنے کا ارادہ تھا کہ دوسرا عنایت نامہ صادر ہوا جو مدھیہ پردیش کے کبیر سمان کے متعلق ہے۔ دونوں کا شکریہ ایک ساتھ ادا کر رہا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھ کا آپریشن کرایا ہے اس لیے گزشتہ ماہ اور اس ماہ میں لکھنے پڑھنے سے تھوڑا سا پرہیز کر رہا تھا۔

آپ نے اپنی یادداشت سے میرے متعلق کبیر سمان کی نامزدگی میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ٹھیک ہے۔

یہ خبر میرے پاس بھی ہے کہ اس سال کبیر سمان ہندی کو دیا جائے گا۔ اردو کی باری کئی سال بعد آئے گی۔ گیان پیٹھ انعام کی بھی یہی شکل ہے۔ بعض زبانوں میں دو دو تین تین ادیبوں کو ملا ہے اور اردو میں صرف فراق گورکھپوری۔ پھر بھی کسی بھی ادیب کو ملے۔ ان انعامات کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ ادیب کی زندگی کے معاشی اندھیرے میں ذرا سا اجالا ہو جاتا ہے اور بس۔ انعام یافتہ کتابوں کے نئے اڈیشن دوسری زبانوں میں مشکل سے شائع ہوتے ہیں اس لیے پتہ نہیں چلتا کہ دوسری زبانوں میں ادب کا کیا مقام ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا

سردار جعفری

پروفیسر ڈاکٹر گیان چند جین،

حیدرآباد یونی ورسٹی، (حیدرآباد)

بنام راج بہادر گوڑ

۹ر جنوری ۱۹۷۵ء

پیارے راج بہادر۔ نیا سال مبارک ہو۔

تمھارا خط ملا۔ ۳۰ر دسمبر کا تھا جواب میں ذرا تاخیر ہو گئی۔ اس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ مصروفیات کچھ زیادہ ہیں۔ حیدر آباد میں تم سے ملاقات کچھ مشکل ہی نظر آتی ہے۔ تمھارے کام تمھیں باہر سے آنے والے احباب سے ملنے کا موقع نہیں دیتے۔ بس بجلی آنکھوں کے آگے کوند جاتی ہے اور غالب لب تشنہ تقریر واپس آجاتا ہے۔ اس بار اقبال سیمنار کے موقع پر بھی یہی ہوا۔ اس لیے اب معقول ملاقات کی ایک ہی صورت ہے کہ تم بمبئی آؤ "تم پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے"۔

بھائی اس نیشنل رائٹرس[1] فورم کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہے۔ اودھر اخبارات میں دو بار نام پڑھا۔ ایک بار سویت یونین کے ایک وفد کے سلسلے میں جو کاپی رائٹ کا معاہدہ کرنے آیا ہے اور نیشنل رائٹرس فورم سے بھی ملا ہے۔ دوسری بار دہلی میں منعقد ہونے والی تقریب کے سلسلے میں۔ میرا خیال ہے کہ یہ ہندوستان کے انگریزی لکھنے والے ادیبوں کی تنظیم ہے۔ کیوں کہ سارے نام جو اخبارات میں چھپ رہے تھے وہ انگریزی لکھنے والوں کے تھے۔ ان میں ملک راج آنند بھی تھے۔

ترقی پسند مصنفین کی تنظیم ضروری ہونی چاہیے۔ میں سال بھر سے اصرار کر رہا ہوں تم بمبئی میں مئی کے وسط میں کانفرنس بلانے کے لیے بھی تیار تھے۔ ایک اعلان نامہ بھی میں نے خواجہ احمد عباس اور کرشن چندر نے مل کر بنایا ہے۔ اس پر حیدر آباد کے احباب سے تبادلہ خیال بھی ہوا۔ دہلی میں ایچ۔ کے۔ ویاس سے بھی میں نے بات کی ہے اور اپنے اعلان نامے کی ایک نقل انھیں دے دی ہے۔ تم پارٹی کانگریس میں شامل ہونے والے ادیبوں سے بات کرو اور مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا۔

تم اقبال پر اپنا مقالہ پارٹی لائین میں چھپنے کے لیے دے سکتے ہو۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رہا اقبال کی "خاردار شخصیت" کا سوال تو اس عہد کا طبقاتی کردار ہی ایسا تھا۔ ہر شخصیت خاردار ہے۔ سوامی دویکانند اور اقبال میں عجیب و غریب مماثلت ہے۔ وہ محترم آزادی کے

پروانے مگر ہندو احیا پرست (Hindu Revivalist) تھے۔ اقبال مسلم احیا پرست تھے۔ یہ احیا پرستی انیسویں صدی میں راجہ رام موہن رائے میں بھی مل جائے گی اور سر سید میں بھی۔ پہلے کلکتے میں ہندو کالج بنا پھر علی گڑھ میں مسلم اورینٹل کالج۔ پہلے بنارس میں ہندو یونی ورسٹی قائم ہوئی پھر علی گڑھ میں مسلم یونی ورسٹی اور بنارس یونی ورسٹی کے ساتھ ہندو کے لفظ پر ٹیگور نے اصرار کیا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہندو احیا پرستی نیشنلزم کے لبادے میں چھپ جاتی ہے اور مسلم احیا پرستی نمایاں ہو جاتی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی کے مؤرخوں اور دانشوروں نے ہندوستان کی تاریخ اور تحریکِ آزادی پر عالمانہ کام نہیں کیا ہے۔ ہم روزمرہ کے ایجی ٹیشن کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں لیکن ان بنیادوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن پر کوئی صحیح عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں ہندو احیا پرستی اور مسلم احیا پرستی دو متوازی دھارے تھے۔ وہ آج بھی باقی ہیں کیوں کہ تحریکِ آزادی اصلاح پسند اور سمجھوتے باز رہی ہے اس وجہ سے ان دونوں دھاروں کو کہیں نقطۂ اتصال نہیں ملا۔ مہاتما گاندھی کا رام راجیہ مسلمانوں کے خلافتِ راشدہ کے تصور کا متوازی نقطۂ نگاہ ہے۔ اس وجہ سے رام راجیہ کا نعرہ مسلمانوں کو اپنی طرف ملتفت نہ کر سکا۔ اقبال مسلم بیداری کا شاعر ہے مسلم احیا پرستی کے ساتھ، ہندوستان کی بیداری کا شاعر ہے حب الوطنی کے ساتھ، اور عالم گیر انسانیت کی بیداری کا شاعر ہے۔ اشتراکیت کے معاشی نظام میں اسلامی روحانیت کی آمیزش کے ساتھ۔ سوامی وویکانند ہندو بیداری کے نقیب ہیں ہندو احیا پرستی کے ساتھ، ہندوستان بیداری کے نقیب ہیں حب الوطنی اور ماضی پرستی کے ساتھ جس میں مسلمان کی سمائی نہیں ہے، اور عالم گیر انسانیت کی بیداری کے نقیب ہیں۔ ہندو روحانیت کی آمیزش کے ساتھ لیکن اشتراکیت یا معاشی نظام کا کوئی انقلابی پہلو ان کے یہاں نہیں ہے۔ لیکن ان کی یادگار آزاد ہندوستان میں بڑے شاندار طریقے سے قائم کی گئی ہے اور اقبال کو گزشتہ ستائیس سال سے راندۂ درگاہ بنا کر رکھا گیا ہے۔

ہندوستان کی اشتراکی جمہوریت اور سیکولرزم کے لیے اقبال کے صحیح مقام کا تعین بہت ضروری ہے۔ اقبال، وویکانند اور نہرو مل کر جدید ہندوستان کی تشکیل کر سکتے ہیں۔

امید ہے کہ تم اچھی طرح ہو گے۔ اس خط کی ایک رسید بھیج دینا۔

تمہارا

سردار جعفری

(۲)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۳ر دسمبر ۱۹۷۷ء

پیارے راج۔

پاکستان سے واپسی پر تمہارا بغیر تاریخ کا خط ملا۔ نہ جانے کہاں رکا ہوا تھا۔ میں آج ایک جشنِ اقبال میں شرکت کے لیے کلکتہ جا رہا ہوں۔ وہاں سے ۲ر جنوری کو واپس آؤں گا اور کمیونسٹ جائزے کے لیے اقبال پر اپنا مضمون مکمل کر کے بھیج دوں گا۔

۴ر فروری کو حیدر آباد میں مخدوم محی الدین کی سالگرہ کے موقع پر ضرور آؤں گا۔ مجروح سے بات کر سکتا ہوں لیکن یقین نہیں کہ وہ میری بات مانیں گے۔ اس لیے بات کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تمھیں ان سے وعدہ لو۔
امید ہے کہ تم اچھی طرح ہو گے۔
نیا سال مبارک ہو۔

تمہارا
سردار جعفری

(۳)

بمبئی۔ ۷ر مارچ ۱۹۷۸ء

پیارے راج۔

تمہارا پوسٹ کارڈ ملا۔ میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے ابھی تک اقبال پر مضمون مکمل نہیں کر سکا ہوں۔ اب کر دوں گا۔ پرسوں دہلی آرہا ہوں اگر آج کل میں کام ہو گیا تو مضمون ساتھ لاؤں گا ورنہ آخر مارچ تک تم کو ضرور مل جائے گا۔ تم اپریل کے پرچے میں شائع کر سکتے ہو۔
امید ہے کہ تم بخیریت ہوں گے۔

تمہارے
سردار جعفری

(۴)

بمبئی 400036

۲۴؍مارچ ۱۹۷۸ء

پیارے راج۔

تمہارا پوسٹ کارڈ ملا۔ پارٹی کانگریس کے مشاعرے کے لیے اگر ذرا پہلے دعوت نامہ آتا تو میں ضرور شریک ہوتا۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ ایسے تاریخی مواقع پر بہت سے ترقی پسند ادیبوں اور شاعروں کو مدعو کرنا چاہیے۔ اب صورت یہ ہے کہ میں آج شام کو دہلی آرہا ہوں۔ کل انبالہ جاؤں گا۔ ۲۸؍کو جموں،وہاں تین چار دن کا قیام ہوگا۔ پہلی دوسری اپریل وہیں ہو جائے گی۔ پھر بھی کوشش کروں گا کہ کسی طرح پہلی اپریل کو بھٹنڈہ آجاؤں۔ یہ معلوم نہیں کہ جموں سے بھٹنڈے کا کیا راستہ ہے۔ اقبال پر مضمون دو تین دن میں مل جائے گا۔ اس کے بعد اقبال اور کمیونزم ایک اور مقالہ لکھوں گا۔

پیار

تمہارا سردار جعفری

(۵)

بمبئی۔ ۲؍جولائی ۱۹۸۷ء

پیارے راج۔

تمہارا خط ملا۔ امید ہے کہ تمہاری صحت اب بہتر ہوگی۔ اردو کا مسئلہ سیاسی ہے اور صرف سیاسی سطح پر طے ہوگا۔ درخواستوں اور تجویزوں سے کام نہیں چلے گا۔ ایک بڑے تحریک کی ضرورت ہے جو صرف کمیونسٹ پارٹی کی رہنمائی میں چلائی جا سکتی ہے۔ جیسا میں نے اپنے خط میں لکھا تھا ایک لاکھ اردو دوستوں کی تحریک میں پارٹی کی تنظیموں کے ذریعے سے مزدور، کسان اور درمیانی طبقے کے سارے عناصر شامل کیے جائیں پھر اس تحریک کو فرقہ وارانہ رنگ نہیں دیا جا سکے گا۔ انجمن ترقی پسند مصنفین ایسی تحریک نہیں چلا سکتی۔ نہ تو اس کی منظم شاخیں ہیں اور نہ مالی وسائل۔ ایک لاکھ اردو دوستوں کو منظم کرنے کے لیے دس بارہ سال لگیں گے اور وہ بھی اس صورت میں جب انجمن کے تمام ممبر دس بارہ سال مسلسل کام کریں۔ پارٹی یہ کام ایک سال کے اندر کر سکتی ہے۔ لیکن اصلی دشواری یہ ہے کہ اردو کے معاملے میں خود پارٹی کی پالیسی واضح نہیں ہے۔ پارٹی اردو کے بارے میں جو بھی موقف اختیار کرتی ہے اس کو ہندی والے پارٹی ممبر قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ چند سال

پہلے جب ننے بھائی حیات تھے اور پارٹی کا دفتر آصف علی روڈ پر تھا اردو کے بارے میں پارٹی نے ایک مشاورتی جلسہ کیا تھا۔ رام بلاس شرما اس وقت پارٹی ممبر تھے اور انھوں نے اس جلسے میں شرکت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں۔ تم نے دستور کی جس دفعہ کا ذکر کیا ہے اس سے اردو کو کچھ نہیں مل سکتا۔ وہ عملی نہیں ہے۔ فرض کر لو کہ صدر مملکت اپنے اختیار سے اردو کو وہ حقوق دے دے جو اس دفعہ میں درج ہیں۔ لیکن عملی طور سے یہ ہوگا کہ اردو والا عدالت میں اردو میں درخواست دے گا لیکن جج اور عدالت کا عملہ اردو سے ناواقف ہوگا اور اس کو پڑھ نہیں سکے گا میں اردو میں ڈاک کا پتا لکھوں گا لیکن ڈاک خانہ میں کوئی اردو پڑھنے والا نہیں ہوگا۔ اس کو نظم ونسق کی پوری سطح پر پھیلا کر دیکھو نتیجہ صفر نکلے گا۔ اس لیے دوسری سرکاری زبان سے کم پر اردو کے حقوق کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔ اس کی تفصیلات کیا ہوں گی ان کے متعلق پارٹی کو مشورہ کرنا چاہیے۔ ایسی کوئی مشاورتی کمیٹی بنے تو میں اس میں تفصیل سے اپنا نقطۂ نگاہ پیش کروں۔ دو زبانوں کی ریاستیں عجوبہ نہیں ہیں۔ کنیڈا، سوئزرلینڈ، یوگوسلاویہ، اس کی مثالیں ہیں۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہوگے۔

تمھارا

سردار جعفری

(۲)

بمبئی۔ ۲۲ر جولائی ۱۹۷۸ء

پیارے راج۔ خوش رہو۔

تمھارا چھوٹا سا خط پہلے ملا تھا۔ روشنائی کے دیباچے کا تراشا آج موصول ہوا۔ خوشی کی بات ہے کہ انجمن ترقی اردو روشنائی کا نیا اڈیشن تمھارے دیباچے کے ساتھ شائع کر رہی ہے۔ تم نے اپنے دیباچے میں تمام ضروری مسائل کا احاطہ کر لیا ہے۔ یہ کتاب کب تک شائع ہوگی۔ اگر ابھی کتابت کی منزل میں ہو تو اپنے دیباچے کا ایک لفظ بدل دو۔ صفحہ ۳۶ کے دوسرے پیراگراف کی پہلی سطر میں "نقاد" کے بجائے نکتہ چیں لکھو تو بات زیادہ واضح ہو جائے گی۔ ویسے نقاد کے لفظ میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بھائی میں شرمندہ ہوں کہ اقبال پر اپنا مضمون اب تک نہیں بھیج سکا۔ مشکل سے دو تین گھنٹے کا کام ہے۔ آخری چند صفحات لکھنے ہیں مگر کوئی نہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ نئے مضامین لکھ دیتا ہوں اور ایک ادھورے مضمون کو مکمل نہیں کر پاتا۔ اب یہ کام جلد سے جلد کروں گا۔

اقبال پر میری اور خواجہ احمد عباس کی بنائی ہوئی ڈوکومنٹری[1] فلم ۲۵ راگست سے نمائش کے لیے پیش کی جائے گی۔ ہندوستان کی گیارہ زبانوں میں یہ فلم آرہی ہے۔ میں اس کے متعلق انگریزی اور اردو میں ایک نوٹ بنا کر بھیجوں گا جو پارٹی کے اخبارات میں شائع ہو جانا چاہیے۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہوگے۔

تمھارا

سردار جعفری

(۷)

کشمیر ہاؤس۔ نئی دہلی۔

۲۵ ر ستمبر ۱۹۷۹ء

پیارے راج۔

ابھی تم دہلی میں ہوگے اور میرا یہ خط تمھیں دہلی ہی میں مل جائے گا۔

تم نے کل رات کو قمر رئیس کے گھر سے واپسی کے دوران فراق اور مخدوم کے جو دو شعر سنائے تھے وہ مجھے چاہئیں[1]۔ بمبئی کے پتے پر لکھ کر بھیج دو۔ فراق کے شعر کا مفہوم کچھ یہ تھا کہ جب وہ جسم چرا کر گزرا تو فضا سٹ سی گئی۔ اور مخدوم کے شعر صنعتِ تعلیل میں کچھ اس طرح تھا کہ وہ بدن جب پانی میں اترا تو پانی میں آگ لگ گئی۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہوگے۔

تمھارا

سردار جعفری

میں پرسوں صبح کشمیر جا رہا ہوں اور ۹ر اکتوبر کی صبح بمبئی واپس پہنچوں گا۔

سردار

(۸)

بمبئی۔ ۴ر مارچ ۱۹۸۰ء

پیارے راج۔ خوش رہو۔

تمھارا خط ملا۔ میں اورنگ آباد نہ آسکا کیوں کہ میرے پیر میں ذرا سی تکلیف ہو گئی تھی اور میری نواسی بہت بیمار تھی۔ میں نے مشہور مزاح نگار خواجہ عبدالغفور صاحب کو تار دے دیا تھا۔ اب میں خود اٹھارہ دن سے بیمار ہوں۔ پیشاب کی تکلیف ہے اور ربر کی نلی لگی ہوئی ہے۔

علاج جاری ہے شاید چار دن بعد نکالی جائے گی پھر چند روز مزاج کو نارمل ہونے میں لگیں گے۔ زیادہ وقت بستر پر لیٹا رہتا ہوں۔ کبھی کبھی پہلو بدلنے کے لیے کرسی پر بیٹھ جاتا ہوں۔ ربر کی تھیلی کو ہاتھ میں لے کر ذرا سا گھر میں ٹہل لیتا ہوں۔ اس وقت یہ خط کرسی پر بیٹھے بیٹھے زانو پر رکھ کر لکھ رہا ہوں۔

میں ۱۵ مارچ کے مشاعرے میں بھی آنا چاہتا ہوں اور ۲۰ مارچ کے پریم چند سیمینار کے لیے بھی۔ میں نے اس موقعے کے لیے ایک بہت اچھی نظم کہی ہے۔ کربلا اس کا عنوان ہے۔ یہ نظم آج کے عہد کا رجز ہے۔ اس کے علاوہ اور کئی نظمیں کہی ہیں۔ آج کل بیماری کے باوجود شعر نازل ہو رہا ہے۔ بہر حال میرے دہلی آنے کا سارا دارومدار میری صحت پر ہے۔ پیر ن رمیش چندرا اور پالی وال کو خط لکھ رہا ہوں۔ اگر علالت کی وجہ سے نہ آسکا تو اپنی نظم کا ٹیپ بھیج دوں گا۔ وہ پریم چند سیمینار میں سنایا جا سکتا ہے۔ وہی میرا پیام ہوگا، وہی میرا مقالہ۔

ترقی پسند ادب نمبر طباعت کی آخری منزلوں میں ہے۔ کوشش ہے کہ پریم چند سیمینار کے وقت تک تیار ہو جائے۔ میری تو خواہش تھی کہ اس کی رسم اجرا اسی سیمینار میں ہو لیکن اس کے لیے جن تیاریوں کی ضرورت ہے وہ میں اپنی علالت کی وجہ سے نہیں کر سکتا۔

میرا علاج بمبئی کے بہت اچھے ڈاکٹر کر رہے ہیں۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہو گے۔

تمہارا

سردار جعفری

(۹)

شہریاراں

(بھوپال میں گیس کے قاتل حادثے سے متاثر ہو کر)

شہر یاراں بود و خاک مہرباناں ایں دیار
مہربانی کے سر آمد، شہر یاراں را چہ شد

(حافظ شیرازی)

سارے شہروں میں جہاں کے شہریاراں تھا یہ شہر
کوچہ دلدار و کوئے دلفگاراں تھا یہ شہر
شام، شام نغمہ و مے، شب، غزل خوانی کی شب
بوستانِ بلبل و صوت ہزاراں تھا یہ شہر

حسن میں پروردگارِ گیسوئے عنبر فشاں
دلبری میں جادوئے چشمِ نگاراں تھا یہ شہر

ناگہاں برسا کہیں سے آ کے ابرِ زہر بار
یاں سے واں تک اک ہجومِ سوگواراں تھا یہ شہر

پل کے پل میں بام و در سب ہو گئے تھے سوگوار
قہرِ تیرہ بخت و تیرہ روزگاراں تھا یہ شہر

سر کے اوپر آج منڈلاتا ہے دوزخ کا دھواں
رہگزارِ ابر و باد و برق و باراں تھا یہ شہر

ہے سوا نیزے پہ جیسے آج قہرِ آفتاب
سایۂ و برگ و بہارِ شاخساراں تھا یہ شہر

جس پہ نازل ہو رہا ہے اب مشینوں کا عذاب
نغمۂ شائستگیِ رستگاراں تھا یہ شہر

خاکِ دل اڑتی ہے اب جس طرح پروانوں کی خاک
صبحِ گل، روزِ طرب، شامِ بہاراں تھا یہ شہر

کون ہے فریاد رس مانگیں گے کس سے خوں بہا
زیرِ پائے نخوتِ آدم شکاراں تھا یہ شہر

طوقِ زرّیں گردنِ خر میں نظر آتا ہے آج
کل تلک جولانگہِ چابک سواراں تھا یہ شہر

سردار جعفری
شکاگو۔ ۱۰؍ دسمبر ۱۹۸۴ء

(۱۰)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۱۹؍ نومبر ۱۹۸۵ء

پیارے راج۔ میں چھ ہفتوں کے لیے باہر گیا تھا۔ لیکن دو ہفتوں میں واپس آ گیا۔ یقین تھا کہ میری ڈاک میں مخدوم کی آواز کا کیسٹ اور تیور کے شہیدوں کے متعلق گیت موجود ہوں گے جن کا تم نے وعدہ کیا تھا۔ لیکن ابھی تک وہ چیزیں نہیں ملیں۔ میں گزشتہ اپریل سے ان چیزوں کے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔

میں شاید آخری نومبر یا شروع دسمبر میں دہلی کی طرف آؤں گا۔ سلطانہ نے بتایا تھا کہ تم بمبئی کی طرف آئے تھے۔

خوش رہو۔

تمہارا

سردار جعفری

(۱۱)

بمبئی ۲۹؍دسمبر ۱۹۸۵ء

پیارے راج۔ خوش رہو۔

پرسوں رات کے مشاعرے میں آنکھوں نے تم کو تلاش کیا لیکن تم کسی وجہ سے نہ آسکے۔ اس روز اجے بھون میں بھی تم پارٹی کی میٹنگ سے اٹھ کر آگئے تھے اور بات چیت کر کے چلے گئے۔ تم سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا تھا۔ یہ خط اسی مقصد سے لکھ رہا ہوں۔

۴۵۔۱۹۴۴ء کے آس پاس پاکستان کا ایک ترانہ لکھا گیا تھا۔ مجاز اس کو اپنا لکھا ہوا ترانہ کہتے تھے اور مخدوم اپنا۔ وہ ترانہ دراصل کس نے لکھا تھا تم کو اس کا علم ہوگا۔ مخدوم کے کلیات میں شاید وہ شامل نہیں ہے۔ اس وقت کتاب میرے سامنے نہیں ہے لیکن مجاز کی کتابوں کی اشاعت میں وہ نظر آتا ہے۔ 'افکار' کراچی کے مجاز نمبر میں بھی شامل ہے۔

تمہارے جواب کا انتظار ہے۔ میں آخر جنوری تک بمبئی میں رہوں گا۔ تین چار دن میں اپنی ایک آنکھ کا آپریشن کرانا ہے۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہو گے۔

تمہارا

سردار جعفری

(۱۲)

بمبئی۔ ۲۰؍جنوری ۱۹۸۶ء

پیارے راج۔

تمہارا خط ملا۔ اس سے پہلے مخدوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا گیت مجھے مل گیا اور وہ یہ ہے ۔

گونجی بستی، بستی گونجی، گونجا کوہ ہمالا
جاگا اتر، پچھم جاگا، جاگ اٹھا بنگالہ
ہم ہیں ہند کے دونوں بازو، ہر بازو بل والا
دشمن پر یلغار کریں گے بن کے برچھی بھالا
ایک ہی ناؤ میں دونوں بیٹھے مسجد ہو یا شوالا
کشتی تیز چلانا ساتھی، دور نہیں ہے کنارا
پاکستان ہمارا، پاکستان ہمارا

مجاز کا لکھا ہوا ترانہ میں نے مجاز کی زبان سے بھی سنا تھا اور 'شب نامہ' میں بھی شائع ہوا تھا۔ مخدوم کے ترانے سے مختلف ہے۔ اس میں پاکستان ہمارا کے سوا کوئی مصرعہ مشترک نہیں ہے۔ اور پاکستان ہمارا اقبال کے ہندوستان ہمارا کے زیر اثر ہے۔ مجاز کا ترانہ یوں ہے

آزادی کی دھن پر کس نے آج ہمیں للکارا
خیبر کے گردوں پر چمکا ایک ہلال اک تارا
سبز ہلالی پرچم لے کر نکلا لشکر سارا
پربت کے سینے سے پھوٹا کیسا سرکش دھارا
سرمائے کا سوکھا جنگل اس میں سرخ شرارا
پاکستان ہمارا، پاکستان ہمارا، پاکستان ہمارا
سوانجیلوں پر بھاری ہے اک قرآن ہمارا
روک سکا ہے کوئی دشمن کب طوفان ہمارا
ہر شخص اک انسان یہاں ہے ہر انسان ہمارا
ہر ترک اپنا، ہر حُر اپنا، ہر افغان ہمارا
ہم سب پاکستان کے غازی پاکستان ہمارا
پاکستان ہمارا، پاکستان ہمارا، پاکستان ہمارا

مجھے کسی نے یہ بتایا ہے کہ یہ دونوں ترانے دونوں کی الگ الگ آواز میں بھی محفوظ ہیں۔
بمبئ ترقی پسند جشن کا کیا ہو رہا ہے۔ نئے لیٹر ہیڈ کہاں ہیں، ہندوستان کی مختلف زبانوں میں اور بیرونی ممالک میں کس کس کو دعوت نامے بھیجے جارہے ہیں یا بھیجے جائیں گے۔ پروگرام کیا ہے۔ نظریاتی اور تخلیقی مسائل کے مباحث کیا ہیں۔ کچھ تو پتہ چلے۔
امید ہے کہ تم بخیریت ہو گے۔

تمھارا
سردار جعفری

(۱۳)

۲۶ر اپریل ۱۹۸۶ء

پیارے راج۔
یہ مختصر سا خط صرف یہ بتانے کے لیے لکھ رہا ہوں کہ لکھنؤ کے جشن کے بعد سے اردو حلقوں میں بہت بد دلی پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے لکھنؤ میں رام لعل وغیرہ کو راضی کر لیا تھا کہ

زبان کے کمیشن کی تشکیل ہونے کے بعد اردو کے لیے فضا زیادہ سازگار ہوگی۔ لیکن 'حیات' میں جشن کی رپورٹ جس انداز سے شائع ہوئی ہے اس سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ کمیشن مقرر نہیں کیا جائے گا اور لکھنؤ یا یوپی میں ہندی اردو کی ایک کانفرنس ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ کمیشن کی تشکیل میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ جشن کے آخری اجلاس کا وعدہ بھی ہے اور ضروری بھی۔ اگر ہم نے صحیح مداخلت نہیں کی تو اردو کی فضا کے زیادہ مکدر ہونے کا امکان ہے۔

تمہارا

سردار جعفری

(۱۴)

۲۶ مئی ۱۹۸۶ء

پیارے راج۔

نظم حیدر آباد کے پتے پر بھیج دی تھی۔ ۲۰ مئی سے پہلے مل گئی ہوگی۔ تمہارے خط کا جواب اب لکھ رہا ہوں تاکہ جب تم جون کے پہلے ہفتے میں دہلی پہنچو تو یہ خط تمھیں مل جائے۔ تم نے لکھنؤ کے جشن کے بارے میں جو باتیں لکھی ہیں وہ اس کی تیاری کے دوران لکھنؤ اور دہلی سے مختلف احباب مجھے لکھ رہے تھے۔ ایک اور غلطی جو ہوئی ہے وہ یہ کہ جشن کو فیڈریشن کی چوتھی کانفرنس کا حصہ بنا دیا گیا۔ یہ فیڈریشن سمجھ سے باہر ہے۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کو ختم کر کے گیا میں فیڈریشن کی تشکیل کیوں کی گئی۔ اب اس کو تیسری اور چوتھی کانفرنس کہا جاتا ہے گویا ترقی پسند تحریک کی پرانی تنظیم سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہے اس کے علاوہ سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ فیڈریشن State Units پر مشتمل ہے۔ اس طرح اردو خود بخود خارج ہو جاتی ہے۔ کشمیر کے سوا اردو کسی اسٹیٹ کی زبان نہیں ہے اور کشمیر کے یونٹ کی رپورٹ میں فطری طور سے کشمیری زبان اور ادب پر زیادہ زور ہونا چاہیے۔ اردو کے بڑے ادیب اور شاعر اور اردو کا کاروبار دوسری ریاستوں میں ہے۔ یہ معاملہ اس وقت لکھنؤ میں پیش آیا جب مدھیہ پردیش کی رپورٹ پر اختر سعید خاں نے کہا کہ اس میں اردو کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ وہاں اس کے جواب میں یہ بات کہی گئی کہ تمام زبانوں کو مل کر کام کرنا چاہیے۔ ایک یونٹ میں یہ بات عملی طور سے ممکن نہیں ہے۔ بمبئی میں مراٹھی کے علاوہ گجراتی، بنگالی، تلگو، تامل وغیرہ کی فعال تنظیمیں ہیں۔ اردو ہندی بھی مراٹھی سے الگ ہیں۔ یہ سب زبانیں ایک یونٹ میں کیسے کام کر سکتی ہیں۔ اب اس غلطی کی تلافی اور تدارک کی صرف یہ صورت ہے کہ ہندوستان بھر میں ترقی پسند ادب کی تنظیمیں زبانوں کی بنیاد پر ہونی

چاہئیں نہ کہ اسٹیٹ یونٹ کی شکل میں۔ اس طرح فیڈریشن سے سب زبانوں کا الحاق ہو جائے گا۔ یہ بہت ضروری بات ہے اور یہی صحیح طریقہ کار ہے۔

تم نے ہندی والوں کے جس رویے کی شکایت کی ہے وہ بہت پرانا ہے۔ ہندی کے بڑے اور چھوٹے ادیب نے چاہے وہ راہل سنکرتیاگی ہوں، چاہے یش پال اور چاہے آج کے امرت رائے اور لکھنؤ کے جشن میں شریک ہونے والے، سب نے ہمیشہ اردو کی مخالفت کی ہے۔ ان کی اس ذہنی کیفیت کو سمجھنے کے لیے میں تمہیں مہاتما گاندھی کی ایک تحریر یاد دلانا چاہتا ہوں جو غالباً ۱۹۳۵ء کی ہے اور غالباً ۴ مئی کے "ہریجن" میں شائع ہوئی تھی:

The Hindi Sahitya Sammelan recently held at Indore passed some useful resolution. Among them was on giving a definiton of Hindi, others expressing the opinion that all the languages that had descended from or had been largely influenced by Sanskrit should be written in Devnagri Script. The authorised Script of the Sammelan still remains Devnagri. The propagation of Devnagri Script among Hindu's of Punjab as elswhere, will still continue. The resolution in no way detracts from the value of Devnagri Script.
(The Language Problem, edited by T. Hingarani, Karachi, 1942)

اس کا تقابل اگر ہم قدیم ایرانی شہنشاہ کسریٰ (Xerxes-485-86B.C) کی روشن خیالی اور فراخ دلی سے کریں تو دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ انجیل کے بیان کے مطابق اس کی سلطنت ہندوستان کی سرحد سے لے کر ایتھوپیا تک پھیلی ہوئی تھی جس میں ایک سو ستائیس (127) صوبے تھے۔ اس سلطنت کی زبان کے بارے میں یہ پالیسی تھی کہ بادشاہ کے خطوط اور فرمان ہر صوبے کے رسم خط اور وہاں کے لوگوں کی زبان میں ہوتے تھے تاکہ ہر شخص اپنے گھر میں اپنے آپ کو مالک محسوس کرے اور اپنے ہم وطنوں کی زبان میں بات کرے"۔ ان زبانوں میں ایک زبان پشتو بھی تھی۔

ہندوستان میں زبان کی پالیسی ناقص ہے اس لیے ہر بار زبان کا فیصلہ فرقہ وارانہ صورت اختیار کر لیتا ہے اور ہم اس کے خاموش تماشائی ہیں۔ ہم اس حقیقت کو تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن اس سے انکار ممکن نہیں ہے کہ اردو زبان آہستہ آہستہ مسلمانوں کی زبان کی شکل میں محدود ہوتی جا رہی ہے۔ اب اردو کے نام لیوا جو ہندو ادیب ہیں وہ یا کشمیری پنڈت ہیں یا پنجابی، جن کو ہندی ساہتیہ سمیلن نے ۱۹۳۵ء میں ٹیڑھی نظر سے دیکھا تھا۔ شمالی ہندوستان کے

باشندوں میں صرف چند کائستھ خاندان اردو کا دم بھرتے ہیں۔ کوئی برہمن کوئی ٹھاکر خاندان مشکل سے ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندی کے ادیب اردو کی مانگ کی مخالفت یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ اس سے ملک پھر تقسیم ہو جائے گا۔ دوسری طرف مسلم حلقوں میں بھی اسی قسم کا احساس پایا جاتا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں جو کتابچے کی شکل میں شائع ہوا ہے اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دیا ہے۔ ذرا یہ بھی دیکھو کہ ہندی کے رسائل اور اخبارات دیوالی اور دسہرہ نمبر نکالتے ہیں اور اردو کے رسائل اور اخبارات عید نمبر اور محرم نمبر۔ دھرم نیک کا روئے سخن عام طور سے ہندوؤں کی طرف ہے اور انقلاب اور اردو ٹائمز کا روئے سخن مسلمانوں کی طرف (پنجاب کے اردو اخبارات جیسے ملاپ کی صورت مختلف ہے۔ وہ ماضی قریب کی یادگار ہیں اور اس دور کی نمائندگی کرتے ہیں جس میں آریہ سماج اور پنجابی زبان اور گورمکھی رسم خط کی بحثیں اردو میں چلتی تھیں اور خود اردو کے خلاف بحث بھی اردو ہی میں ہوتی تھی)۔

اس کے علاوہ ہندی اور پنجابی، ہندی اور بنگالی، ہندی اور جنوبی ہندوستان کی زبانوں کا بھی مسئلہ ہے۔ اس لیے میں نے یہ تجویز کی تھی کہ نیشنل فیڈریشن کی طرف سے زبان کا ایک کمیشن مقرر کر دیا جائے جس میں ہر بڑی زبان کے دو، دو نمائندے ہوں اور یہ کمیشن اپنی رپورٹ چھ ماہ میں پیش کر دے جس پر نیشنل فیڈریشن غور کر کے کوئی معقول پالیسی اختیار کرے۔ یہ کمیشن ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے۔ یہ کمیشن اب تک مقرر ہو جانا چاہیے تھا۔ یہ ہندی کے حق میں بھی مفید ہوگا۔ لیکن میرے پاس راجیو سکسینہ کا خط یہ آیا ہے کہ فیڈریشن کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اس کی فراہمی کی کیا صورت ہوگی۔ مشورہ دیجیے۔ میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں۔ میں تو سمجھا تھا کہ جشن کے لیے جو چار پانچ لاکھ روپیہ جمع ہوا تھا اس میں سے تحریک چلانے کے لیے کچھ رقم بچالی گئی ہوگی۔ اب اگر رقم نہیں ہے تو فیڈریشن کی مجلس عاملہ کو پچاس ساٹھ ہزار روپے اس طرح جمع کرنے چاہئیں جس طرح کیفی نے جمع کیے ہیں۔ اس کے ساتھ ہر State Unit (اگر واقعی تنظیم اتنی اچھی ہے) اپنے اپنے نمائندوں کا سفر خرچ برداشت کرے۔ کچھ زبانوں کے نمائندے تو دہلی اور اطراف ہی سے جمع کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ہندی: ڈاکٹر نامور سنگھ، بھیشم ساہنی، رام بلاس شرما۔ اردو: ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، رام لال۔ پنجابی: کرتار سنگھ دوگل اور بلونت گارگی۔ گجراتی: پنڈت اوما شنکر جوشی اور ان کے مشورے سے کوئی بڑا ادیب۔ اس طرح کام ہو سکتا ہے۔

اب آخر میں انجمن ترقی پسند مصنفین (اردو) کی کانفرنس۔ یہ کانفرنس اکتوبر یا نومبر میں دہلی

میں منعقد ہونی چاہیے اور اس میں بیرونی وفود کو بھی مدعو کرنا چاہیے۔ اس کی صورت کانفرنس سے زیادہ جشن کی ہونی چاہیے۔ میں نے اور کیفی نے مشورہ کیا ہے اور میں نے قمر رئیس کو لکھا ہے کہ سکریٹری کی حیثیت سے مجلس عاملہ کا جلسہ جولائی کے مہینے میں طلب کرلیں اور اس میں کچھ اور ادیبوں کو بھی مشورے کے لیے مدعو کریں تمھاری شرکت بھی ضروری ہے۔ وہاں ہم کانفرنس اور جشن کا منصوبہ بنالیں گے اور فنڈ کی فراہمی کے بارے میں بھی فیصلہ کرلیں گے۔ میں نے حیدر آباد اور بھوپال اور بمبئی سے فنڈ کی فراہمی کے بارے میں کچھ سوچا ہے۔ اس فنڈ میں سے ہم کچھ فنڈ زبان کے کمیشن کے لیے بھی مخصوص کردیں گے۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہو گے۔

تمھارا

سردار جعفری

(۱۵)

بمبئی۔ ۹ر ستمبر ۱۹۸۹ء

پیارے راج۔

تمھارا ۱۰ر اگست کا خط مجھے سویت یونین سے واپسی پر ملا۔ میں ۱۰ر اگست کو دہلی اور وہاں سے ۱۴ر اگست کو سویت یونین چلا گیا تھا۔ یہاں بہت سے کام ادھورے پڑے ہوئے تھے۔ اب ذرا فرصت ملی ہے تو تمھارے خط کا جواب لکھ رہا ہوں۔ تم کہاں ہو۔ دہلی میں یا حیدر آباد میں۔ میں حیدر آباد کے پتے پر خط بھیج رہا ہوں تمھیں ہر صورت میں مل جائے گا۔

اردو کے سوال پر تمھارا مضمون میں نے پڑھ لیا تھا۔ تمھارے رویے کے بارے میں کسی کو کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ لیکن اصل مسئلہ ہندی کے ترقی پسند ادیب اور ہندی کے پارٹی ممبروں کا رویہ ہے۔ اکثر و بیشتر حضرات اردو کے خلاف ہیں اور جیسا تم جانتے ہو آج سے نہیں بلکہ راہل سنکرتیاگی کے وقت سے اب تک ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

لسانی کمیشن جو میری تجویز پر تشکیل دیا گیا ہے وہ بھی ڈھیلے ڈھالے انداز سے کام کر رہا ہے۔ دو تین مضامین کے علاوہ کمیشن کے کسی ممبر نے توجہ نہیں کی۔ میں نے راجیو سے دریافت کیا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس معاملے کو اگر کمیونسٹ پارٹی اور ترقی پسند ادیب نہ سلجھا سکے تو یہ فرقہ پرستوں کا ہتھیار بن جائے گا۔ اردو کو دبا دینا اور مٹا دینا ممکن نہیں ہے۔ بات سیدھی

ساوی ہے۔ زبان کا ایک علاقہ ہوتا ہے، علاقے کی ایک آبادی ہوتی ہے وہ آبادی اس علاقے کی قوم ہوتی ہے اور زبان اس قوم کی ہوتی ہے۔ اردو کی قوم اگر مسلمان ہے اور ہندی کی ہندو تو یہ مسئلہ قیامت تک نہیں سلجھے گا۔ دہلی میں ترقی پسند مصنفین (اردو) کے جشن طلائی میں جو اعلان نامہ منظور ہوا ہے اس میں واضح طور سے یہ لکھا ہے کہ تمام ہندی ریاستیں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیں۔ نیشنل فیڈریشن کے لسانی کمیشن کو بھی اس کی تصدیق کرنا ہے۔ اس لیے کمیشن کا جلسہ ضروری ہے۔ میں نے راجیو سکسینہ کو لکھا ہے کہ کمیشن کے ممبروں کے بارے میں مجھے ایک نوٹ بنا کر بھیج دیں اور جلسے کی تاریخ جلد مقرر کریں۔ میں اندر کمار گجرال کو کمیشن میں شامل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اندر راضی تھے۔ راجیو سکسینہ نے کہا کہ وہ اندر سے تبادلہ خیال کر کے مجھے لکھیں گے۔ مجھے اب تک کوئی خبر نہیں ملی۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا تبادلہ خیال ہوگا۔ گجرال کمیشن کی رپورٹ سامنے بھی ہے۔ نیشنل فیڈریشن اور انجمن ترقی پسند مصنفین کی تجویزیں سامنے ہیں۔ اصل کام ہے ان کی بنیاد پر عملی اقدام جو نیشنل فیڈریشن کو کرنا چاہیے اور اس کو کمیونسٹ پارٹی کی حمایت حاصل ہوگی کیوں کہ پارٹی کا رویہ بھی واضح ہے۔ اس معاملے میں تم آگے آکر کام کو پایۂ تکمیل کو پہنچانے کی کوشش کرو۔

میں سودا اور میر تقی میر سے لے کر اس وقت تک کے شعرا کے یہاں سے نظموں غزلوں کا انتخاب کر رہا ہوں۔ جو ہندوستان کی اس وقت کی فرقہ وارانہ صورت حال میں مفید ثابت ہوگا۔

تمہارا

سردار جعفری

(۱۶)

۳ر جنوری ۱۹۸۹ء

پیارے راج۔ نیا سال مبارک ہو۔

تمہارا خط ملا۔ ہاں میں ایک عرصے سے رائے پور نہیں گیا۔ ۲۷ر، ۲۸ر فروری کو وقت نکالنے کی کوشش کروں گا تاکہ مدھیہ پردیش کی پارٹی کانگریس کے وقت تہذیبی پروگرام میں شریک ہو سکوں۔ کامریڈ سدھیر مکرجی کو بھی خط لکھ رہا ہوں۔

میاں کیسے پچھتر سال اور پچھترویں سالگرہ جس کی خبر تمھیں قمر رئیس نے دی، یہ ہوائی کسی دشمن نے اُڑائی ہوگی۔ میں ہر روز اپنی پیدائش کا جشن مناتا ہوں۔ اس میں کوئی شریک ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں کہ یہ روح و دل کے ایسے گوشے میں منایا جاتا ہے جہاں میرے سوا کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔

چو یزداں از دو گیتی بے نیاز اند
دگر سرمایۂ اہلِ ہنر چیست

تمہارا
سردار جعفری

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ
مرکزی دفتر کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا،
اجے بھون، کوٹلہ مارگ،
نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

(۱۷)

بمبئی ۵/ نومبر ۱۹۸۹ء

تمہارا خط ملا۔ مجروح کے گیت میں کچھ مصرعے ایسے ہیں جو عام طور سے ہندوستان اور پاکستان کے قوال گرہ باندھ کر استعمال کرتے ہیں۔ ان کا شمار آوارہ گرد شعروں میں ہوتا ہے اور ان پر کسی کا حق نہیں ہے۔ چاؤش صاحب نے مقدمے کی دھمکی اور اخبارات میں بیانات دے کر سنسنی پیدا کر دی ہے۔ لیکن معاملہ ہم لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ خراب نہیں ہوگا۔ خوش اسلوبی سے فیصلہ ہو جائے گا۔

یہ خبر معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ 'حیات' اب آفسٹ کے ذریعے سے شائع ہوا کرے گا۔ میں 'حیات' کے خاص نمبر کے لیے دو باتصویر مضامین بھیج رہا ہوں۔ ایک قومی جنگ کے اجرا کی ابتدائی کہانی ہے اور دوسرا مضمون کنیڈا میں منعقد ہونے والی اردو کانفرنس پر ہے جس میں فیض نے اور میں نے شرکت کی ہے۔ حیات کے ادارے سے یہ کہنا کہ میری تصویریں حفاظت سے واپس کر دیں۔
امید ہے کہ تم خوش و خرم ہوگے۔

تمہارا
سردار جعفری

(۱۸)

۲۳/ فروری ۱۹۹۰ء
پیارے راج۔ خوش رہو۔
گجرال کمیٹی کی سفارشات کو عمل میں لانے کے لیے کیا کرنا ہے اور کیسے۔ میرے پاس گجرال

رپورٹ کی کاپی نہیں ہے دہلی خط لکھا ہے۔

مخدوم کے متعلق جو اطلاعات فراہم ہو رہی ہیں ان میں سے کچھ بے انتہا جذباتی ہیں کچھ مبالغہ آمیز۔ یہ مخدوم سے محبت اور عقیدت کا اظہار ہے۔ میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ:

ا۔ کیا جواہر لال نہرو کے زمانے میں مخدوم کو جیل کے اندر Torture کیا گیا تھا؟

۲۔ اگر یہ صحیح ہے تو کس جیل میں؟ اور Torture کی نوعیت کیا تھی؟

۳۔ کیا یہ صحیح ہے کہ مخدوم کو ۲۷ گھنٹے تک برف کی سل پر لٹایا گیا تھا؟

میں یہ خط دو پتوں پر لکھ رہا ہوں تاکہ جواب جلد مل جائے۔

میں اپنی آنکھ کے آپریشن کے لیے مارچ کے تیسرے ہفتے میں حیدر آباد جاؤں گا۔ یہ آپریشن Cornea کے لیے ہوگا۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہوگے۔

تمھارا

سردار جعفری

(۱۹)

۲۳ر مئی ۱۹۹۰ء

پیارے راج۔

تمھارے خطوط ملتے رہے اور میں جو کچھ ممکن تھا کرتا رہا لیکن نتیجہ وہی جو پورے ہندوستان کا حال ہے۔

تم نے جو خط معتمد تعلیمات Dravid کو لکھا تھا اس کی نقل ۱۱ر مئی کو پروفیسر جاوید خاں کو دے دی تھی۔ وہ تعلیمات کے سابق وزیر ہیں اور آج کل تعمیرات اور اوقاف سے متعلق ہیں۔ انھوں نے ضروری کارروائی کا وعدہ کیا تھا لیکن معتمد تعلیمات نے اُن کی ہدایات کو بھی نظر انداز کر دیا۔ نہ تمھیں کوئی جواب دیا نہ مجھ سے کوئی رابطہ قائم کیا۔ کل میں نے عبدالستار دلوی کو اور اردو اکیڈمی کے سرکاری افسر کو ان کے پاس بھیجا تو جواب ملا کہ سارے کاغذات جنرل ایڈمنسٹریشن کے سپرد کر دیے ہیں General Administrater کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دلوی اس محکمے میں گئے تو معلوم ہوا کہ سکریٹری غیر حاضر ہیں اور ٹیلی فون سے رابطہ قائم کریں گے۔ صبح دلوی سے بات ہوئی۔ اب تک رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔

میں نے جاوید خاں صاحب سے پھر بات کی۔ وہ تمھارے قیام کا انتظام سرکاری مہمان خانہ سہیادری میں کر رہے ہیں۔ مالا بار ہل پر میرے گھر کے قریب ہے۔ آج اس کی تصدیق کروں گا۔ میں چاہتا تھا کہ اردو اکیڈمی کے افسر کو جاوید صاحب کے پاس بھیج دوں۔ لیکن وہ کسی جنازے میں شرکت کے لیے گئے ہیں دوپہر بعد آئیں گے۔ (انا للہ......۔ بہر حال تمھارے قیام کا انتظام ہو جائے گا تم آجاؤ۔ تم حیدر آباد اکسپریس سے آرہے ہو۔ ۳۰ر کو چل کر ۳۱ر کی دوپہر کو بمبئی پہنچو گے۔ اس کی تصدیق تار یا ٹیلی فون سے کردو کسی کو اسٹیشن بھیجنے کی کوشش کروں گا۔ اس دوران میں ایجوکیشن سکریٹری کو پکڑنے کی بھی جدوجہد کروں گا۔ باقی باتیں تمھارے آنے پر ہوں گی یا ممکن ہے کہ ۲۹ر کو حیدر آباد میں ملاقات ہو۔ آنکھ کے علاج کے لیے ۲۸ر کو سفر کرنے کا خیال ہے۔ تم ٹیلی فون پر مجھ سے بات کرلو۔ بل دہلی سے ادا ہو جائے گا۔ پرسوں وہاں سے آیا ہوں۔ کھلر۔ نسے سے ملاقات ہوئی تھی۔

تمھارا

سردار جعفری

(۲۰)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۱۰ر جنوری ۱۹۹۱ء

پیارے راج۔ نیا سال مبارک ہو۔ ۱۹۹۰ء کی بھیانک تباہ کاریوں کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ میری شاعری کو مایوسی کا آہنگ دے دیا ۔ ان اشعار کا عنوان ہی "۱۹۹۰ء" ہے ؎

شاخِ گل، شاخِ تمنا ہے ثمر نا آشنا
موجِ طوفاں خیز ہے لیکن گہر نا آشنا

اے دلِ بیتاب بھیجیں کس طرح پیغامِ شوق
جب زبانِ یار سے ہے نامہ بر نا آشنا

یہ دیارِ حسن ایسا شہر نا پُرساں نہ تھا
کیوں نظر آتے ہیں سب دیوار و در نا آشنا

کتنی سرعت سے بدلتا ہے مزاجِ روزگار
آسماں سفاک اور شمس و قمر نا آشنا

اے خدائے صبح اے پروردگار آفتاب
کیوں شب تاریک آسان ہے سحر نا آشنا

ہندوستان میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اس کا کیا ذکر کروں لیکن سویت یونین کے حالات پر رونا آتا ہے۔ سویت یونین ایسا تو نہیں تھا۔ تم نے بھی دیکھا ہے۔ جس نے ہٹلر کی شیطانی فوجوں کو شکست دی، دنیا کو ایک نیا خواب عطا کیا اور امریکی شیطان کو لرزہ براندام رکھا آج دوسرے درجے کی طاقت بنا دیا گیا ہے۔ اب امریکی بدکاری کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ گورباچوف خاموش ہیں اور دشمن بے لگام ہیں۔ کیا دس برس پہلے یہ ممکن تھا جو عرب دنیا میں ہو رہا ہے؟ ہندوستان اپنا کردار ادا کرنے سے قاصر ہے۔ سب بے بس تماشائی ہیں۔ زمانہ ہمیشہ جام بدست اور جنازہ بردوش گزرا ہے لیکن اب جنازے کی پرچھائیں اتنی گہری ہے کہ جام اندھیرے میں ڈوب گیا ہے۔

اردو رپورٹ کے بارے میں جب دہلی جاؤں گا تو چندر شیکھر سے بات کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں ان بزرگ سے کبھی نہیں ملا ہوں۔ میں نے کامریڈ یوسف AITUC کے نام کا ایک ہزار کا چیک بھیج دیا ہے۔ مزید رقم کچھ دن بعد۔ میں حیدرآباد آؤں گا تو تم کو مخدوم کا اپی سوڈ دکھاؤں گا۔ اب ایک اور مل گیا ہے۔ اس کی شوٹنگ کرتا ہے۔ کہکشاں کا ٹیلی کاسٹ ۲۱ر فروری ۱۹۹۱ء سے شروع ہوگا۔ رات کو نو بجے پہلا حصہ "حسرت موہانی" پر ہے ضرور دیکھنا۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہوگے۔

تمہارا
سردار جعفری

(۲۱)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۲۱ر جون ۱۹۹۱ء

پیارے راج۔
تم نے جن صاحب کو خط کے ساتھ بھیجا تھا میں ان کی کوئی مدد نہ کر سکا۔ بمبئی میں کام حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔

میں ۲۷ر جون کی شام کو حیدر آباد آرہا ہوں۔ ۲۸ کو آنکھ کا معائنہ ہوگا۔ ویسے آنکھ ٹھیک ہے لیکن شاید سال بھر بعد اب ٹانکے کاٹے جائیں گے۔ میرا آپریشن ۶ر جولائی ۱۹۹۰ء کو ہوا تھا۔

۲۹ر ۳۰ر کو تمہاری اردو اکیڈمی زبان کے مسئلے پر کوئی اجتماع کر رہی ہے۔ بمبئی اکیڈمی کی طرف سے میں آرہا ہوں۔ تم بھی اس اجتماع میں شریک ہو گے۔ بہت سی باتیں کرنی ہیں۔

سویت یونین پوری طرح سرمایہ داری نظام کو اختیار کر رہا ہے۔ ان کی معاشی دستاویز ہارورڈ میں تیار ہو رہی ہے۔ پہلے بش صاحب کے معائنے میں جائیں گے اس کے بعد گورباچوف صاحب ملاحظہ فرمائیں گے اور اس دستاویز کو لے کر لندن کی کانفرنس میں شریک ہوں گے۔ IMF اور World Bank سے قرض مانگیں گے اور سویت یونین میں سرمایہ داری نظام قائم کرنے کا وعدہ کریں گے۔ اس وقت یلتسن امریکہ میں ہیں اور وہاں یہ یقین دہانی کر رہے ہیں کہ سویت یونین میں بیرونی سرمایہ کاروں کو منافع کمانے کی پوری آزادی ہوگی۔

کل رات ٹی وی پر وزیر اعظم کی تقریر کے بعد ایک نظم پیش کی گئی جو اقبال کے ترانہ ہندی کی مسخ شدہ شکل ہے۔ اقبال کے مصرعے تبدیل کر کے گجرات اور مہاراشٹر کے نام ڈالے گئے ہیں۔ تم نے بھی یہ پیش کش دیکھی ہوگی۔ میرا خیال یہ ہے کہ اب "سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا" کی جگہ یہ نیا اور بھدا ابھونڈا ترانہ رائج کیا جائے گا۔ یہ گستاخی وہ ٹیگور اور بھارتی کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ یہ صرف اقبال اور اردو کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ میں نے احتجاجی خط لکھا ہے۔ تم بھی وزیر اعظم کو خط لکھو کہ یہ حرکت فوراً بند کر دی جائے۔ سلطانہ سلام کہتی ہیں۔

تمہارا
سردار جعفری

(۴۲)

بمبئی ۲۴ر دسمبر ۱۹۹۲ء

پیارے راج۔
تمہارے خط کے ساتھ جشنِ مخدوم کے متعلق اشتہارات کے مطبوعہ فارم دسمبر کے پہلے ہفتے میں موصول ہوئے تھے۔ سوچا تھا کہ جنوری ۱۹۹۳ء میں کچھ کوشش کی جائے گی۔ دسمبر میں بے حد مصروف تھا اور اب بھی مصروف ہوں۔ لیکن اب جو قیامت گزر گئی ہے اس کے اثرات سے کب نجات ملے گی کہنا مشکل ہے۔ حالات بے حد پیچیدہ ہیں۔ ملک کا کیا حال ہوگا سوچا نہیں جا سکتا۔ اربابِ خباثت ہر طرح کی جنگ پر آمادہ ہیں۔ بدقسمتی سے ان کے عروج

میں کچھ ہماری غلطیاں بھی شامل ہیں۔ تاریخ کا عمل بہت ہی پر پیچ ہے۔ اس کی رفتار کے زیرو بم سے ناآشنا حیرت ناک نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو کبھی صرف دو تھے وہ سیاست کے ایک حقیر[۱۶] سے کونے میں پڑے ہوئے تھے ہماری مدد سے اَسّی پچاس ہوئے اور اب سوا سو سے زیادہ ہیں اور اس وقت ان کے اشتہار باز ماؤزے تنگ کے اکتسابات اقبالیات پیش کر رہے ہیں اور اپنے شرمناک کارنامے کو "انقلاب" کا نام دے رہے ہیں۔ ان کی تحریریں تمھاری نظر سے بھی گزرتی ہوں گی۔ اس وقت ذہانت اور فراست کی شدید ضرورت ہے۔ پارٹی کی صحیح قیادت کے سوا امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ لوگوں کے دلوں میں پارٹی کا احترام ہے اس کا دامن بے داغ ہے۔

اجودھیا کے واقعات اور بعد کے حالات و فسادات کا اثر فلم انڈسٹری پر بھی پڑا ہے۔ ایک بحرانی کیفیت ہے۔ پھر بھی امید ہے کہ مخدوم کے نام پر کچھ اشتہارات مل جائیں۔ خدا کرے نیا سال پُر امن رہے۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہوگے۔

تمھارا

سردار جعفری

بنام سید شہاب الدین دسنوی

۶؍ جنوری ۱۹۵۸ء

برادر محترم دسنوی صاحب۔ تسلیم۔

سجاد ظہیر دیوانِ غالب کے لیے فرہنگ تیار نہیں کر سکے اور اب انھوں نے معذرت کا خط لکھ دیا ہے۔ میں نے یہاں سرور اور دوسرے احباب سے مشورہ کیا۔ آخر میں بات پھر ڈاکٹر مسعود حسین کے پاس پہنچی۔ انھوں نے شعبۂ ہندی کے ڈاکٹر شرما کی مدد سے فرہنگ مرتب کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ لیکن وہ آخر مارچ سے پہلے فرہنگ مرتب کر کے ہمیں نہیں دے سکیں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم دیوانِ غالب فروری میں شائع نہیں کر سکتے۔ چوں کہ فرہنگ بعد میں اور الگ سے چھپے گی اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ دیوان چھپ جائے اور اس کی جلد بھی بندھ جائے۔ جب فرہنگ تیار ہو گی تو اس میں شامل کر دی جائے گی۔ یہ ایسی مجبوری ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

دوسرا سوال معاوضے کا ہے۔ ترجمے کا عام ریٹ تو دس روپیہ فی ہزار لفظ ہے۔ ساہتیہ اکیڈمی منظوم ترجمے کے لیے پچاس روپیہ فی ہزار لفظ دیتی ہے۔ اس ریٹ پر میں والٹ وہٹ مین کی نظموں کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ میں نے مسعود صاحب اور ڈاکٹر شرما کو سو روپیہ فی ہزار لفظ کا ریٹ پیش کیا۔ میرا خیال ہے کہ تین چار ہزار الفاظ کا ترجمہ کرنا پڑے گا جس میں تلمیحات بھی شامل ہوں گی۔ اس طرح معاوضے کی رقم تین چار سو روپے تک پہنچتی ہے۔ لیکن اس ریٹ پر وہ کام نہیں کرنا چاہتے۔ ڈاکٹر شرما نے ایک ہزار کی رقم کا مطالبہ کیا ہے اور اس میں انھیں ڈاکٹر مسعود حسین کی تائید حاصل ہے۔ کل رات کئی گھنٹے کی گفتگو کے بعد یہ طے ہوا کہ پانچ سو اور ایک ہزار کے درمیان کوئی رقم طے ہو جانی چاہیے اور اس کا فیصلہ ہمارے بک ٹرسٹ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب آپ مشورہ دیجیے کہ کیا کیا جائے۔ کام کی نوعیت کے اعتبار سے یہ رقم کچھ زیادہ نہیں ہے۔ لیکن ساہتیہ اکیڈمی، انجمن ترقی اردو اور دوسرے ناشرین کے جو ریٹ ہیں ان کے اعتبار سے بہت زیادہ ہے۔ ڈاکٹر شرما کام شروع کرنے سے پہلے باقاعدہ Contract کرنا چاہتے ہیں اور یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ کچھ رقم پیشگی دے دی جائے گی۔ ان مسائل کا فیصلہ آپ کے مشورے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ آپ کو یہ خط ۷؍ جنوری کو مل جائے گا اگر آپ فوراً جواب لکھ دیں تو مجھے ۱۸؍ ۱۹؍ تک آپ کی رائے معلوم ہو سکتی ہے۔ جواب ایکسپریس (Express) سے دیجیے گا تا کہ اتوار کے دن بھی خط مل جائے۔

دیوان کی طباعت تو آپ نے ابھی شروع نہ کی ہو گی۔ اس کے فائنل پروف میں خود دیکھوں گا۔ اس لیے آپ اشعار کمپوز کرا لیجیے لیکن چھپائی میری واپسی تک ملتوی رکھیے۔
آپ نے لالہ یودھراج سے ساڑھے تین ہزار کا چیک حاصل کر لیا ہو گا۔
جواب کا شدید انتظار ہے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲)

۲۳ر دسمبر ۱۹۵۹ء

برادر محترم۔ تسلیم۔ نیا سال مبارک ہو۔ کسی خوب صورت سے کارڈ پر عبارت نہیں لکھ سکتا تھا اس لیے اس سادہ کاغذ ہی پر نئے سال کی مبارک باد پیش کر رہا ہوں۔

آپ کا خط پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ پریس کے سارے کارکنوں کو میری طرف سے مبارک باد دیجیے گا کہ ان کی محنت کا اعتراف ہو۔ اب تو آپ راشٹر پتی کے ہاتھوں سے دیوانِ غالب کی طباعت کا انعام حاصل کر کے واپس آ گئے ہوں گے۔ خدا کرے دیوانِ میر کو بھی یہ کامیابی نصیب ہو۔ میرا خیال ہے کہ یہ انعام ہندوستان کی تمام زبانوں کی طباعت کے مقابلے میں ہے۔ اگر یہ صورت ہے تو آپ اور پریس اور زیادہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

میں اب تک مسٹر گولڈ اسٹریم کے خاندان کا پتا لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ برٹش میوزیم میں کوئی خاص چیز نہیں ملی۔ انڈیا آفس کی لائبریری میں خیال تھا کہ کچھ ہو گا لیکن وہاں کا اشاریہ (Index) بڑا ناقص ہے اور میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ ہندوستان کے حوالے کرنے سے پہلے کارکنوں کا رویہ اور بھی خراب ہو رہا ہے۔ ان کی دلچسپیاں کم ہو گئی ہیں۔ میں نے عظیم حسین صاحب کے ذریعے سے بھی گولڈ اسٹریم کے خاندان کا پتا لگانے کی کوشش کی لیکن اب تک کچھ نہ ہو سکا۔ آج عظیم صاحب سے بات ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے جانے کے بعد بھی وہ تلاش اور جستجو جاری رکھیں گے۔ میں ۳۰ر تک یہاں رہوں گا اور ۳۰ر کو ماسکو چلا جاؤں گا۔ وہاں سے جنوری کے پہلے ہفتے میں ہندوستان واپس ہونے کا ارادہ ہے۔
امید ہے کہ دیوانِ میر کی طباعت جاری ہو گی۔
آپ کا مزاج کیسا ہے۔ سلطانہ سلام کہتی ہیں۔

آپ کا
سردار جعفری

(۳)

۵؍اپریل ۱۹۷۷ء
برادر محترم جناب دسنوی صاحب۔ تسلیم

دہلی سے پرسوں واپس آیا تو آپ کا مطبوعہ خط ملا۔ بے ساختہ ایک مصرعہ یاد آیا:
نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی

یکایک محسوس ہوا کہ بمبئی کی زندگی میں سے کوئی چیز کم ہو گئی۔ شہر اور اس کے ہنگامے ویسے ہی رہیں گے لیکن آپ کی یاد آتی رہے گی۔ دیکھیے کب ملاقات ہوتی ہے۔
آپ نے اخبار میں پڑھا ہو گا کہ شنکر صاحب ہمارے نئے وزیر اعظم کے معتمد خاص ہو گئے ہیں۔ میں دہلی میں ان سے مل کر آیا تھا۔ خوش تھے۔ ہندوستانی بک ٹرسٹ اور اقبال کے صد سالہ جشن کے سلسلے میں کچھ تفصیلی باتیں ہوئی ہیں۔ فی الحال میں بک ٹرسٹ سے جدید نظموں کا انتخاب مکمل کر رہا ہوں جس کے سات سو سے زیادہ صفحات چھپ چکے ہیں۔ کوئی سو صفحات کی طباعت باقی ہے۔ یہ کام آخر مئی تک پورا ہو جائے گا۔

اس خط کے ساتھ تین چیک بھیج رہا ہوں۔ ان پر شنکر صاحب کے دستخط ہو گئے ہیں۔ آپ اپنے دستخط کر کے واپس کر دیجیے۔

میں اس مہینے کے آخر تک بمبئی میں قیام کروں گا۔ ۲۸؍اپریل کو دہلی اور پھر کشمیر جاؤں گا۔ فلم ڈویژن کی طرف سے اقبال پر جو فلم بن رہی ہے وہ میرے پاس ہے۔ اس کی شوٹنگ کے سلسلے میں یہ سفر ہو گا۔ پاکستان سے بھی شوٹنگ کی اجازت آگئی ہے۔ وہاں گرمیوں کے بعد جانے کا ارادہ ہے۔
آپ نے ''گفتگو'' کے لیے کسی خاص مضمون کے لکھنے کا وعدہ کیا تھا، عنوان یاد نہیں ہے اب آپ کو فرصت ہو گئی۔ میں آپ کے مقالے کا انتظار کروں گا۔
سلطانہ آج کل پاکستان گئی ہوئی ہیں۔ شاید تیسرے ہفتے تک واپس آئیں گی۔
تحریر فرمائیے کہ آپ کا وقت پٹنہ میں کیسا گزر رہا ہے۔ برسوں سے پٹنہ آنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ اب آپ کی موجودگی اس خیال کو عملی جامہ پہنا دے گی۔
امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۴)

۱۹ر اپریل ۷۷ء

برادر محترم رضوی صاحب۔ تسلیم۔

۵ر اپریل کو ایک خط آپ کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری ارسال کیا تھا۔ لفافے میں ہندوستانی بک ٹرسٹ کے تین چیک بھی آپ کے دستخطوں کے لیے ملفوف تھے۔ لیکن اب تک نہ تو چیک واپس آئے ہیں نہ آپ کا کوئی خط موصول ہوا ہے۔ معلوم نہیں وہ رجسٹری شدہ لفافہ آپ کو ملا یا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس عرصے میں آپ پٹنے سے کہیں باہر تشریف لے گئے ہوں۔ یقین ہے کہ آپ کی صحت ٹھیک ہوگی۔ جواب میں ایک سطر لکھیے تو اطمینان ہو۔

یہاں کے حالات بدستور ہیں۔ صرف آپ کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ جب آپ یہاں تھے تو روز ملاقات نہیں ہوتی تھی۔ لیکن یہ خیال اطمینان بخش تھا کہ آپ بمبئی میں ہیں۔ میں برسوں سے پٹنہ نہیں گیا ہوں۔ اب صرف اس لیے آنے کو جی چاہتا ہے کہ آپ سے ملاقات ہوگی۔

میں آج کل اقبال پر ڈاکومنٹری فلم بنانے میں مصروف ہوں۔ اس سلسلے میں ۲۹ر ۳۰ر اپریل تک پاکستان جانے کا بھی ارادہ ہے۔ تمام رسمی سرکاری کاروائیاں مکمل ہو گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ مئی کے شروع میں جانا پڑے۔

شنکر صاحب تو اب بہت بڑے عہدے پر پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے مبارک باد کا خط لکھا ہوگا۔

آج کل ہمارے گھر میں ماشاء اللہ بہت رونق ہے۔ میرے ایک بھتیجے حسنین مہدی کی شادی کی تیاریاں ہیں۔

میں نے اپنے گزشتہ خط میں درخواست کی تھی کہ اب آپ کے پاس وقت ہے۔ "گفتگو" کے لیے کچھ لکھیے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

جواب کا انتظار ہے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۵)

۱۳ر اکتوبر ۷۸ء

برادر محترم۔ تسلیم۔

ایک عرصے بعد آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ کچھ مصروف رہا کچھ بمبئی اور ہندوستان سے باہر رہا۔

ابھی تین دن پہلے کشمیر سے واپس آیا ہوں۔ واپسی پر شمیم کا خط ملا کہ پٹنے کے سیلاب میں ان کا گھر بہہ گیا اور ان کی والدہ پریشان ہیں۔ اس وقت شمیم پٹنے میں ہوں گے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ پٹنہ بھی سیلاب کی زد میں آگیا۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

ہندوستانی بک ٹرسٹ کی حالت بہت خستہ ہے۔ لالہ جی نے اپنے انتقال سے ڈیڑھ دو سال پہلے ہی مالی امداد بند کردی تھی۔ اب انتقال کے بعد تو سارے دروازے بند ہوگئے۔ میں نے ان کی زندگی میں بار بار کہا کہ اس میں لاکھ سے ٹرسٹ کی بنیادیں مضبوط کردیجیے لیکن وہ صرف ضرورت کا روپیہ دیتے رہے۔ اب صورت یہ ہے جس کا آپ کو علم ہے کہ ٹرسٹ کا کوئی دفتر نہیں ہے۔ میرے گھر کا پتا ڈاک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کتابوں کا اسٹاک میری بیٹی ذردانہ کے گھر پر رکھا ہے اور اس نے دو برآمدے اور ایک کمرہ گھیر رکھا ہے۔ وہاں کبوتروں نے گھونسلے بنالیے ہیں اور کیڑے بچوں کو کاٹتے ہیں۔ میری بیٹی اس کی وجہ سے پریشان ہے اور میں بھی پریشان ہوں۔ دو سال سے ٹرسٹ کی کوئی میٹنگ نہیں ہوئی ہے۔ ۱۹۷۵ء کے بعد سے حسابات آڈٹ نہیں ہوئے ہیں اور چیریٹی کمشنر کے دفتر میں رپورٹ نہیں گئی ہے۔ شمیم کو میں کسی نہ کسی طرح تنخواہ دیتا رہتا ہوں۔ ورنہ ان کا بمبئی میں زندہ رہنا مشکل ہے۔ میری بائیس ماہ کی تنخواہ باقی ہے۔ اس کے علاوہ ٹرسٹ پر اپنی جیب سے بارہ تیرہ ہزار روپے خرچ کرچکا ہوں۔ اب یہ ٹرسٹ صرف ایک بار ہے جو میرے سر پر رکھا ہوا ہے۔ سال بھر سے شنکر صاحب سے کہہ رہا ہوں کہ ٹرسٹ کو بند کردیجیے کیوں کہ اس کے زندہ رہنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ لیکن وہ اس پر آمادہ نہیں ہوتے۔ کہتے ہیں کہ لالہ جی کی یادگار ہے۔ میں نے ان کو یہ لکھا بھی کہ خود لالہ جی کی دلچسپی اس ٹرسٹ میں تفریح (Hobby) سے زیادہ نہیں تھی۔ اور اب آمدنی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ دو مہینے پہلے شنکر صاحب نے لکھا کہ آپ دہلی آئیں تو مجھ سے ملیں لیکن جب میں آخر ستمبر میں دہلی گیا تو شنکر صاحب سے ملاقات تو درکنار ٹیلی فون پر بھی گفتگو نہ ہوسکی۔ ہر بار سرکاری قسم کا جواب ملتا تھا۔ مصروف ہیں۔ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ باتھ روم میں ہیں۔ دوسرے ٹیلی فون پر بات کررہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں نے آخر میں ایک خط لکھ دیا اور بمبئی واپس آگیا۔ اس خط کا بھی کوئی جواب نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔ اب میں نے چھوٹو کو بلا کر حسابات مکمل کرنے کے لیے کہا ہے۔ اس کے بعد ٹرسٹ بند کرنے کے لیے ریزولیوشن تیار کرکے شنکر صاحب کے اور آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ کتابوں کے اسٹاک میں میرا بائی[۱۴] کی نظمیں اور "ہندوستان ہمارا" (اردو) کی کئی سو جلدیں ہیں۔ میری رائے ہے کہ وہ ہندوستان کے تعلیمی اداروں میں تقسیم کردی جائیں۔ اس سلسلے میں آپ بھی شنکر صاحب کو لکھیے اور

ٹرسٹ کا کچھ فیصلہ کیجیے۔ شنکر صاحب کا دہلی کا پتا درج کر رہا ہوں:
Mr. V. Shankar
1- Teen Murti Marg, New Delhi
آپ کے جواب کا انتظار ہے۔ اپنی خیریت سے مطلع فرمائیے۔

خاکسار سردار جعفری

(۶)

10-Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bombay-400036

۱۸ر نومبر ۱۹۷۸ء

برادر محترم۔ تسلیم۔

آپ کا عنایت نامہ ملا تھا۔ لیکن خط لکھنے میں تاخیر ہو گئی۔ کچھ لکھنے کی مصروفیت زیادہ تھی اور کچھ کشمیر اور میسور کا سفر۔ بمبئی میں آپ کی یاد اکثر آتی ہے۔ شہر کچھ شخصیتوں سے عبارت ہوتے ہیں ورنہ در و دیوار کے سوا کیا رکھا ہے۔ بمبئی کا شہر آپ کے احباب کے لیے آپ کی شخصیت کے بغیر کچھ کم کم لگتا ہے۔ کبھی موقع ہو تو بمبئی تشریف لائیے۔

میں انجمن کی کانفرنس کے وقت پٹنہ[۱۹] آنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن اب اس وقت بمبئی سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ۱۹۴۲ء کے بعد پٹنے کی طرف گزر نہیں ہوا۔ پہلی بار ۱۹۳۸ء میں کلکتہ سے لکھنؤ جاتے ہوئے پٹنہ اترا تھا اور جے پرکاش نرائن سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت وہ سوشلسٹ اور انقلابی تھے اور اقبال کی شاعری کے بڑے مدّاح تھے۔ اب ان کے دل میں شاید اردو کے لیے بھی جگہ نہیں ہے۔ ان سے بھی دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی۔ کبھی دور سے بھی نہیں دیکھا۔

معلوم نہیں شنکر صاحب نے آپ کے خط کا جواب دیا یا نہیں۔ میرے پاس ان کا کوئی خط نہیں آیا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ٹرسٹ کے بارے میں وہ کیا سوچ رہے ہیں۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ کرنے کی بات کرتے ہیں لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ میرے لیے سب سے زیادہ تکلیف کی بات یہ ہے کہ اسٹاک میری بیٹی کے گھر رکھا ہے۔ وہ اس کی وجہ سے پریشان ہے۔ بہر حال میں نے چھوٹو (اکاؤنٹنٹ) اور آڈیٹر سے کہا ہے کہ آج تک کے حسابات مکمل کرلیں۔ پھر وہ آپ کے اور شنکر صاحب کے دستخطوں کے بعد چیریٹی کمشنر کے پاس بھیج دیے جائیں۔

ہمارے اسٹاک میں صرف دو کتابیں ہیں۔ ایک میرا بائی کا انتخاب اور دوسرے "ہندوستان

ہمارا" اردو کی جلدیں۔ میرا بائی کی کتاب کی کوئی چار سو جلدیں ہیں۔ وہ سیٹھ سوہن لال خرید رہے ہیں۔ انھی سیٹھ نے لالہ جی کا کاروبار خریدا تھا۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ چار سو کتابیں نکل جائیں گی اور چھ ہزار روپیہ آ جائے گا۔ سیٹھ جی وہ کتابیں مختلف کتب خانوں کو تحفۃً دے دیں گے۔ سو کتابیں ریاست بہار کے کتب خانوں کو دی جائیں گی۔ اس سلسلے میں آپ اتنی زحمت کیجیے کہ حکومت بہار کے شعبۂ اطلاعات کے ذریعے سے سو کتاب خانوں کی فہرست اور پتے حاصل کر کے میرے پاس بھیج دیجیے۔ وہ میں سیٹھ جی کو دے دوں گا۔ پٹنے میں آپ کی موجودگی کی وجہ سے یہ کام جلد ہو جائے گا۔

آج کل اخباروں میں بہار کے ہنگاموں کی جو خبریں آ رہی ہیں ان کی وجہ سے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ شاید اردو کانفرنس منعقد نہ ہو سکے۔ خدا کرے ایسا نہ ہو اور دو چار دن میں ہنگامے فرو ہو جائیں اور کانفرنس منعقد ہو سکے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۷)

۱۹؍ مئی ۱۹۸۰ء

برادر محترم۔ تسلیم

ایک عرصے بعد خط لکھ رہا ہوں۔ میں گزشتہ تین ماہ سے بیمار تھا۔ کچھ پیشاب کی تکلیف تھی پھر Prostate کا آپریشن ہوا۔ اب خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہوں۔ صرف تھوڑی سی کمزوری باقی ہے۔ تھوڑا سا آرام کرتا ہوں تھوڑا سا کام۔ طاقت حاصل کرنے کے لیے کام بہت ضروری ہے۔

کل شام کو شنکر صاحب میرے گھر تشریف لائے تھے۔ بہت دیر باتیں ہوئیں۔ وہ ہندوستانی بک ٹرسٹ کو بند کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ اب اس کے لیے روپیہ حاصل کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ دیکھیے۔

میں اس خط کے ساتھ شمیم کے نام کا ایک چیک بھیج رہا ہوں۔ اس پر دستخط کر کے واپس کر دیجیے۔ کچھ کاغذات بھی ہیں جن پر آپ کے دستخطوں کی ضرورت ہے۔ شنکر صاحب کے دستخط موجود

ہیں۔ وہ ایک عرصے سے اس امید میں رکھے تھے کہ آپ شاید بمبئی کی طرف آئیں۔ اب ڈاک سے دستخط کر کے واپس کر دیجیے۔ آپ سے انشاء اللہ ۲۱ر جون کے آس پاس پٹنہ میں ملاقات ہوگی۔ ایک تنظیم نے مشاعرے کے لیے مدعو کیا ہے۔ تاریخ مجھ سے پوچھی تھی۔ میں نے ۲۱ر جون کی تاریخ دی ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۸)

۱۸ر جون ۱۹۸۰ء

برادر محترم وسنوی صاحب۔ تسلیم۔

آج شمیم کے نام کا چیک موصول ہو گیا۔ آپ کے دستخط دیکھ کر خوشی ہوئی۔ یہ ایک صحت مند ہاتھ کی تحریر ہے۔ انشاء اللہ آپ جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔ جس دن آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط موصول ہوگا اُس دن زیادہ خوشی ہوگی۔

اس خط کے ساتھ ایک کاغذ آپ کے دستخط کے لیے بھیج رہا ہوں جو کسی وجہ سے رہ گیا ہے۔ دستخط کر کے واپس کر دیجیے۔

آپ کے صاحبزادے امتیاز میاں ابھی شاید آپ کے پاس ہوں گے۔ انھوں نے پٹنہ میں کچھ دن قیام کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ ان سے کہیے کہ مجھے اپنا پتا لکھ کر بھیج دیں۔ وہ غالباً ابو ظہبی میں کام کرتے ہیں۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا اور پہلے سے بہتر۔

آپ کا
سردار جعفری

بنام مظہر امام

۱۰۔ سیتا محل، بمبئی۔ ۶۳

۱۹ر جنوری ۶۶ء

برادر گرامی۔ تسلیم

آپ کا ۱۵ر جنوری کا خط ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔

ہاں دلّی میں ملاقات نہ ہو سکی۔ صرف دیکھ لیا۔ میں مشاعرے سے جلدی چلا گیا تھا۔

آپ کی کتاب "زخم تمنا" پر میں ضرور لکھوں گا۔ اگر ممکن ہو تو اس کی ایک جلد اور بھیج دیجیے۔ آپ نے جو نسخہ مجھے مشاعرے میں دیا تھا وہ دلّی ہی میں رہ گیا۔

میں کتاب کے کھو جانے کا غم کبھی نہیں کرتا۔ چرانے والے عام طور سے خوش مذاق ہوتے ہیں اور کتاب کی گردش کا حلقہ بڑھ جاتا ہے۔

میں دو دن بعد پھر دلّی جا رہا ہوں۔ فروری کے پہلے ہفتے میں واپس آؤں گا۔ اس وقت تک "زخم تمنا" کی جلد بھی آ جائے گی اور میں اپنی رائے لکھ کر بھیج دوں گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۲)

۱۰۔ سیتا محل، بمبئی

۱۱ر اپریل ۶۶ء

برادرم۔ تسلیم۔

۵ر اپریل کا خط ملا۔ شکریہ۔

"زخم تمنا" کی نئی کاپی بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کا دیا ہوا تحفہ دہلی چھوڑ آیا تھا۔ اس بار یہاں ساتھ لے آیا ہوں۔

میں آپ کی کتاب پر ضرور کچھ لکھوں گا۔ لیکن آخر مئی سے پہلے ممکن نہیں ہے۔ ادھر بے انتہا معروف ہوں۔ سر اٹھانے کی مہلت نہیں مل رہی ہے۔ کتاب پڑھ لی ہے اور پھر پڑھوں گا۔ لکھنے کے لیے جس یکسوئی کی ضرورت ہے اس کے لیے تھوڑا سا وقت درکار ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۳)

۱۰۔ سیتا محل، بمبئی-۳۶

۱۴ر اگست ۶۸ء

برادرم۔ تسلیم۔

آپ کا پوسٹ کارڈ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ میری طبیعت اب بہتر ہے۔ اسپتال سے گھر آ گیا ہوں۔ کچھ پڑھ لیتا ہوں۔ چند سطریں لکھ لیتا ہوں۔ بس، باقی دوا اور آرام۔ ابھی پوری طرح آرام کرنے کے قابل نہیں ہوا ہوں۔ چند ہفتے اور — "گفتگو" کا دفتر فی الحال بند ہے کیوں کہ ہمارے منیجر قریشی صاحب کی اہلیہ بیمار ہیں وہ گھر گئے ہیں۔ دفتر کے لیے تو "گفتگو" کے پرچے بھجوادوں گا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۴)

بمبئی

۵ر اگست ۷۳ء

برادر عزیز۔ آداب۔

آپ کا ۲۲ر جولائی کا خط ملا۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کا دوسرا مجموعۂ کلام شائع ہو رہا ہے۔ اس کا نام غالباً "رشتہ گونگے سفر کا" ہے۔

آپ کی نظمیں کبھی کبھی نظر سے گزری ہیں۔ لیکن کتاب کے گردپوش پر شائع کرنے کے لیے اگر میں کچھ لکھوں تو صرف حافظے کے بھروسے پر لکھنا مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی چند پسندیدہ نظمیں بھیج دیں تو بہتر ہے۔ اس سے بھی زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ جب کتاب کے صفحات چھپ جائیں اور اس کی جزو بندی ہو رہی ہو تو اس وقت مطبوعہ اوراق بھیج دیجیے میں کتاب پر ایک نظر ڈال کر کچھ لکھ دوں گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۵)

بمبئی

۳ر اگست ۷۵ء

برادرِ عزیز۔ تسلیم۔

آپ کا ۲۹ر جولائی کا پوسٹ کارڈ ملا۔ "گفتگو" کو مارچ کے مہینے میں شائع ہو جانا چاہیے تھا لیکن بعض حالات اور انتظامات کی وجہ سے اس کی طباعت میں بہت تاخیر ہو گئی۔ اب پرچہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے اس ہفتے کے اندر آپ کو مل جائے گا۔ پوسٹ کیا جا رہا ہے۔

آپ کی کتاب پر اختر حسن صاحب نے تبصرہ لکھا جو "گفتگو" کی تازہ اشاعت میں شامل ہے۔ اختر حسن صاحب حیدر آباد کے پرانے صحافی اور ادیب ہیں جو قاضی عبدالغفار صاحب کے ساتھ کام کر چکے ہیں۔ ایک زمانے میں "پیام" کے اڈیٹر تھے۔ "اردو بلٹز" کے بھی اڈیٹر رہ چکے ہیں۔ میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے کسی بھی کتاب پر تبصرہ نہیں کر سکا ہوں۔ پھر بھی آپ کی کتاب پر تبصرہ خود کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن آپ کے خط کا ایک فقرہ میری راہ میں حائل تھا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک بات اور عرض کردوں۔ میرے کلام کو خالص ترقی پسندانہ نقطۂ نظر سے دیکھنے کی کوشش نہ فرمائیں"۔ اختر حسن صاحب نے بھی جو تبصرہ کیا ہے اس میں آپ کی شاعرانہ صلاحیتوں کا پورا اعتراف ہے لیکن آپ کے جدیدیت والے نقطۂ نگاہ سے اختلاف ہے۔ آپ کے تازہ خط میں یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ "میں اپنے آپ کو 'ترقی پسند جدید' یا 'جدید ترقی پسند' سمجھتا ہوں...... زندگی کو خوب صورت دیکھنے کی آرزو میری شاعری کا

محور ہے"۔ میں آپ کی نئی تخلیقات کا انتظار کروں گا۔ ہم ترقی پسند شاعری کو جہاں تک لے گئے ہیں آپ اس سے آگے لے جائیں یہ ہماری تمنا ہے۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "میرے نزدیک ترقی پسندی چند مخصوص سکّہ بند موضوعات میں محصور ہونے کا نام نہیں"۔ مجھے آپ کے اس رویّے سے بالکل اختلاف نہیں۔ لیکن اگر اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ ترقی پسند شعرا چند مخصوص سکّہ بند موضوعات میں محصور ہیں تو مجھے شدید اختلاف ہے۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ مجاز، فیضؔ، مخدوم، جاں نثار اختر، کیفی اعظمی کی شاعری سکّہ بند تصورات میں محصور ہے؟ ذرا فرصت ملے تو میں اس پر ذرا تفصیل سے بات کروں گا۔ اور ان سکّہ بند تصورات کی فہرست پیش کروں گا جو ہر جدیدیت کے حامی شاعر کے یہاں دوہرائے جا رہے ہیں اور بُری اور کمزور شاعری کی شکل میں دوہرائے جا رہے ہیں۔
میں آپ کی شاعری کا معترف ہوں، نظریے کا نہیں۔

"گفتگو" کے زیرِ ترتیب شمارے کے لیے اپنی تخلیقات ارسال کیجیے۔ خالی صفحات انتظار کر رہے ہیں۔

آپ کا
سردار جعفری

(۶)

علی سردار جعفری

۱۶ر مئی ۹۵ء

برادرم مظہر امام۔

آپ کا خط ملا۔ شکایت درست ہے۔ لیکن دہلی کے قیام کے دوران مصروفیت زیادہ ہونے کی وجہ سے تمام احباب کو فرداً فرداً خبر نہیں دے پاتا ہوں اور آپ کا ٹیلی فون نمبر بھی میرے پاس نہیں تھا۔ اب نوٹ کر لیا ہے۔ آئندہ دہلی آؤں گا تو ضرور اطلاع دوں گا۔

آپ کی نظموں کا انتخاب "بند ہوتا ہوا بازار" مجھے نہیں ملا ہے۔ رفیعہ شبنم میرے گھر سے دور رہتی ہیں۔ ویسے کالج قریب ہے۔ لیکن کالج آنے جانے میں اتنا وقت صرف ہو جاتا ہے کہ پھر کہیں اور جانا مشکل ہے۔ آپ کتاب بھیج سکیں تو نوازش ہوگی۔ "آجکل" کا "جوش نمبر"

میری نظر سے نہیں گزرا۔ آپ کا مقالہ "جوش جادو جلال کا شاعر" یقیناً اچھا ہو گا۔ کبھی "آجکل" کا پرچہ آیا ہو گا۔ لیکن جگہ کی تنگی کی وجہ سے رسالے سنبھال کے نہیں رکھ سکتا۔ کتب خانوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ کتابیں بھی باختیار بانٹتا رہتا ہوں۔ اس کے بعد بھی اتنی جمع ہو جاتی ہیں کہ انھیں میز کے نیچے اور پلنگ کے نیچے جگہ ملتی ہے۔ گھر کی آبادی بھی ماشاءاللہ اچھی خاصی ہے۔ تین کمروں کے گھر میں اس وقت گیارہ افراد جمع ہیں۔ جب میرا بیٹا، بہو اور ان کے بچے حیدر آباد چلے جائیں گے اس کے بعد بھی آبادی چھ سات پر مشتمل رہے گی۔ خدا برکت دے۔ میں بہت سے عزیزوں کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہوں۔ زیادہ احباب کی بھی عادت ہے لیکن اب تنہا رہ گیا ہوں۔ عشق کے سارے بیمار چلے گئے کیفی اور مجروح دونوں عمر میں بہت چھوٹے ہیں اور درمیان میں محبت کے ساتھ احترام کی دیوار حائل ہے۔ ان سے اس طرح ملاقات نہیں ہو پاتی جس طرح کرشن چندر اور احمد عباس کے ساتھ ہوتی تھی۔ ایک وقت تھا جب جوش سے لے کر ساحر تک بیں پچیس کا قبیلہ تھا اور کیسا قبیلہ جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ کچھ حاشیوں پر رہنے والے جنھیں قریب آنے کی اجازت تھی اس عہد کے مؤرخ بن گئے ہیں۔ انھیں اندر کی کچھ خبر نہیں۔ "لکھنؤ کی پانچ راتیں" آپ کی نظر سے گزری ہو گی۔ میری نئی کتاب "یارانِ میکدہ" ہے۔ آپ کی کتاب "اکثر یاد آتے ہیں" پڑھی تھی اچھی لگی۔ بعض مقامات حافظے کی کرشمہ سازی کا شکار ہو گئے ہیں۔ لیکن اس سے کتاب کی اہمیت میں فرق نہیں آئے گا۔ آپ نے حیدر آباد کی "ترقی پسند مصنفین کانفرنس ۱۹۴۵ء" کے متعلق پوچھا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے پرویز شاہدی اس کانفرنس میں شریک نہیں تھے۔ لیکن کسی اور موقع پر ہم نے ساتھ ساتھ مشاعرہ پڑھا تھا۔ اس کی تاریخ یاد نہیں۔

ایک کام ہے شاید آپ اس میں مدد کر سکیں۔ مجھے اختر حسین رائے پوری کے اس مضمون کی تلاش ہے جو ترقی پسند مصنفین کی پہلی کانفرنس ۱۹۳۶ء سے دو سال پہلے لکھا گیا تھا۔ اس میں اقبال کا ذکر ہے اور ترقی پسند سے متعلق دوسرے اہم ارشادات ہیں۔ وہ ان کے مضامین کے کس مجموعے میں ہے؟ اختر حسین رائے پوری، احمد علی، حیات اللہ انصاری ترقی پسند تحریک کے پیش رو ادیبوں میں ہیں۔ اقبال کے انتقال سے غالباً دو سال پہلے جب اختر حسین رائے پوری علامہ سے پانی پت میں ملے تھے جہاں حالی کا جشن منایا جا رہا تھا تو کسی نے اقبال سے کہا کہ یہ حضرت آپ کے خلاف لکھ چکے ہیں۔ اس کا جواب اقبال نے مسکرا کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ نوجوانوں کو اپنی طرح سوچنا چاہیے۔ اس کے برعکس جب ۳۸ء میں ملک راج آنند کے ساتھ ٹیگور سے ملا تھا تو گرو دیو اپنے نوجوان ناقدوں سے بہت برہم تھے۔ اس کا ذکر "یارانِ

میکدہ" میں ہے۔ انگریزی میں ٹیگور پر میرا مضمون کئی سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں بھی ذکر ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

پس نوشت: اردو میں کتابوں کی تقسیم اور فروخت کا جو حال ہے آپ اس سے واقف ہوں گے۔ ایک علاقے کی کتاب دوسرے علاقے میں دستیاب نہیں ہوتی۔ میں اپنی آوارہ گردی کے دوران بہت سی نئی کتابوں سے تعارف حاصل کرتا ہوں۔ ان میں بعض ساہتیہ اکادمی اور گیان پیٹھ ایوارڈ کی مستحق ہیں۔ لیکن اردو کی بدقسمتی اور اردو والوں کی بے حسی۔ آپ کی نظموں کا مجموعہ بھی بمبئی کے کسی کتاب فروش کے پاس نہیں ہے۔

سردار

بنام زاہدہ زیدی

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۱۴ر جون ۱۹۷۱ء

پیاری زاہدہ۔

مدت ہوئی کہ آشتیِ چشم و گوش ہے۔ ایک عرصے سے تمھاری کوئی خبر نہیں ملی۔ گزشتہ مارچ میں خیال تھا کہ تم سے دہلی میں ملاقات ہوگی۔ لیکن تم نے ارادہ ملتوی کر دیا اور تمھارا خط دہلی سے ہوتا ہوا اور نہ جانے کن مقامات کی سیر کرتا ہوا ہفتوں بعد بمبئی میں ملا۔

یہ خط لکھ تو رہا ہوں لیکن یہ نہیں معلوم کہ تم کہاں ہو۔ آج کل یونی ورسٹی میں تو گرمیوں کی چھٹیاں ہوں گی۔ اگر تم کہیں باہر نہیں گئی ہو تو یہ خط تمھیں علی گڑھ میں مل جانا چاہیے۔

ایک خبر یہ ہے کہ ہمارے چھوٹے صاحبزادے علی حکمت صاحب جنھیں ہم چتم کہتے ہیں علی گڑھ میں داخلہ لینے آنے والے ہیں۔ میں نے دریافت کیا ہے کہ داخلے کی آخری تاریخ کیا ہے اور یونی ورسٹی کب کھلے گی۔ ممکن ہے کہ ان کے ساتھ میں بھی آؤں اور تم سے اور دوسرے احباب سے ملاقات ہو جائے۔

اگر تمھیں علم ہو تو لکھنا کہ داخلے کی آخری تاریخیں کیا ہیں اور یونی ورسٹی کب کھل رہی ہے۔ چتم تمھارے شاگرد ہوں گے کیوں کہ انگریزی میں آنرس کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آج کل انھیں گھر پر اردو پڑھائی جا رہی ہے۔

تم نے نئی نظموں کی خوش خبری دی تھی وہ کہاں ہیں۔ ہمیں بھی تو ان کی لذت میں شریک کرو۔ لذتِ تخلیق تمھاری اور انھیں سمجھنے کے لیے تخلیقِ نو کی لذت میری۔

میں ادھر کچھ نہیں لکھ رہا ہوں۔ پڑھنے کا سلسلہ بھی کچھ یوں ہی سا ہے۔ طبیعت ہر چیز سے اچاٹ تھی۔ اب راہ پر آ رہی ہے اور پڑھنے لکھنے کو جی چاہنے لگا ہے۔ لیکن کچھ دنوں کے لیے بمبئی سے باہر جانا چاہتا ہوں۔ چتم کے بہانے نکلوں گا تو علی گڑھ آ جاؤں گا۔ وہاں سے دلی اور پھر بمبئی۔

امید ہے کہ تم اچھی طرح ہوگی اور خوب شعر کہہ رہی ہوگی۔

تمھارا

سردار جعفری

(۲)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۱۴ر فروری ۱۹۷۳ء

پیاری زاہدہ۔
تمہارا خط ملا۔ نظمیں بھی ملیں۔ میں بھوپال سے ۹ر فروری کو واپس آیا۔ ۱۰ر کو تمہارا لفافہ ملا۔ ۱۱ر کو بہت مصروف تھا۔ آج جواب لکھ رہا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ تمہارا کوئی خط مجھ پر قرض ہے اور اگر ہو بھی تو میر کا شعر پڑھ لو اور ہر قرض ادا ہو جائے گا۔

روز ملنے پہ نہیں نسبتِ عشقی موقوف
عمر بھر ایک ملاقات چلی جاتی ہے

میں تمہاری نظم کا انتخاب زہرِ حیات سے کروں گا۔ بند کمرہ اور جنگل دونوں اچھی نظمیں ہیں لیکن میں "بازیچہ اطفال ہے" کی طرف کچھ زیادہ مائل ہوں۔ دو چار دن میں فیصلہ کر لوں گا۔

ہاں علی گڑھ میں ملاقات بڑی مختصر رہی۔ اس کی تلافی مارچ میں ہو سکتی ہے۔ میں پہلے ہفتے میں دہلی پہنچوں گا۔ تم بھی آجاؤ اور کچھ دن دہلی رہو۔ مشاعرہ ۱۱ر مارچ کو ہے۔ اب بہت تاخیر ہو گئی ہے پھر بھی میں نے کل دہلی خط لکھ دیا ہے اور تمہارا علی گڑھ کا پتہ دے دیا ہے۔ مشاعرے کا دعوت نامہ آجائے تو بہت اچھی بات ہے ورنہ تم مجھ سے ملنے تو دہلی آسکتی ہو۔
امید ہے کہ تم اچھی طرح ہو گی۔
جواب کا انتظار رہے گا۔

تمہارا
سردار جعفری

(۳)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۲۳ر فروری ۱۹۷۳ء

پیاری زاہدہ۔
لو تم میرے ایک خط کی مقروض ہو گئیں۔ میں نے تمہارے خط کا جواب دہلی کے پتے پر دیا

تھا۔ لیکن تم نے ابھی تک جواب نہیں لکھا۔ یا لکھا ہوگا تو راستے میں ہوگا۔ اب شاید تم علی گڑھ واپس جا چکی ہو۔ شاید ۱۸، ۱۹ر فروری تک دہلی میں قیام کا ارادہ تھا۔
اب تم سے دہلی میں ملاقات ہوگی۔ ساحنی صاحب کا خط آیا ہے۔ انھوں نے تم کو ۱۱ر ۱۲ر مارچ کو شنکر شاد میموریل مشاعرے میں مدعو کیا ہے۔ میں اگر ذرا پہلے آیا تو ممکن ہے کہ علی گڑھ بھی آؤں۔ طاہر چچا سے کچھ ضروری کام ہے۔ میرا دہلی کا ٹیلی فون نمبر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور ۲۲ر ہے یعنی ۲۲-۸۶۷۳۔

کل ساجدہ زیدی کا ٹیلی فون آیا تھا۔ وہ تین چار دن کے لیے بمبئی آئی ہوئی ہیں۔ کل شام کو میرے گھر آرہی ہیں۔

امید ہے کہ تم اچھی طرح ہوگی۔

تمھارا
سردار جعفری

(۴)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۵ر ستمبر ۱۹۷۲ء

پیاری زاہدہ۔

توقع کے خلاف اس بار تم سے علی گڑھ میں ملاقات ہوگئی لیکن اتنی مختصر رہی کہ تشنگی کا احساس شدید تر ہو گیا۔ خیال تھا کہ ۳۰ر اگست تک دہلی پھر جاؤں گا لیکن جواہر لال نہرو پر میرا مسودہ آخری منزلوں میں ہے اور اس کے بغیر دہلی کا سفر بے معنی ہے۔ اب امید ہے کہ دو دن میں مسودہ مکمل ہو جائے گا۔ اسے لے کر ۸ر ستمبر کو دہلی جا رہا ہوں۔ وہاں دو ہفتے قیام رہے گا لیکن درمیان میں تین دن کے لیے کشمیر بھی جانا ہے۔ غالباً ۱۳ر ۱۴ر ۱۵ر ستمبر۔ تم یہ تو ۱۳ر سے پہلے علی گڑھ آسکتا ہوں یا ۱۶ر کے بعد۔ چاہتا ہوں کہ ایسے وقت آؤں جب تم بھی علی گڑھ میں موجود ہو تا کہ اس بار کی مختصر سی ملاقات کی تلافی ہو سکے۔ اگر تم ۸ر اور ۱۲ ستمبر کے درمیان دہلی آنے والی ہو تو مجھ سے ضرور ملنا۔ ٹیلی فون ۸۹۲۲۷ ہے۔ پتہ:
P-7, Hauz Khas Enclave,
New Delhi-110016

اپنا علی گڑھ کا پروگرام بھی لکھنا۔ یا تم ۱۲ر ستمبر سے پہلے ملو یا تمھارا خط ملے۔ بہر حال ملاقات یا نیم ملاقات ہونی چاہیے۔

تم نے رئیس کے گھر جو دو نظمیں سنائی تھیں وہ بہت پسند آئی تھیں۔ کچھ اور کہا ہے۔

امید ہے کہ تم اچھی طرح ہو گی۔

تمھارا

سردار جعفری

(۵)

بمبئی۔ ۱۱ر جون ۱۹۸۹ء

زاہدہ۔ تمھارا خط ملا۔ سنگِ جاں کے مطبوعہ صفحات کا انتظار ہے۔ تمھارے پہلے مجموعے بھی میرے پاس ہیں۔ ان تینوں پر گردپوش کے لیے لکھنا دریا کو کوزے میں بند کرنے کے برابر ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ صرف ایک دیباچہ شامل کرو جو تمھاری مکمل شاعری پر محیط ہو۔ گردپوش پر دو تین لوگوں کا اظہار خیال کافی ہے۔ میں آج دہلی دو دن کے لیے جا رہا ہوں۔ تم سے ملاقات ممکن نہیں۔

تمھاری شاعری بہت اچھی ہے لیکن اس کو وہ شہرت نہیں ملی جو تم سے کم تر درجے کے شعرا کو ملی۔ وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں اردو معاشرہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ اردو کے چند جزیرے ہیں۔ پاکستان میں اس وقت ایک اردو معاشرہ ہے۔ کتنے دن رہے گا، کہنا مشکل ہے۔ یہ خانہ بدوش شاعری دکن سے دہلی، دہلی سے لکھنؤ، لکھنؤ سے لاہور کا سفر کرتی رہی ہے۔ اب یہ صدا "کام شاعر کا" خلیجی ممالک اور کنیڈا میں سنائی دے رہی ہے۔ انگلستان میں ایک پُر فریب چاندنی ہے۔ وہ مہاجر ماہتاب سے روشن ہے۔ آفتاب غائب ہے۔

ملو گی تو باتیں ہوں گی۔

سردار جعفری

(۶)

۲۲ر جنوری ۱۹۹۳ء

پیاری زاہدہ۔ خوش رہو اور نیا سال مبارک ہو۔

تمھارا ۱۷ر جنوری کا خط کل شام کو ملا۔ میں نے اردو اکیڈمی کی صدارت اور رکنیت سے اس لیے علاحدگی اختیار کر لی کہ دل ذرا زیادہ نازک مزاج ہو گیا ہے اور جسم اسی اعتبار سے آرام طلب۔ عناصر میں اعتدال باقی نہیں ہے اس لیے اکیڈمی کے فرائض سے پوری طرح

عہدہ بر آ نہیں ہو سکتا تھا۔ اب تو حالت یہ ہے کہ اوقات میں تبدیلی ہو جائے یا غذا میں کوئی کمی یا تبدیلی ہو جائے تو طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اپنے بہت سے ادبی کام پڑے ہوئے ہیں۔ جتنا پورا کر سکوں، کرنا چاہتا ہوں۔ اب زیادہ وقت پڑھنے لکھنے میں صرف ہو رہا ہے۔ تمھاری کتاب چیخوف کے ڈرامے کے بارے میں میں نے ہارون رشید سے کہہ دیا تھا اور انھوں نے وعدہ بھی کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ تاخیر کچھ دفتری کارروائی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ میں ہارون رشید سے پھر بات کروں گا۔ کوئی وجہ نہیں کہ اتنی اچھی کتاب نہ خریدی جائے۔ اگر مالی گنجائش ہو تو دوسری کتابیں بھی لینی چاہئیں۔ اس سال لاتور کے زلزلے کی وجہ سے بجٹ کم ہو گیا ہے۔

تمھاری کتاب "رموزِ فکر و فن" میں نے پڑھ لی تھی۔ تمھارا تنقیدی شعور بہت نکھرا ہوا ہے۔ جو تمام مضامین میں ظاہر ہوا ہے۔ تمھیں تعریف کا خط نہ لکھا سکا۔ اس لیے کہ سست رفتار اور کوتاہ قلم ہو گیا ہوں۔ اور بہت سارے کام ہیں جنھیں سمیٹ نہیں پا رہا ہوں۔

تمھاری کتاب "دوسرا کمرہ" کو اگر اس سال ساہتیہ اکیڈمی انعام نہیں ملا تو بددل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ فائنل سلکشن میں آٹھ کتابیں تھیں جن میں سے صرف ایک کو انعام مل سکتا تھا۔ ہر صورت میں سات ادیبوں کی شکایتیں جیوری کے حصے میں آئیں گی۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اس سال کا انعام رام لعل کو مل گیا۔ تمھاری کتاب ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی ہے ابھی آئندہ تین سال تک انتخاب میں آسکتی ہے۔ اور یہ بات بھی باعثِ تسکین ہونی چاہیے کہ بہت سے نہایت اہم اور بڑے ادیب اس انعام سے محروم رہے اور اب وہ زندہ نہیں ہیں مثلاً کرشن چندر اور عصمت چغتائی۔ خود میری کتاب "ایک خواب اور" فائنل سلکشن تک پہنچ کر رد ہو گئی۔ میں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ میں تو اس میں یقین رکھتا ہوں کہ "خود بخود پہنچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس"۔

میں وسط فروری میں دو تین دن کے لیے علی گڑھ آؤں گا بشرطیکہ سردی کا زور کم ہو گیا ہو۔ ۱۱ر فروری کو نمائش کا مشاعرہ ہے۔ میں نے ابھی تک فیصلہ نہیں کیا ہے۔ جولائی میں یونی ورسٹی کے کاسوں کا جو منصوبہ بنایا تھا اس پر بھی کام کرنا چاہتا ہوں۔
امید ہے کہ تم بخیریت ہو گی۔

تمھارا
سردار جعفری

(۷)

۱۹ر اگست ۱۹۸۹ء

پیاری زاہدہ۔ خوش رہو۔

میں خاصا پریشان اور مصروف ہوں اس لیے تمہارے یکم اگست کے خط کا جواب آج لکھ رہا ہوں۔ تمہاری کتاب ڈاک سے مل گئی ہے۔ اشتیاق محمد خاں بھی کتاب لے کر آئے تھے۔ دو نسخے میں نے ان کو دے دیا بہت خوش ہوئے۔

تمہاری کتاب پر جلد سے جلد لکھنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن میری کیفیت یہ ہے کہ بائیں آنکھ کی پتلی Cornea خراب ہو گئی ہے جو تبدیل کی جائے گی۔ لیکن آپریشن کے لیے وقت نہیں نکال پارہا ہوں اور روپے کا بھی انتظام کرنا ہے۔ حیدر آباد میں آپریشن کرانے کا ارادہ ہے۔ دل کی کیفیت کی وجہ سے صبح سے لے کر دو بجے تک کام کرتا ہوں۔ اس کے بعد بیکار ہو جاتا ہوں۔ تھوڑا سا کام شام کو کرتا ہوں۔ اس میں سے تھوڑا سا وقت ان احباب کو نذر کرنا پڑتا ہے جو ملنے آجاتے ہیں۔ بہت سے لوگ مسودے اور کتابیں لے کر آجاتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ ان کو پڑھو اور ان پر لکھو۔ ان میں یاد دہانی کے دس بارہ ٹیلی فون آتے ہیں۔ ان میں وقت خراب ہوتا ہے۔ میں اردو شاعروں پر ٹیلی ویژن کے لیے جو سیریل بنا رہا ہوں اس کے تیرہ (۱۳) عدد Episode لکھنے میں مصروف ہوں۔ آنکھ کی تکلیف کی وجہ سے زیادہ لکھنا ممکن نہیں ہے۔ ۱۲ر ستمبر سے شوٹنگ شروع ہو رہی ہے۔ اس کا بھی انتظام کرتا ہوں اور ڈائرکٹر، کیمرہ مین، آرٹ ڈائرکٹر وغیرہ سے تبادلہ خیال بھی جاری رہتا ہے۔ آنکھ میں پانچ چھ بار دوا ڈالتا ہوں اور دل کی دوا کھاتا رہتا ہوں۔

اس وقت تمہاری کتاب کے علاوہ سب سے زیادہ ضروری کام ایک ایسی کتاب پر دیباچہ لکھنا ہے جو ایک شاعر دوست ظفر گورکھپوری نے لکھی ہے۔ اپنے مرحوم بیٹے کی یاد میں جو جوانی میں داغ مفارقت دے گیا۔ انکار کے لیے دل کہاں سے لاؤں۔ دوسرا اہم مضمون کیفی اعظمی پر لکھنا ہے۔ ان کا جشن ابو ظہبی میں منایا جا رہا ہے اور ایک یادگار کتاب مرتب کی جا رہی ہے۔

ساہتیہ اکیڈمی کے لیے مجاز پر ایک کتابچہ لکھنا ہے جس میں دو سال کی تاخیر ہو چکی ہے۔

اس صورت میں میرا اپنا ادبی کام پس پشت پڑ گیا ہے۔ رات کے دس بجے سوتا ہوں۔ دو بجے رات کو اٹھ جاتا ہوں۔ پانچ بجے تک جاگتا ہوں اور پھر دو گھنٹے کے لیے نیند آجاتی ہے۔ رات

کے یہ تین گھنٹے بڑے قیمتی ہیں۔ انہیں میں کچھ اپنا کام کر لیتا ہوں۔ لیکن شعر کی دیوی روٹھی ہوئی ہے۔

آنکھ کے آپریشن سے پہلے بہت سے کاموں سے فارغ ہونا چاہتا ہوں۔ اکتوبر میں حیدر آباد جاکر آپریشن کرانا چاہتا ہوں تاکہ نومبر دسمبر میں زیادہ کام کر سکوں۔

تمہارا

سردار جعفری

(۸)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۱۸ر اگست ۱۹۹۷ء

پیاری زاہدہ۔ خوش رہو۔

تمہارا تعزیت نامہ ملا۔ شکریہ۔ ربابہ مرحومہ کا انتقال ۲۹ر جولائی کو رات کے گیارہ بجے ہوا۔ ۳۰ر کو دفن کیا۔ وہ ان کی پیدائش کا دن تھا۔ اس وقت عمر ۷۹ سال کی تھی۔ وہ سال بھر سے بیمار تھیں۔ دو بار اسپتال میں داخل کی گئیں۔ آخری بار ۳ دن رہ کر گھر آئیں۔ آرتھرائیٹس کی وجہ سے ہڈیوں کا درد تو قابو میں آگیا تھا لیکن دماغ کی رگیں بیکار ہو گئی تھیں۔ وہ ۴۳ سال میرے ساتھ رہ کر رخصت ہوئی ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان بہن بھائی کے رشتے کے علاوہ ایک ادبی رفاقت تھی۔ وہ میرے لیے صدمہ اور ستارہ کے لیے بے انتہا تنہائی چھوڑ گئی ہیں۔ دونوں بہنیں ایک دوسرے کی ساتھی تھیں۔ ستارہ کی تنہائی کو نہ میں دور کر سکتا ہوں نہ سلطانہ۔ ستارہ آج کل چہلم کی تیاری میں مصروف ہوں۔

تمہارا بھیجا ہوا مضمون 'نئی دنیا کو سلام' پر ربابہ مرحومہ کی بیماری کے زمانے میں ملا تھا۔ میں اپنی پریشانیوں میں جواب نہ لکھ سکا۔ اب اس کو دہلی میں اسٹیج کرنے کے متعلق سوچیں گے لیکن سب سے پہلے باہمی مشورے سے بجٹ تیار کرنا ضروری ہے تاکہ روپیہ کا انتظام کیا جا سکے۔ آرٹسٹ بھی ایسے تلاش کرنا ہیں جو شعر پڑھ سکیں۔ شبانہ نے اس لیے نہیں کہا کہ وہ وقت نہیں نکال سکے گی۔ جاوید کی مصروفیات کا بھی وہی عالم ہے۔ بہر حال کوئی نہ کوئی ملے گا۔ بمبئی میں طلبہ کا بہت اچھا گروپ ہے اور وہ زیادہ تر اردو اور فارسی کے طالب علم ہیں۔ اسٹیج پر بھی کام کرتے رہتے ہیں۔

مضمون کے ساتھ والے خط کے بعد تمھارا کوئی اور خط نہیں ملا۔ اب نئے خط سے ساجدہ کی بیماری کا حال معلوم ہوا۔ میں ایک خط ان کے نام لکھ رہا ہوں۔ ان کو دے دینا۔ اور میری طرف سے مزاج پرسی کر دینا۔ امید ہے کہ تم بخیریت ہو گی۔

تمھارا

سردار جعفری

(۹)

۳۰ر اکتوبر ۱۹۸۹ء

پیاری زاہدہ۔

سنگ جاں کے گرد پوش کا شکریہ۔ تمھاری نظموں کی طرح خوب صورت اور فکر انگیز ہے۔ ہر بار تمھارا خط پڑھ کر شرمندہ ہوتا ہوں۔ اب تک تمھاری شاعری پر کچھ بھی نہیں لکھا اور اب جب لکھنا چاہتا ہوں تو جسمانی تکالیف اور مکروہات دنیا نے گھیر رکھا ہے۔ میرے حالات سن کر خشونت سنگھ نے پوچھا تھا "تم کو نیند کیسے آتی ہے"۔ میری آنکھ کا حال تمھیں سرجن کی رپورٹ سے معلوم ہو جائے گا جو وسط نومبر میں میرا آپریشن کرے گا۔ اس کے علاوہ جو تکلیفیں ہیں وہ عمر کا حصہ ہیں جن کو رقصاں اور غزل خواں ساتھ لے کر آخر دن تک چلنا چاہیے۔ لیکن اس چلنے کے لیے کچھ سامانِ زندگی ضروری ہے۔ میرے پاس کوئی بینک بیلنس کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔ روز ہر عالم میں زندہ رہنے کی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ حالاں کہ یہ عمر کی وہ منزل ہے جب مجھے اطمینان اور سکون کے ساتھ بیٹھ کر لکھنے پڑھنے میں وقت صرف کرنا چاہیے تھا۔ بہت جی چاہتا ہے کہ اپنی کتابوں اور دوستوں کے ساتھ زندگی کے دن خوشگوار بنانے کی کوشش کامیاب ہو لیکن سارا وقت مکروہات دنیا میں گزرتا ہے۔ آٹھ دس آدمیوں کا گھر ہے۔ سلطانہ کام سے سبکدوش ہو چکی ہیں۔ پھر بھی میرے ساتھ اس جدوجہد میں شریک ہیں۔ میں ۷۶ سال کا ہوں، وہ ۷۲ سال کی۔ اس تضیع اوقات کی وجہ سے کوئی علمی ادبی کام نہیں کر سکتا۔ فراغت بہت بڑی دولت ہے۔ وہ نصیب نہیں ہے۔ اب اس کا حاصل کرنے کا یہ طریقہ سوچا جا رہا ہے کہ جس گھر میں رہ رہے ہیں اسے فروخت کر کے کوئی چھوٹا سا گھر لیں اور باقی رقم بینک میں جمع کر دیں۔ لیکن اس راہ میں بھی بہت سی مشکلات حائل ہیں۔ اختر الایمان نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ میں اب تک کامیاب نہیں ہو سکا۔

وحید اختر اور آل احمد سرور نے بہت خوب لکھا ہے۔ لیکن یہ تحریریں ضائع نہ ہو جائیں کہیں

اور شائع کرا دو۔ میں لکھوں گا اور ضرور لکھوں گا لیکن کب اس کا جواب آنکھ کے آپریشن کے بعد ملے گا۔

میں کیفی پر کوئی فلم نہیں بنا رہا ہوں۔ وہ بمبئی میں کم رہے، کچھ دہلی اور اعظم گڑھ میں زیادہ۔

تم دہلی کے پتے پر خط لکھ دو۔

C/o Communist Party of India
Ajay Bhavan, Kotla Marg,
New Delhi-110002

راہی معصوم کا پتہ ہے:

Band Stand- Bandra
Bombay-110050 (Tel : 6427207)

امید ہے کہ تم بخیریت ہو گی۔

تمہارا
سردار جعفری

(۱۰)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۱۹ر جنوری ۱۹۹۹ء

پیاری زاہدہ۔ عید مبارک۔

تمہارا خط ملا۔ میں نے تمہارے لیے اپنی نظموں کے انگریزی ترجمے کی کتاب کا ایک نسخہ اٹھا رکھا تھا۔ خیال تھا کہ علی گڑھ کی طرف آؤں گا تو خود تمہارے ہاتھ میں یہ تحفے دے دوں گا۔ لیکن مصروفیات نے ادھر آنے کی اجازت نہیں دی۔ اس لیے کتاب رجسٹری کے ذریعے بھیج رہا ہوں۔ طباعت میں چند چھوٹی چھوٹی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ ویسے کتاب اچھی چھپی ہے۔ ترجمے کی بھی تعریف ہو رہی ہے۔ اخبارات میں تبصرے اچھے آرہے ہیں۔ تم مضمون لکھو گی تو کسی اچھے اخبار میں شائع کرا دیا جائے گا۔ اردو کے مضمون کی ایک نقل بھیج دو۔

علی گڑھ آنے کی جلد کوشش کروں گا۔

تمہارا
سردار جعفری

پس نوشت: میں بہت عرصے سے سوچ رہا ہوں اور وقت نہیں نکال پا رہا ہوں کہ تمہاری اور ساجدہ کی نظم و نثر کا بھرپور اعتراف کیا جائے جس کے لیے دہلی یا بمبئی

زیادہ مناسب مقامات ہیں۔ مئی تک کچھ فرصت مل سکے گی۔ تم دونوں سے بات کروں گا۔

سردار

(۱۱)

۲۲-۱۰-۱۹۹۹

پیاری زاہدہ۔ خوش رہو۔

تم نے بہت اچھا مضمون لکھا ہے۔ شکریہ۔ تم نے ادل سہگل کو لکھا ہے کہ اگر مضمون انگریزی میں شائع کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ترجمہ تم خود کروگی۔ یہ بہتر ہے اس لیے تمھارے مشورے کے مطابق تمھارا مضمون تمھارے پاس جا رہا ہے۔ تم ترجمہ کر کے میرے یا اٹل -سہگل کے پاس بھیج دینا۔ ان کی کشمیری بیوی جو جموں کے ایک ڈوگرا خاندان سے ہے، اس وقت سب سے اچھی ابھرتی ہوئی اداکارہ ہے۔ میری نظموں کا ایک البم جو گزشتہ سال "سرحد" کے نام سے تیار کیا گیا تھا بہت مقبول ہوا ہے۔ سیما سہگل اردو سمجھتی ہے اور ایک ایک لفظ کو اس کی معنوی اور جذباتی کیفیت کے ساتھ ادا کیا ہے۔ وہ خود کمپوز کرتی ہے اور خود گاتی ہے۔ پڑھی لکھی خاتون ہے۔ اس وقت وہ میرا ایک اور کیسٹ تیار کر رہی ہے۔ وہ کتاب جس میں تمھارا مضمون شائع ہوگا اس میں کچھ ریکارڈ بھی شامل ہوں گے۔ اتفاق سے تم نے خاص طور سے جن نظموں کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند سیما کے انتخاب میں شامل ہیں۔ اس کتاب کی رونمائی دہلی میں ہوگی اور اس تقریب میں شرکت کے لیے تم کو بھی مدعو کیا جائے گا۔ میں تین ماہ سے بیمار تھا۔ ڈھائی مہینے گھر پر قید رہا ہوں۔ اب سفر کی اجازت ملی ہے۔ آج شام کو دو تین دن کے لیے دہلی جا رہا ہوں۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہوگی۔ تمھارا اور ساجدہ کا جو کام مجھے کرنا ہے اس کے لیے تمھارے دونوں کے بائیوڈاٹا Bio-Data کی ضرورت ہے، بھیج دو۔

تمھارا

سردار جعفری

پس نوشت: مجھے سعید المظفر چغتائی کا پتہ درکار ہے۔ پرانا پتہ جو میرے پاس ہے اس پر خط بھیجا تھا واپس آگیا۔ "سرحد" کا البم ادل سہگل تمھارے لیے بھیجیں گے۔ اس وقت میرے پاس اس کی کوئی کاپی نہیں ہے۔

Ali Sardar Jafri
10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

پیاری زاہدہ۔ خوش رہو۔

کتاب اور مضمون کا شکریہ۔ تمھاری کتاب پڑھنے سے پہلے میں نے تمھارا دیباچہ پڑھ لیا تھا۔ اس میں تم نے ہر استعارے کے چہرے سے نقاب اتار دی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شعر پڑھنے کا لطف کم ہو گیا۔ ہر استعارہ برہنہ ہو جاتا تھا۔ حیرت اور استعجاب کی لذت کم ہو گئی۔ غالب اور اقبال جیسے عالم اور فلسفی شعرا کے کلام کی تشریح لطف میں اضافہ کر دیتی ہے۔ استعارے کی لذت اس بات میں ہے کہ قاری خود اس کے حسن معنی کو دریافت کرے۔ میری پیکر تراشی پر تمھارا مضمون اچھا ہے۔ تمھارے پاس میری ساری کتابیں نہیں ہیں۔

سردار جعفری

میں ایک عرصے سے علی گڑھ کی طرف نہیں آیا ہوں۔ مارچ کے مہینے میں دہلی کی طرف آ رہا ہوں۔ کوشش کروں گا۔

فردوس گم شدہ پڑھنے میں زیادہ لطف آیا۔ یہ سویت کے زوال کا مرثیہ ہے۔

سردار

بنام سید محمد عقیل رضوی

۲۵/مارچ ۱۹۶۷ء

برادرم۔ تسلیم

گفتگو، کا پہلا شمارہ ارسال کیا جارہا ہے۔ امید ہے پسند آئے گا۔ دوسرے شمارے کے لیے اگر آپ کوئی مقالہ عنایت فرمائیں تو بڑی مسرت ہوگی۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۲)

۱۹/اپریل ۱۹۶۷ء

برادرم۔ تسلیم۔ دہلی سے واپسی پر آپ کا خط ملا۔ شکریہ۔

"گفتگو" کی جن خامیوں کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے اُن کا مجھے احساس ہے۔ کچھ مجبوریاں تھیں۔ آئندہ احتیاط کی کوشش کر رہا ہوں۔

فراق صاحب کچھ ایسے ناخوش نہیں ہیں۔ مجھے علی گڑھ میں ملے تھے۔ ظ۔ انصاری کا مضمون بحیثیت مجموعی اچھا ہے۔ عام طور سے پسند بھی کیا گیا ہے۔ راہی کا مضمون کمزور ہے اور یہ ان کی اپنی شخصیت کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔

امرناتھ جھا اور فراق کے متعلق ظ۔ انصاری نے جو لکھا ہے اس کی صحت کی طرف سے مشکوک ہونے کی کوئی وجہ نہیں تھی لیکن اب آپ کا خط آنے کے بعد میں نے انصاری صاحب سے استفسار کیا تو انھوں نے کہا کہ فراق صاحب ہی نے کبھی ترنگ میں ان سے ایسی بات کہی تھی۔ انھیں افسوس ہے کہ ان کے قلم سے ایک غلط بات نکل گئی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے خط کا اقتباس شائع کردوں یا اس کے حوالے سے ایک نوٹ لکھ دوں۔

میرا ایک کام کردیجیے۔ میں نے احتشام صاحب کو خط لکھا تھا لیکن وہ کسی وجہ سے جواب نہ

دے سکے۔ آپ کے یہاں گزشتہ مارچ میں ایک سیمینار ہوا تھا اس کی ایک مختصر سی روداد "گفتگو" کے لیے چاہیے اور احتشام صاحب کا مقالہ بھی درکار ہے۔ میں علی گڑھ کے سیمینار کی رپورٹ اور بعض مضامین بھی شائع کر رہا ہوں۔ اگر احتشام صاحب کا مضمون نہ آیا تو کمی رہ جائے گی۔ آپ ان سے مضمون حاصل کر لیجیے اور روداد خود لکھ دیجیے۔ اگر وہ مضمون "شب خون" کو دے دیا گیا ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے۔

آپ اپنی چیز کب تک بھیج سکیں گے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۳)

۱۱ر مارچ ۱۹۶۸ء

برادرم۔ تسلیم

آج آپ کا ۱۵ر مارچ کا خط ملا۔ اس خبر سے خوشی ہوئی کہ آپ "گفتگو" کے لیے "علامت نگاری" پر اپنا مقالہ بھیج رہے ہیں، میں منتظر ہوں۔

"شب رنگ" کے اجرا کا مجھے علم ہے۔ شاید پہلا شمارہ آیا بھی تھا۔ لیکن اس کے بعد سے کوئی پرچہ نہیں ملا۔ نہ میرے نام نہ 'گفتگو' کے نام۔ اگر ممکن ہو تو پرچہ بھیج دیجیے۔ خاص طور سے وہ پرچہ جس کے اداریے پر آپ نے اظہار خیال کی دعوت دی ہے۔

"گفتگو" "شب رنگ" کے نام تو نہیں جاتا ہے۔ اب چوتھے شمارے سے بھیج دیا جائے گا لیکن آپ کا نام ہماری اعزازی فہرست میں ہے۔ میں نے دفتر میں دریافت کیا، پرچہ بھیجا گیا ہے کسی وجہ سے نہیں ملا۔ آج ایک اور کاپی روانہ کر دی جائے گی۔ رسید سے مطلع کیجیے گا۔

میں نے احتشام صاحب کو دو خط لکھے لیکن ایک کا بھی جواب نہیں ملا۔ ذرا یاد دلا دیجیے گا۔

شاید وہ بہت مصروف ہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

۱۴ر جنوری ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

آج آپ کو خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ "اندازِ گفتگو" کا تازہ شمارہ آ گیا۔ پہلے اس کو پڑھا پھر آپ کو خط لکھنے بیٹھا ہوں۔ آپ کا یہ چھوٹا سا پرچہ بہت مفید ہے۔ میں اس کو خرید کر پڑھنا چاہتا ہوں اس لیے بذریعہ منی آرڈر پانچ روپے روانہ کر رہا ہوں۔

"گفتگو" کا تازہ شمارہ آہستہ آہستہ پوسٹ ہو رہا ہے۔ یا تو مل چکا ہوگا یا جلد مل جائے گا۔ "گفتگو" کا نیا شمارہ ترقی پسند ادب نمبر ہوگا۔ اس کی ضخامت آٹھ نو سو صفحات ہوگی اور کوشش ہے کہ اپریل اور جون ۱۹۷۹ء کے درمیان شائع ہو جائے۔ خیال یہ ہے کہ اس میں گزشتہ چالیس سال کے ترقی پسند ادب کا ایک اچھا انتخاب شامل کیا جائے اور ڈیڑھ دو سو صفحات میں آج کی نئی تخلیقات شائع کی جائیں۔ ظاہر ہے کہ انتخاب اور ترتیب کا کام میں تنہا نہیں کر سکتا۔ اس لیے ایک مجلس ادارت بنائی ہے جس میں ڈاکٹر قمر رئیس اور ڈاکٹر عتیق اللہ کے ساتھ آپ کو بھی، آپ کی اجازت کے بغیر شریک کر لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس نیک کام کے لیے آپ ضرور تیار ہوں گے۔ اس مقصد کے لیے ڈاکٹر قمر رئیس نے بھی آپ کو خط لکھا ہوگا۔ میں اس خصوصی نمبر کا ایک خاکہ تیار کر رہا ہوں۔ جب تک آپ کا جواب آئے وہ مکمل ہو جائے گا۔ میں اس کی ایک نقل آپ کے پاس بھیجوں گا۔ اس میں ترمیم اور اضافے آپ حضرات کی مدد سے کر کے جلد سے جلد مرتب کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

میں چاہتا ہوں کہ ترقی پسند افسانے کا انتخاب آپ کریں۔ پریم چند، علی عباس حسینی، کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، حیات اللہ انصاری، احمد ندیم قاسمی، خواجہ احمد عباس اور قرۃ العین حیدر کے دو دو افسانے منتخب کیے جائیں اور باقی افسانہ نگاروں کا ایک ایک نمائندہ افسانہ۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے دو افسانے خود منتخب کر دیے ہیں (۱) ہاؤسنگ سوسائٹی (۲) یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے۔ باقی لکھنے والوں کا انتخاب آپ کیجیے۔ آپ سے بہتر یہ کام اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ ایک آٹھ دس صفحات کا مضمون بھی تحریر کیجیے۔ اس کا عنوان "افسانے کا سفر" اچھا رہے گا۔ یا اس سے کوئی بہتر نام جو آپ تجویز فرمائیں۔

اس کام کے علاوہ باقی الجواب میں آپ کے مشوروں کی شدید ضرورت ہوگی۔

اس نمبر میں ترقی پسند تحریک کی تمام دستاویزیں بھی یکجا کردی جائیں گی مثلاً ۱۹۳۶ء کا اعلان نامہ، پریم چند کا خطبۂ صدارت، ٹیگور اور نہرو کے خطبات، ٹیگور اور مولوی عبدالحق کے خطوط وغیرہ۔

امید ہے کہ آپ ترقی پسند نمبر کی تجویز کو پسند کریں گے اور اس کام میں میری اعانت فرمائیں گے۔

نیا سال مبارک ہو۔

جواب کا انتظار ہے۔

یہ نمبر آفسیٹ پر طبع کیا جائے گا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۵)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۲۷ر جنوری ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

آپ دہلی تشریف لے آئے ہوں گے۔ میں ۳۱ر جنوری کی شام کو دہلی پہنچ رہا ہوں اور ۴ر فروری تک قیام کروں گا۔ میں نے قمر رئیس کو لکھا ہے کہ "گفتگو" کے ترقی پسند ادب نمبر کی مجلس ادارت کی میٹنگ ۲ر فروری کو شام کے چار بجے دوگل صاحب کے گھر پر ہو جائے تو بہتر ہے۔ میں وہیں قیام کروں گا۔ دو تین گھنٹے صرف کر کے ہم اس خاص نمبر کا مکمل خاکہ تیار کر لیں گے۔ افسانے کا انتخاب کرنے کا آپ نے وعدہ فرمالیا ہے۔ ظاہر ہے کہ افسانے کے سفر پر مضمون بھی آپ ہی لکھیں گے۔ باقی کام آپ حضرات کے مشورے سے تقسیم کرلیں گے۔

دوگل صاحب کا پتا:

P-7 Hauz Khas Enclave ہے۔ یہ جگہ نہرو یونی ورسٹی سے قریب ہے IIT کے گیٹ کے سامنے ہے لیکن ذرا اندر جاکر۔ آپ مجھے کسی وقت ٹیلی فون کرلیں تو عنایت ہوگی۔

نمبر 668497/665218 ہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۶)

۲۷ر مارچ ۱۹۷۹ء

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

برادرم۔ تسلیم

جنوری کے بعد سے آپ کا کوئی خط نہیں آیا۔ آخر جنوری میں دہلی گیا تھا لیکن اس وقت تک آپ الہ آباد سے تشریف نہیں لائے تھے۔ پرسوں میں شنکر شاد مشاعرے کے لیے دہلی گیا تھا۔ اس بار بھی آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ یقین ہے کہ ترقی پسند ادب نمبر کے لیے آپ نے افسانوں کا انتخاب کر لیا ہو گا۔ اگر آپ دہلی میں نقلیں تیار کرائیں تو انتظام کر لیجیے۔ نقل نویسوں کا معاوضہ میں آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ بصورتِ دیگر بمبئی میں نقل نویسی کا کام ہو سکتا ہے۔ میں نے اپریل میں نمبر کی اشاعت کا اعلان کیا تھا۔ اب اگست تک نکل سکتا ہے۔ بشرطیکہ کتابت کا کام ابھی شروع کرا دیا جائے۔ افسانوں کی فہرست میرے پاس بھیج دیجیے اور یہ لکھیے کہ نقل نویسی کا کام آپ دہلی میں کرائیں گے یا میں اس کا انتظام بمبئی میں کروں۔

میں نے جن افسانوں کی نقل کرائی ہے وہ یہ ہیں: (۱) گیندا (عصمت)، (۲) ننھی کی نانی (عصمت)، (۳) لاجونتی (بیدی)، (۴) ان داتا (کرشن)، (۵) کالو بھنگی (کرشن)، (۶) ہاؤسنگ سوسائٹی (قرۃ العین حیدر)۔ منٹو کا ٹوبہ ٹیک سنگھ میرے انتخاب میں شامل ہے۔ ایک اور افسانہ آپ تجویز کیجیے۔ عینی چاہتی ہیں کہ ان کا دوسرا افسانہ "یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے" ہونا چاہیے۔ آپ اپنا مشورہ دیجیے۔ انتخاب پر آپ کا نام جائے گا۔ یہ بھی تحریر کیجیے کہ ترقی پسند افسانے پر مقالہ کس سے لکھوایا جائے۔ اگر آپ خود تحریر کریں تو بہتر ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا۔

آپ کے جواب کا انتظار ہے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۷)

۳ر اپریل ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

آج ڈاکٹر قمر رئیس کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ بیس دن پہلے دہلی سے الہ آباد واپس چلے

گئے۔ آپ نے شروع جنوری میں اطلاع دی تھی کہ آخر جنوری تک آپ دہلی چلے جائیں گے اور دو تین مہینے جواہر لعل نہرو یونی ورسٹی میں وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے کام کریں گے۔ میں ۲۹ر جنوری کو دہلی گیا تھا۔ آپ کو تلاش کیا لیکن آپ اس وقت دہلی نہیں پہنچے تھے۔ خیال تھا کہ اس دوران میں آپ کی اور قمر رئیس کی ملاقات ہوئی ہوگی اور آپ نے افسانوں کا انتخاب کرلیا ہوگا۔ لیکن آپ کا کوئی خط نہیں آیا۔ میں ۲۳ر مارچ کو پھر دہلی گیا۔ پھر آپ کو تلاش کیا۔ یہاں آکر نہرو یونی ورسٹی کے پتے پر خط لکھا۔ اب یہ خط الٰہ آباد کے پتے پر لکھ رہا ہوں۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر آپ 'گفتگو' کے ترقی پسند ادب نمبر کی مجلس ادارت میں شریک ہوں گے۔ باقی دو حضرات آپ کے دوست قمر رئیس اور عتیق اللہ ہیں۔

میں نے دسمبر ۱۹۷۸ء میں اعلان کیا تھا کہ خاص نمبر اپریل میں شائع ہوگا۔ لیکن ابھی تک انتخاب بھی مکمل نہیں ہو سکا ہے۔ اب یہ کوشش ہے کہ آئندہ دو تین ماہ میں یہ خاص نمبر تیار ہو جائے۔ اس کے لیے آپ کا تعاون نہایت ضروری ہے۔

میں نے حسب ذیل افسانے نقل کرا لیے ہیں:

۱۔ گیندا عصمت چغتائی ۲۔ ننھی کی نانی عصمت چغتائی

۳۔ لاجونتی راجندر سنگھ بیدی ۴۔ ان داتا کرشن چندر

۵۔ کالو بھنگی کرشن چندر ۶۔ ہاؤسنگ سوسائٹی قرۃ العین حیدر

باقی افسانوں کا انتخاب کر کے آپ نقل کرا دیجیے۔ نقل نویس کو جو رقم ادا کرنا پڑے گی وہ میں بھیج دوں گا۔ شاید دو تین نقل نویسوں کی ضرورت پڑے گی۔

آپ ایک انتخاب کر چکے ہیں اس لیے نیا انتخاب کرنے میں دشواری نہیں ہوگی۔ مہربانی فرما کر یہ کام ہفتے دس دن میں کر دیجیے۔ قرۃ العین حیدر چاہتی ہیں کہ ان کا دوسرا افسانہ "یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے" ہو۔ منٹو کا ایک افسانہ ٹوبہ ٹیک سنگھ ہونا چاہیے اور دوسرا جو آپ پسند فرمائیں۔ بیدی کا بھی ایک اور افسانہ چاہیے۔ اگر آپ اپنی فہرست میرے پاس ارسال کر دیں تو میں بھی اپنا مشورہ دے دوں گا۔ لیکن آخر میں انتخاب آپ ہی کا ہوگا۔ احمد عباس اپنے دو افسانے خود دے رہے ہیں۔ ایک "ابابیل" اور "ایک خون اور"۔

ترقی پسند ادب نمبر آفسیٹ پر طبع ہوگا۔ میں اشتہارات حاصل کر رہا ہوں۔ لیکن اگر دو تین ماہ میں پرچہ شائع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو کچھ اشتہارات ضائع ہو جائیں گے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔
آپ کے جواب کا شدید انتظار ہے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۸)

۱۶/اپریل ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

میں نے تین دن پہلے دو سو روپے منی آرڈر کے ذریعے سے بھیجے ہیں۔ افسانے جلد سے جلد نقل کرا کے بھیج دیجیے۔ قرۃ العین حیدر کے ہاؤسنگ سوسائٹی کے علاوہ دوسرے افسانے کا انتخاب آپ کر لیجیے۔ آپ غالباً "جلاوطن" کو شامل کرنا چاہتے ہیں۔ بیدی کا لاجونتی میرے انتخاب میں شامل ہے۔ دوسرا افسانہ آپ منتخب کیجیے۔ خواجہ احمد عباس کے دو افسانے میرے انتخاب میں ہیں۔ ایک ابابیل ہے۔ افسانے کے سفر پر آپ کا مضمون بھی جلد سے جلد چاہیے۔

میرا خیال ہے کہ امرت رائے الہ آباد میں ہیں۔ اُن کا پتا درکار ہے۔ کیا پریم چند کا ۱۹۳۶ء کا خطبہ صدارت آپ کے پاس ہے۔ اگر کہیں سے مل سکے تو بھیج دیجیے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۹)

۱۲/مئی ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

میرا خط آپ کو ملا ہوگا۔ یقین ہے کہ افسانوں کی نقل شروع کرادی ہوگی۔ جو جو افسانے نقل ہو جائیں وہ بھیجتے رہیے تاکہ کتابت کے کام میں تاخیر نہ ہو۔ منٹو کا افسانہ "ٹوبہ ٹیک سنگھ" یہاں دستیاب نہ ہو سکا۔ آپ کے پاس ہوگا۔ اس کی نقل بھی کرا دیجیے۔ باقی دو اور افسانوں میں منٹو کے کون سے افسانے شامل کیے جائیں۔

"افسانے کے سفر پر" آپ کا مقالہ اگر مجھے وسط جون تک مل جائے تو آسانی ہو گی۔

کرشن کے دو افسانے میں نقل کرا چکا ہوں۔(۱) ان داتا (۲) کالو بھنگی۔ باقی دو افسانے آپ نقل کرا دیجیے۔(۱) حسن اور حیوان (۲) زندگی کے موڑ پر۔ عصمت کے یہاں سے میں نے تین افسانے نقل کرائے ہیں (۱) گیندا، (۲) ننھی کی نانی (۳) بچھو پھوپی۔ ڈراموں میں ان کا ڈرامہ دھانی بانکیں شامل کر رہا ہوں۔ تحریر فرمایئے کہ یہ انتخاب مناسب ہے۔ انتخاب پر آپ کا نام جائے گا اس لیے آپ کا مشورہ اور رائے ضروری ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۰)

۶ر جون ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

۲۴ر مئی کا خط کل شام کو ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی خط گم ہو گیا جس کی وجہ سے آپ کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ میں نے کون کون سے افسانے نقل کرا لیے ہیں اور کون کون سے افسانے نقل کرا رہا ہوں۔ آپ کی بھیجی ہوئی فہرست میں تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ فائنل فہرست نیچے درج کر رہا ہوں۔ جن افسانوں پہ سرخ قلم سے نشانات لگے ہیں وہ میں نقل کرا چکا ہوں۔ باقی آپ جلد سے جلد نقل کرا کے ارسال فرمایئے۔

۱۔ پریم چند: (۱) کفن، (۲) اماوس کی رات

۲۔ کرشن چندر: (۱) کالو بھنگی (۲) زندگی کے موڑ پر (۳) حسن اور حیوان

۳۔ بیدی: (۱) لاجونتی (۲) گرم کوٹ (۲) اپنے دکھ مجھے دے دو اور "ایک باپ بکاؤ ہے" کے لیے گنجائش نہیں ہے۔

۴۔ اشک: (۱) کاکڑاں کا تیلی (۲) چٹان۔ (صرف ایک افسانے کا انتخاب کیجیے)

۵۔ غلام عباس: (۱) دھنک ('آنندی' اور 'سایہ' کے لیے گنجائش نہیں نکلے گی)۔

۶۔ قرۃ العین حیدر: (۱) 'ہاؤسنگ سوسائٹی' ('جلاوطن' کے لیے گنجائش نہیں ہے)۔

۷۔ قاضی عبدالستار: (۱) مالکن (۲) ٹھاکر دوار (ایک افسانے کا انتخاب کیجیے)
۸۔ رام لعل: (۱) اکھڑے ہوئے لوگ
۹۔ احمد ندیم قاسمی: (۱) گنڈاسا (۲) ماتم (ایک افسانے کا انتخاب کیجیے)
۱۰۔ ممتاز شیریں: (۱) گھنیری بدلیوں میں (۲) میگھ ملہار (ایک افسانے لیجیے)۔
۱۱۔ رضیہ سجاد ظہیر: (۱) معجزہ (میں نے ان کو خط لکھا ہے۔ وہ بھیج دیں گی)۔
۱۲۔ اقبال متین: (۱) نچا ہوا البم
۱۳۔ رتن سنگھ: (۱) پنجرے کا آدمی
۱۴۔ اقبال مجید: (۱) دو بھیگے ہوئے لوگ (۲) مدافعت (ایک افسانہ لیجیے)
۱۵۔ عابد سہیل: (۱) سو نیزے پر سورج
۱۶۔ سریندر پرکاش: (۱) بجوکا
۱۷۔ سلام بن رزاق: (۱) کالے ناگ کا پجاری۔
۱۸۔ انور قمر: (۱) چوراہے پر ٹنگا ہوا آدمی (میں واقف نہیں ہوں)
۱۹۔ کلام حیدری: (۱) کنّی
۲۰۔ انور سجاد: (۱) کونپل
۲۱۔ سید محمد اشرف: (۱) ڈار سے بچھڑے (میں ان سے واقف نہیں ہوں)
۲۲۔ جیلانی بانو: (۱) اژدر
۲۳۔ عصمت چغتائی: (۱) گیندا (۲) ننھی کی نانی (۳) چوتھی کا جوڑا (۴) دو ہاتھ بھی میرے ذہن میں ہے
۲۵۔ منٹو: (۱) ٹوبہ ٹیک سنگھ
۲۶۔ انور عظیم: (۱) سولاں زوش
۲۷۔ خالدہ اصغر: (یہ نام آپ کے یہاں شامل نہیں ہے۔ سنا ہے ان کے بعض اچھے افسانے معیار میں شائع ہوئے تھے۔ دیکھ لیجیے اور ایک افسانے کا انتخاب کر لیجیے۔
۲۸۔ خواجہ احمد عباس: (۱) ابابیل

۲۹۔ بلراج مین را: (کیا آپ ان کو شامل کرنا چاہیں گے)

۳۰۔ انتظار حسین: (۱) کشتی

اب صورت یہ ہے کہ ترقی پسند ادب نمبر صرف آٹھ سو صفحات کا ہے۔ میں اس میں چار سو صفحات افسانوں کو دے رہا ہوں۔ اس لیے افسانہ نگاروں کا ایک افسانہ شامل کیا جا سکے گا۔ باقی افسانوں کا ذکر آپ اپنے مضمون میں افسانے کا سفر میں کر دیں تو مناسب ہو گا۔ جتنی چیزیں نقل ہو گئی ہیں وہ سب بھیج دیجیے۔ اگر چار سو صفحات میں گنجائش نکلی تو کرشن، عصمت، بیدی، منٹو اور قرۃ العین حیدر کا ایک ایک افسانہ اور شامل کر لیا جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس سے متفق ہوں گے۔

حلقہ ادب لکھنؤ سے "نیا ادب کیا ہے" میں نے اور سبط حسن نے شائع کیا تھا۔ وہ پرچہ بذریعہ رجسٹری بھیج دیجیے۔ میں کام کر کے واپس کر دوں گا۔

افسانوں کے انتخاب اور افسانے کے سفر پر مضمون کے علاوہ آپ سے ایک کام اور ہے۔ فراق گورکھپوری، مجنوں گورکھپوری اور شوکت صدیقی پر چھوٹے چھوٹے تعارفی مضامین لکھ دیجیے۔ ہر مضمون ڈیڑھ دو ہزار الفاظ کے اندر ہونا چاہیے۔ تقریباً چالیس ترقی پسند ادبی شخصیتوں پر ایسے چھوٹے چھوٹے مضامین تیار کرا رہا ہوں۔ اگر شوکت صدیقی کا کوئی افسانہ مل سکے تو شامل کر لیجیے۔ ویسے ان کا سب سے بڑا کارنامہ ان کا ناول "خدا کی بستی" ہے۔ سجاد ظہیر پر میں الگ سکشن دے رہا ہوں۔ ان کا ایک افسانہ اس میں شامل ہو گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

ضروری: جو جو چیزیں تیار ہوتی جائیں ارسال کرتے رہیے۔ میں نے کتابت شروع کرا دی ہے۔ ترتیب اور صفحات کے نمبر بعد کو ڈالے جائیں گے۔ آپ اپنا کام آخر جون یا زیادہ سے زیادہ ۱۰ر جولائی تک مکمل کر دیجیے۔ عنایت ہو گی۔ اگر جگہ کم ہو گی تو ممتاز شیریں، عابد سہیل، انور قمر، کلام حیدری اور سید محمد اشرف کے افسانے خارج کرنے پڑیں گے۔ ان کے بغیر بھی انتخاب مکمل ہو گا۔

سردار

(۱۱)

۱۰/ سیتا محل، بومن جی پیٹٹ روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۳۶

۱۴/ جون ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

نقل شدہ کہانیوں کا شدید انتظار ہے۔ جو تیار ہو گئی ہوں وہ جلد بھیج دیجیے۔ باقی جیسے جیسے تیار ہوتی جائیں۔ کتابت میں تاخیر ہو رہی ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا

سردار جعفری

(۱۲)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۲۵/ جون ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

۱۵/ جون کے خط کے لیے شکر گزار ہوں جس کے ساتھ نو افسانوں کی نقلیں موصول ہوئیں۔ (۱) زندگی کے موڑ پر (۲) حسن اور حیوان (کرشن) (۳) اپنے دکھ مجھے دے دو (بیدی) (۴) آنندی (۵) سایہ (غلام عباس) (۶) بابو گوپی ناتھ (منٹو) (۷) کاکڑان کا تیلی (اشک) (۸) جلاوطن (قرۃ العین حیدر) (۹) دو بھیگے ہوئے لوگ (اقبال مجید)۔

میں کرشن کا افسانہ کالو بھنگی نقل کرا چکا ہوں۔ زندگی کے موڑ پر بھی شامل کروں گا۔ بیدی کا افسانہ لاجونتی نقل کرا چکا ہوں۔ اپنے دکھ مجھے دے دو بھی شامل کروں گا۔ ایک باپ بکاؤ ہے اور اشک کا تیلی نقل نہ کرائیے۔ ان کا ایک افسانہ کافی ہے۔ غلام عباس کا افسانہ "دھنک" ضرور نقل کرا کے بھیجیے۔ قاضی عبدالستار کا صرف ایک افسانہ نقل کرائیے۔ مالکن یا ٹھاکر دوار جو بہتر ہو۔ انور سجاد کا "کونپل" بھی بہت ضروری ہے۔ اسے بھی نقل کر کے عنایت کیجیے۔ منٹو کا افسانہ "ٹوبہ ٹیک سنگھ" یہاں نہیں مل سکا۔ آپ نقل کرا کے بھیج دیجیے۔ انتظار حسین کا افسانہ "کشتی" میں نقل کرا چکا ہوں۔ واجدہ کا افسانہ "اُترن" بھی میرے پاس

ہے۔ باقی اور افسانے اپنی فہرست کے مطابق نقل کرا دیجیے۔ سریندر پرکاش کا بجو کا نقل ہو چکا ہے۔ میرے پاس ہے۔

ایک گزارش یہ ہے کہ جو افسانے نقل ہو جائیں انھیں میرے پاس بھیجنے سے پہلے آپ خود پڑھ لیا کریں تاکہ غلطیاں نہ رہ جائیں۔ آپ نے جو افسانے بھیجے ہیں ان میں بہت غلطیاں ہیں۔ اس خط میں صرف ایک افسانہ میں "زندگی کے موڑ پر" جو غلطیاں رہ گئی ہیں ان کی نشان دہی کر رہا ہوں۔ ان کی تصحیح کر کے بھیج دیجیے۔ افسانے کی کاربن کاپی آپ کے پاس ہوگی۔ نہ ہو تو کتاب سے غلطیاں درست کر دیجیے۔ میں یہاں غلطیوں کے سلسلے میں نقل شدہ مسودے کے صفحات کا حوالہ دے رہا ہوں۔

(۱) صفحہ ۷ پر دوسرا پیراگراف۔ "درمیانے درجے میں کالے رنگ کا لہنگے پہنے ہوئے ادھیڑ عمر کی دو لا یجنس ~~ باتیں کر رہی تھیں"۔ لا یجنس انگریزی لفظ ہے یا کسی اردو یا پنجابی لفظ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

(۲) صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے۔ "ایک بوڑھی عورت اپنے خاوند کو صلوٰتیں سنا رہی تھی ہائے ری میری لڑیا۔ میری جوان اور سندر لڑیا۔ پتہ چلا ہے کہ بوڑھے کسان کی وہ بیوقوف بوڑھی عورت اپنے خاوند کو کوس رہی ہے گویا حصار کے قحط کا ذمہ دار اس کا خاوند ہے"۔ اس میں "کسان نے" اور "وہ بیوقوف عورت" کے درمیان عبارت چھوٹ گئی ہے۔ وہ عبارت لکھ کر بھیج دیجیے۔

(۳) صفحہ ۳۵ پر تیسرا پیراگراف یوں شروع ہوتا ہے۔ "پھر جیون لال اور بوٹا سنگھ بھی اس کی فلسی میں شریک ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے قیام و طعام کے متعلق انتظامات کی بھی دیکھ بھال کریں"۔ یہاں بھی "شریک ہو گئے" اور "تھوڑی دیر کے قیام" کے درمیان عبارت چھوٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ پہلے جملے کا دوسرے جملے سے کوئی ربط نہیں ہے۔ یہ عبارت بھی لکھ کر بھیج دیجیے۔

(۴) صفحہ ۴۰ پر آخری سطروں میں لکھا ہے "...... ایک میلے پردے کے پیچھے قید کر دی گئی۔ غیر محدود تھی۔ عشق تازہ اور شباب زندہ تھا" یہاں بھی "قید کر دی گئی" اور "غیر محدود تھی" کے درمیان عبارت چھوٹی ہوئی ہے۔ یہ حصہ بھی فراہم کیجیے۔

(۵) صفحہ ۴۴ مسودے کا آخری صفحہ ہے۔ اس میں ایک لفظ "بنے" لکھا ہے۔ "بنے" کی جگہ

چیں بند ہو گئی"۔ یہ کسی چڑیا کا نام معلوم ہوتا ہے جس سے میں واقف نہیں ہوں۔ اس لفظ کی بھی تصحیح یا تصدیق کر دیجیے۔

آپ کا یہ سوال اہم ہے کہ انتخاب میں کن ادیبوں کو شامل کیا جائے۔ اس کے بارے میں اپنی رائے غالباً پہلے لکھ چکا ہوں۔ قمر رئیس میرے اس اپروچ سے متفق ہیں:

(۱) مستند ترقی پسند ادیبوں کی تخلیقات جیسے کرشن، فیض، مخدوم۔

(۲) ان ادیبوں کی تخلیقات جنھوں نے اپنے آپ کو ترقی پسند تحریک سے وابستہ نہیں کیا اور شاید کبھی کبھی اختلاف بھی کیا لیکن ترقی پسند تخلیقات کرتے رہے جیسے ن۔ م۔ راشد اور اختر الایمان۔

(۳) ترقی پسند تحریک کے مخالفوں کی وہ تخلیقات جن پر ترقی پسند فکر کا اثر پڑا ہے یعنی وہ اپنے آپ کو اس سورج کی روشنی سے نہ بچا سکے۔ جیسے بلراج کومل، ندا فاضلی وغیرہ۔

مجھے یہی اپروچ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس سے یقیناً فائدہ ہوگا۔ اس کے بغیر بہتیری دشواریاں پیدا ہوں گی۔ مثال کے طور پر بیدی اور منٹو کو بھی شامل کرنا دشوار ہوگا۔ منٹو نے حسن عسکری کے ساتھ مل کر تحریک کو بہت گالیاں دی ہیں۔ بعض طنزیہ مضامین میں ترقی پسندی کے خلاف بھی لکھا۔ نہایت رجعت پرست اور بیمار افسانے بھی تخلیق کیے ہیں۔ بیدی گزشتہ چند سال سے باقر مہدی کے ہم نوا ہو گئے ہیں۔ باقر کے رسالے "اظہار" کے اجرا پر انھوں نے جو مضمون لکھا تھا وہ "ہماری زبان" میں شائع ہوا تھا۔ اس میں یہ بیان موجود ہے کہ میں ترقی پسند نہیں ہوں لیکن ترقی پسند مجھے ترقی پسند کہتے ہیں۔ اس میں مارکسزم کے خلاف بھی مہمل بیانات ہیں۔ بلراج مین را کا بھی کچھ یہی حال ہے بلکہ زیادہ پیچیدہ۔ وہ اپنے آپ کو مارکسسٹ کہتے ہیں اور یہ بھی خبر ہے کہ کمیونسٹ پارٹی کے ممبر ہیں۔ لیکن جو تخلیق کرتے ہیں وہ کچھ اور ہے۔ انور عظیم کا معاملہ مختلف ہے۔ وہ ترقی پسندی کے مخالف نہیں ہیں۔ کبھی کبھی ناقدانہ انداز اختیار کرتے ہیں اس میں مضائقہ نہیں۔ 'شعور' کے تازہ شمارے میں انھوں نے ریختی پر لکھا ہے۔ مین را کا اور ان کا ساتھ نظر انداز کر دینے کی چیز ہے۔ طبقاتی سماج کے اندر ادیب مختلف موقف اختیار کرتے رہتے ہیں۔ سارتر کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس لیے ان کو ان کی تخلیقات پر جانچنا چاہیے۔ کوئی سخت گیر رویہ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ بالزاک سیاست میں سو فیصدی رجعت پرست تھا۔ لیکن تخلیقی سطح پر کارل مارکس کا محبوب ادیب تھا۔ ہماری تحریک میں ادیبوں کے آنے جانے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ہمیں

صرف مرڈودوں پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ باقی ادیبوں کے ساتھ نرم برتاؤ ضروری ہے۔ جب سجاد ظہیر نے کوئی آراگون سے ادبی تنظیم کی بات کی تھی تو اس نے ہنس کر کہا تھا کہ ادیبوں کو منظم کرنا ایسا ہی ہے جیسے مینڈکوں کو تولنے کی کوشش۔ وہ کبھی اُچک کر ترازو کے پلڑے میں آجائیں گے اور کبھی کود کر باہر نکل جائیں گے۔

انگارے کا ایک نسخہ یہاں مل گیا ہے میں ننّے بھائی کا ایک افسانہ شامل کر رہا ہوں۔ خالدہ اصغر کا افسانہ "سواری" نقل کرا لیجیے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۳)

یکم جولائی ۱۹۷۹ء
برادرم۔ تسلیم

آپ نے لکھنؤ کے سیمینار میں اردو افسانے اور ناول پر جو مقالہ پڑھا تھا وہ "گفتگو" کے لیے دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ انتظار ہے۔
"گفتگو" کا تازہ شمارہ آپ کو مل گیا ہوگا۔ نیا شمارہ اس ماہ کے آخر تک شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ کوشش کر رہا ہوں لیکن کامیابی آپ کے تعاون کے ساتھ ممکن ہے۔ غالباً اس کے متعلق ڈاکٹر قمر رئیس نے بھی آپ کو لکھا ہوگا۔
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۴)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۲؍جولائی ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

آپ کا ۲۴؍جون کا خط پرسوں شام کو چھ دن بعد ملا۔ میں نے آپ کے ۲۴؍مئی کے خط کے

جواب میں ۹ر جون کو بہت مفصل خط لکھا تھا۔ میرا خیال ہے اور یقیناً آپ اس سے متفق ہوں گے کہ صرف ان افسانوں کا انتخاب کیا جائے جن کی حیثیت کلاسیک کی سی ہو گئی ہے اور نئے افسانوں میں ایسے افسانے لیے جائیں جو آج کے حالات کے ترجمان ہوں۔ اس لیے غلام عباس کے "دھنک" کا انتخاب بہت ضروری ہے۔ "سایہ" اچھا افسانہ ہے۔ آنندی کے بارے میں کسی نے بتایا ہے کہ وہ کسی بیرونی افسانے کا ترجمہ ہے۔ تصدیق یا تردید آپ کیجیے۔ میں نیچے مفصل فہرست لکھ رہا ہوں جو آپ کی فہرست کی بنیاد پر ہے۔ اس میں آپ کو ترمیم کا پورا حق ہے۔ اس کی اطلاع مجھے دے دیجیے گا۔ اگر کچھ افسانے نقل ہونے کے بعد شامل نہ کیے جائیں تو مضائقہ نہیں ہے:

۱۔	پریم چند:	(۱) کفن (۲) اماوس کی رات
۲۔	علی عباس حسینی:	(آپ نے ان کو شامل نہیں کیا ہے)
۳۔	کرشن چندر:	(۱) زندگی کے موڑ پر (۲) کالو بھنگی
۴۔	بیدی:	(۱) لاجونتی (۲) اپنے دکھ مجھے دے دو
۵۔	عصمت چغتائی:	(۱) گیندا (۲) ننھی کی نانی (۳) چوتھی کا جوڑا (۴) دو ہاتھ
۶۔	سعادت حسن منٹو:	(۱) نیا قانون (۲) ٹوبہ ٹیک سنگھ
۷۔	حیات اللہ انصاری:	(آپ نے شامل نہیں کیا ہے)
۸۔	قاسمی:	(۱) گنڈاسا (۲) ماتم
۹۔	احمد عباس:	ابابیل
۱۰۔	اوپندر ناتھ اشک:	(۱) کاکڑاں کا تیلی
۱۱۔	غلام عباس:	(۱) آنندی (۲) سایہ (۳) دھنک
۱۲۔	رضیہ سجاد ظہیر:	(۱) معجزہ
۱۳۔	قرۃ العین حیدر:	(۱) ہاؤسنگ سوسائٹی (۲) جلا وطن
۱۴۔	ہاجرہ مسرور:	(میں انتخاب کرلوں گا)
۱۵۔	خدیجہ مستور:	(میں انتخاب کرلوں گا)
۱۶۔	رام لعل:	(۱) اکھڑے ہوئے لوگ

۱۷۔ انتظار حسین: (۱) کشتی

۱۸۔ اقبال متین: (۱) نچا ہوا البم

۱۹۔ اقبال مجید: (۱) دو بھیگے ہوئے لوگ

۲۰۔ رتن سنگھ: (۱) پنجرے کا آدمی

۲۱۔ سریندر پرکاش: (۱) بجوکا

۲۲۔ سلام بن رزاق: (۱) کالے ناگ کا پجاری

۲۳۔ انور سجاد: (۱) کونپل

۲۴۔ جیلانی بانو: (۱) اژدر

۲۵۔ واجدہ تبسم: (۱) اترن

۲۶۔ انور عظیم: (۱) مولان روژ

۲۷۔ خالدہ اصغر: (۱) سواری

۲۸۔ جوگندر پال: (آپ نے شامل نہیں کیا ہے)

۲۹۔ غیاث احمد گدی: (آپ نے شامل نہیں کیا ہے)

۳۰۔ مین را: (کیا خیال ہے؟)

جن افسانوں پر سرخ نشان ہے، وہ نقل ہو چکے ہیں۔ باقی افسانے آپ نقل کرا کے عنایت کیجیے۔ جو میرے ذمے ہیں، میں نقل کرا لوں گا۔

قرۃ العین حیدر کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ ان کے افسانے بہت طویل ہوتے ہیں۔ مجبوری ہے۔ ممتاز شیریں، عابد سہیل، انور قمر، کلام حیدری اور سید محمد اشرف کو صرف اس صورت میں شامل کیا جا سکے گا جب پرچے میں جگہ ہو۔ آپ ان کے افسانے بھی نقل کرا کے بھیج دیجیے۔ آپ اپنے مضمون میں ان تمام افسانوں کا ذکر کر دیجیے گا اور ان کی صحیح داد دیجیے گا جو جگہ کی تنگی کی وجہ سے چھوٹ گئے ہیں۔ مضمون بھرپور لکھیے گا کہ یہ خاص نمبر ایک طرح کی تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر لے گا۔ "افسانے کا سفر" مضمون کے علاوہ ایک ضروری کام یہ بھی کرنا ہے کہ ہر افسانہ نگار کی تاریخ پیدائش اور اس پر دو چار سطر کا نوٹ لکھ دیجیے جس سے اس کے ادبی مقام کی شناخت ہو سکے۔

ضخامت کا معاملہ یہ ہے کہ خاص نمبر آفسیٹ پر چھپ رہا ہے۔ آٹھ سو صفحات پر تقریباً بتیس ہزار (Rs. 32,000) کا خرچ آرہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ رقم میرے پاس نہیں ہے۔ اشتہارات کے ذریعے سے جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اب تک اٹھارہ ہزار (18,000) کے اشتہارات حاصل ہو سکے ہیں۔ ابھی چودہ ہزار کے اشتہارات اور حاصل کرنا ہیں اور یہ مشکل کام میں تنہا کر رہا ہوں۔ اس خاص نمبر کو ترتیب دینے کے سلسلے میں ایک تجربہ یہ ہوا کہ ترقی پسندوں میں ذوق و شوق اور جوش و خروش کم ہو گیا ہے۔ آپ کو شاید یہ سن کر حیرت ہو گی کہ دسمبر ۱۹۷۸ء سے اب تک میں سوا سو سے زیادہ خطوط لکھ چکا ہوں اور صرف ڈیڑھ سو صفحات کے مسودات ہاتھ آئے ہیں، وہ بھی پرانی تحریروں کے انتخاب ہیں۔ نئے مضامین جن کا ہونا بہت ضروری ہے ابھی بھی نہیں ملے۔ ایک مضمون بھی نہیں ملا۔ کچھ یہ اندازہ بھی ہو رہا ہے کہ دوستوں کے درمیان ذاتی رنجشیں بہت ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں نے مجاہدوں کو مجادلوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ ایک عزیز دوست ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر الگ بیٹھ گئے ہیں۔ کسی قسم کا تعاون نہیں کر رہے ہیں۔ ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر۔

ان حالات میں آپ کا تعاون میرے لیے بہت قیمتی ہے۔ آپ انتخاب کی نقلیں اور اپنے حصے کے مضامین لکھ کر بھیج دیں تو ایک اچھا، بڑا اور تاریخی کام ہو جائے گا۔ اور بہت ضروری کام ہے۔ افسانے کے سفر پر مضمون مکمل کر کے فراق اور شوکت صدیقی پر ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار الفاظ کے دو چھوٹے چھوٹے مضامین ضرور لکھیے۔ یہ کام آپ دو نشستوں میں کر سکتے ہیں۔ یہ حصہ جس کا نام ترقی پسند ادب کے معمار ہے خاص نمبر کے وقار اور افادیت میں اضافے کا باعث ہو گا۔ پرچے کی مکمل ڈمی ذرا رک کر بھیجوں گا۔ فی الحال ترتیب لکھ رہا ہوں۔

I اداریہ (پندرہ بیس صفحات) ترقی پسند تحریک کا جائزہ

II تاریخی ادبی دستاویزیں۔ پریم چند، ٹیگور، نہرو، سجاد ظہیر، مولوی عبدالحق، قاضی عبدالستار، ڈاکٹر تاراچند وغیرہ کے خطبات۔

III نظریاتی مضامین۔ مجنوں، احتشام، سجاد ظہیر، ممتاز حسین، سبط حسن، فیض وغیرہ کے تنقیدی مضامین کا انتخاب (محمد حسن نے ایک مضمون کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ابھی تک نہیں ملا ہے)

IV نظموں کا انتخاب (ایک مضمون نظم کا سفر۔ ڈاکٹر وحید اختر) غزلوں کا انتخاب ایک مضمون غزل کا سفر۔ عتیق اللہ)

V افسانوں کا انتخاب (ایک مضمون افسانے کا سفر۔ ڈاکٹر سید محمد عقیل)
ترقی پسند ادب کے معمار۔ ۲۰ شخصیتوں پر چھوٹے مضامین۔

VI ا۔ نئے مضامین نظریاتی اور تنقیدی۔ ۲۔ نئی تخلیقات۔

اگر یہ سب مواد آٹھ سو صفحات میں آجائے تو کیا کہنا۔ اس سے زیادہ صفحات بڑھانا دشوار ہے۔ فی صفحہ چالیس روپے کا خرچ بڑھ جائے گا اور میرے لیے اس کا انتظام کرنا آسان کام نہیں ہے۔

اس خط کے پہنچنے کی رسید ضرور بھیجے گا اور افسانے اور مضامین بھی جیسے جیسے تیار ہوتے جائیں۔ یہ بھی تحریر فرمایئے کہ جو ترتیب یہاں لکھی ہے یہ مناسب رہے گی۔

امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا

سردار جعفری

(۱۵)

۲۰ر جولائی ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

آپ کا ۱۰ر جولائی کا خط کل شام کو دو دن بعد ملا۔ نہ جانے الہ آباد بمبئی کا فاصلہ خطوں کے سفر کے لیے اتنا طویل کیوں ہو جاتا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ آپ کے اور قمر رئیس کے درمیان کوئی شکر رنجی نہیں ہے۔ یہ ہوائی کس دشمن نے اڑائی ہے۔ باقر مہدی کی کتاب "تنقیدی کشمکش" میری نظر سے نہیں گزری۔ ویسے میں ان کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہوں۔ کنفیوژن پھیلانا ان کا سب سے بڑا حربہ ہے۔ میں ان کو نظر انداز کرتا رہتا ہوں۔ ان کی شاعری، شخصیت، تنقید، بغاوت، انقلاب وغیرہ کے محمد حسن بہت قائل ہیں۔

عتیق اللہ ہماری مجلس ادارت میں شامل ہیں۔ قمر رئیس کے مشورے سے ان کا نام شامل کیا ہے۔ انھوں نے نظموں اور غزلوں کا انتخاب کیا ہے جس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ وہ

مزاج کے اعتبار سے اب بھی جدیدیت کے قریب ہیں لیکن اب ترقی پسند حلقے میں آرہے ہیں۔ خوشی کی بات ہے۔ادب کی دنیا میں اس قسم کی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ بعض لوگ پینترے بازی کرتے ہیں۔ اس میں سارتر جیسا دانشور بھی مبتلا ہے۔ لیکن عتیق اللہ کے یہاں پینترے بازی نہیں ہے۔ قمر رئیس نے کہا تھا کہ عتیق اللہ ترقی پسند ادب نمبر کے لیے "غزل کا سفر" پر مضمون لکھ رہے ہیں لیکن خود عتیق اللہ نے اس کی تصدیق اب تک نہیں کی ہے۔ان سے ربط قائم رکھنا مشکل ہے۔ خطوں کے جواب نہیں ملتے۔ آجکل کہاں ہیں کچھ خبر نہیں۔

خوشی کی بات ہے کہ "افسانے کا سفر" پر آپ کا مضمون جلد مکمل ہو جائے گا۔ انتظار ہے۔ جو چیزیں نقل ہو گئی ہیں فوراً بھیج دیجیے تاکہ کتابت کے لیے دے دی جائیں۔ حیات اللہ انصاری اور سہیل عظیم آبادی اور علی عباس حسینی کا ایک ایک افسانہ ضرور شامل کیجیے اور نقل کراکے بھیج دیجیے۔ میں نے حال ہی میں سید محمد اشرف کا افسانہ "ڈار سے بچھڑے" پڑھا اور پسند آیا۔ اس کو بھی شامل کریں گے۔ اگر اس کی نقل اب تک نہ ہوئی تو مجھے بواپسی ڈاک اطلاع دیجیے میں یہاں نقل کرا لوں گا۔ میرے پاس آج کل دو آدمی کام کررہے ہیں۔

اپنے پروفیسر ہونے کی خوشخبری جلد دیجیے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۶)

۶ راگست ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

افسانوں کی نقلیں ایک عرصے سے موصول نہیں ہوئی ہیں۔اب ذرا جلدی کیجیے وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ پریشانی لاحق ہورہی ہے۔میں نے چند افسانے یہاں نقل کرالیے ہیں:

۱۔	ڈار سے بچھڑے	سید محمد اشرف
۲۔	ٹوبہ ٹیک سنگھ	سعادت حسن منٹو
۳۔	کفن	پریم چند
۴۔	اُترن	واجدہ تبسم

۵۔ خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور اور جیلانی بانو کے افسانے قرۃ العین حیدر فراہم کر رہی ہیں۔ باقی افسانے فراہم کرنے کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ ان کا شدید انتظار ہے۔

یقین ہے کہ افسانے کے سفر پر آپ کا مضمون مکمل ہو گیا ہوگا۔ اس کا بھی اشتیاق اور انتظار ہے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۷)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۱۱ر اگست ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

یہ خط دس افسانوں کی رسید ہے جس کا پیکٹ آج کی ڈاک سے موصول ہوا۔ یہ اطلاع میں دے چکا ہوں کہ پریم چند کا افسانہ "کفن" اور سید محمد اشرف کا افسانہ "ڈار سے بچھڑے" میں نے نقل کرا لیا ہے آپ نقل نہ کرائیں۔ باقی افسانے جتنی جلد ممکن ہو، بھیجیے۔ علی عباس حسینی اور حیات اللہ کا ایک ایک افسانہ ضروری ہے۔ رضیہ آپا کو اپریل سے اب تک کئی بار لکھ چکا ہوں لیکن انھوں نے اپنا افسانہ "معجزہ" اب تک عنایت نہیں کیا۔ آپ ہی کہیں سے حاصل کیجیے۔

دو ایک دن میں مفصل خط لکھوں گا۔ مضمون کا انتظار ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۸)

بمبئی۔ ۲۰ر اگست ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

آپ دہلی کے سفر سے واپس آگئے ہوں گے۔ بہت سی کہانیاں مل چکی ہیں۔ اب چند کہانیاں

باقی ہیں وہ بھی جلد سے جلد نقل کرا کے عنایت کیجیے۔ فہرست یہ ہے۔ (۱) 'اماوس کی رات' پریم چند (۲) 'ماتم' احمد ندیم قاسمی (۳) 'اکھڑے ہوئے لوگ' رام لعل (۴) 'پنجرے کا آدمی' رتن سنگھ (۵) 'سوا نیزے پر سورج' عابد سہیل (٦) 'چوراہے پر ننگا ہوا آدمی' انور قمر (۷) 'بھی' کلام حیدری (۸) 'دھنک' غلام عباس۔

احمد علی کی کہانی 'ہماری گلی' میں نے نقل کرالی ہے۔ واجدہ تبسم کا نام زیر غور ہے ممکن ہے کہ آپ کے مشورے کے مطابق خارج کردیا جائے۔ عینی سے بات کروں گا۔ خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور کی کوئی معقول کہانی نہیں ملی۔ عینی اس انتخاب میں ممتاز شیریں کو شامل نہیں کرنا چاہتیں۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے ان کی کہانی "گھنیری بدلیوں میں" بھیجی ہے۔ رتن سنگھ، عابد سہیل، کلام حیدری کے متعلق بھی عینی کا یہ خیال ہے کہ کمزور افسانہ نگار ہیں۔ اس وقت میرے پاس پچاس کہانیاں ہیں۔ صفحات کی تنگ دامانی کی وجہ سے کئی نام خارج کرنے پڑیں گے۔ آٹھ سو میں سے صرف تین سو صفحات افسانوں کو دیے جاسکتے ہیں۔ اس لیے مشورہ دیجیے کہ کون سے نام خارج کیے جائیں۔ ان کا ذکر مضمون میں کردیا جائے گا۔

عینی نے چار نام اور تجویز کیے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی آپ مشورہ دیجیے۔ (۱) عزیز احمد (۲) اختر حسین رائے پوری (۳) آغا بابر: گلاب دین، چٹھی رساں (۴) صادق حسین: گوری ہو گوری۔

آپ کا جواب آنے کے بعد افسانے کے باب کی فائنل ایڈیٹنگ کردی جائے گی۔ افسانے کے سفر پر آپ اپنا مضمون اب مکمل کرلیجیے۔ وقت بہت کم رہ گیا ہے بلکہ تاخیر ہو چکی ہے۔ ایک نام اور ہے جوگندرپال۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ عینی ان کو بھی بہت کمزور افسانہ نگار سمجھتی ہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ جواب کا انتظار ہے۔

آپ کا
سردار جعفری

پس نوشت: الٰہ آباد سے ترقی پسند ادب نمبر کے لیے آرڈر دلوایئے۔ ایک جلد تو آپ کے شعبے کو خریدنی چاہیے اور ایک یونی ورسٹی لائبریری کو۔ اس کے علاوہ کسی معقول کتب فروش کے آرڈر اور آپ کے متعلقہ احباب میں سے انفرادی آرڈر۔

ضخامت آٹھ سو صفحات، طباعت آفسیٹ، قیمت پچاس روپے۔

بمبئی ۲۰؍اگست ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

کل شام کی ڈاک سے ۲۳؍اگست کا عنایت نامہ ملا۔ میں آپ سے متفق ہوں کہ نئے لکھنے والوں کی اچھی نمائندگی ہونی چاہیے۔ لیکن اصل دشواری صفحات کی تنگ دامانی ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ افسانوں کے لیے تین سو صفحات سے زیادہ جگہ نہیں دی جا سکتی اس میں ہمارے بہترین ترقی پسندوں کی بہترین چیزیں ہونی چاہئیں تاکہ اس جھوٹ کا پردہ فاش ہو کہ ترقی پسند تحریک نے ادب کو کچھ نہیں دیا۔ اس کے بعد نئے لکھنے والوں کی زیادہ سے زیادہ چیزیں تاکہ یہ اندازہ ہو کہ سفر جاری ہے۔ میں نے اور یحییٰ نے آپ کے مشورے کے مطابق واجدہ تبسم کو انتخاب سے خارج کر دیا ہے۔ باقی چیزیں آپ بھیج دیجیے۔ جتنی گنجائش ہو گی اتنی جگہ ضرور دی جائے گی۔ غلام الثقلین کی کوئی چیز میں نے نہیں پڑھی ہے۔ اگر سندھ کی دیہاتی زندگی پر ان کا کوئی افسانہ مل جائے تو ضرور نقل کرا کے بھیج دیجیے۔ تجریدی اور علامتی افسانے کی مخالفت پر سید محمد اشرف نے مجھے بہت اچھا خط لکھا ہے۔ اس نمبر کی اشاعت کے بعد ہماری تخلیقی زندگی پر اچھا اثر پڑے گا۔

عتیق اللہ نے غزلوں اور نظموں کا انتخاب بھیجا ہے لیکن اس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے جو میں کر رہا ہوں۔ قمر رئیس میری رائے سے متفق ہیں۔ انتخاب کے علاوہ عتیق اللہ کو غزل کے سفر پر مضمون لکھنا ہے۔ وہ اب تک موصول نہیں ہوا ہے۔ ناول پر اور پریم چند پر قمر رئیس کے مضامین بھی نہیں ملے ہیں۔ افسانے کے سفر پر آپ لکھ رہے ہیں۔ اور نظم کے سفر پر ڈاکٹر وحید اختر لکھ رہے ہیں۔ لیکن وہ ادھر کچھ پریشان ہیں۔ عتیق اللہ نے چند مضامین اوروں سے لکھوائے ہیں۔ لیکن وہ بھی مجھے نہیں ملے ہیں۔ انتخابات کا حصہ قریب قریب مکمل ہو گیا ہے لیکن نئے مضامین کا قحط ہے۔

خاص نمبر شائع ہو جانے کے بعد تمام یونی ورسٹی اور تعلیمی اداروں کے کتب خانوں میں پہنچنا چاہیے ان کے آرڈر حاصل کرنے کے لیے مجھے ان کے پتوں کی ضرورت ہے۔ تین مہینے سے قمر رئیس کو لکھ رہا ہوں کہ اپنے شعبے کے دفتر سے پتے ٹائپ کرا کے بھیج دیں۔ وہ بھی اب تک نہیں ملے ہیں۔

آپ اپنے شعبے اور یونی ورسٹی لائبریری کا آرڈر بھجوائیے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

عینی چار ماہ کے لیے امریکہ جا رہی ہیں۔

آپ کا

سردار جعفری

(۲۰)

۲۲ر اگست ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

کل افسانوں کے بارے میں خط لکھ چکا ہوں۔ اس کے جواب کا انتظار ہے۔ اب ایک سوال کا اور اضافہ کر رہا ہوں۔ عینی کا مشورہ ہے کہ حسن عسکری کی بھی ایک کہانی شامل کی جائے۔ "چائے کی پیالی" یا "حرامجادی"۔ آپ کی کیا رائے ہے۔

حسن عسکری بھی اختر حسین رائے پوری، احمد علی اور عزیز احمد کی طرح شروع میں تحریک کے ساتھ تھے، پھر الگ ہو گئے۔ اگر آپ سمجھتے ہوں کہ افسانے کی تاریخ میں ان کا مقام ہے تو ایک افسانہ شامل کرنے کی کوشش کی جائے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا

سردار جعفری

(۲۱)

بمبئی ۵ر ستمبر ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

صبح ایک مفصل خط لکھا تھا۔ اس پوسٹ کارڈ کو ضمیمہ سمجھیے۔ اب تک چوبیس افسانوں کی کتابت ہو گئی ہے جو تقریباً ڈھائی سو صفحات میں آئے ہیں۔ لیکن چند نہایت اہم افسانے باقی ہیں۔ میرا خیال ہے اور آپ بھی اس سے اتفاق کریں گے کہ وہ افسانے ضرور شامل ہونے چاہئیں جو کلاسیک کا درجہ اختیار کر چکے ہیں اور افسانہ نگاروں کی بھی نمائندگی ہونی چاہیے۔

جنھوں نے چالیس سال پہلے راہیں ہموار کی ہیں۔ کرشن چندر کی دو کہانیاں ہیں۔ کالو بھنگی اور زندگی کے موڑ پر۔ اگر مہالکشمی کا پل بھی شامل کر لی جائے تو کرشن کی بہت اچھی نمائندگی ہوگی۔ حسن عسکری کی 'حرامجادی' اور عزیز احمد کی 'زریں تاج' یا ایسی ہی کوئی کہانی ہو تو بہتر ہے۔ کیا آپ احمد علی کی "ہماری گلی" کا شمار کلاسیک میں کریں گے۔ میرے معاون اڈیٹر شمیم کو یہ کہانی ناپسند ہے۔ فیصلہ آپ کیجیے۔ منٹو کی کہانیاں نیا قانون اور ٹوبہ ٹیک سنگھ ہیں۔ بابو گوپی ناتھ بھی شامل ہونی چاہیے۔ لیکن صفحات کی تنگ دامانی کا کیا علاج کیا جائے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا

سردار جعفری

(۲۱)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۵ر ستمبر ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

وقت بڑی تیزی سے محو پرواز ہے۔ اگست کا مہینہ بھی ختم ہو گیا اور ابھی تک ترقی پسند ادب نمبر کی ترتیب بھی مکمل نہیں ہو سکی ہے۔ اب ہمیں وقت کی رفتار سے کام کرنا پڑے گا تاکہ خاص نمبر نومبر دسمبر تک شائع ہو جائے۔ ورنہ بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ نیچے ان افسانوں کی فہرست دے رہا ہوں جو مجھے ابھی تک نہیں ملے ہیں:

۱۔ پریم چند: اماوس کی رات

۲۔ علی عباس حسینی: کوئی اچھا افسانہ آپ نے انتخاب کر لیا ہوگا

۳۔ حیات اللہ انصاری: کوئی اچھا افسانہ آپ نے انتخاب کر لیا ہوگا۔

۴۔ رضیہ سجاد ظہیر: معجزہ۔ غالباً یہ افسانہ آپ کے پاس نہیں ہے، کہیں سے تلاش کیجیے۔ رضیہ آپا سے اس کو حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی۔ مئی کے مہینے سے

لکھ رہا ہوں کوئی جواب نہیں ملتا۔ ان کے داماد علی باقر نے لکھا ہے کہ وہ بھی اس معاملے میں کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ رضیہ آپا نے جو افسانہ بھجوایا ہے وہ کمزور ہے۔ کیا کیا جائے؟

۵۔ رام لعل: اکھڑے ہوئے لوگ۔

۶۔ آغا بابر: گلاب دین چٹھی رساں۔ یہ افسانہ بیگم نے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اب وہ امریکہ چلی گئی ہیں۔ کیا آپ حاصل کر سکتے ہیں۔

۷۔ عابد سہیل: سوا نیزے پر سورج۔
۸۔ رتن سنگھ: پنجرے کا آدمی۔
۹۔ انور قمر: چوراہے پر ننگا ہوا آدمی۔

ان میں سے جو افسانے نقل ہو گئے ہوں فوراً بھیج دیجیے۔ باقی جلد بھجوایئے۔ آپ کی فہرست میں جو نام شامل نہیں ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ احمد علی، ۲۔ اختر رائے پوری، ۳۔ صادق حسین، ۴۔ حسن عسکری، ۵۔ عزیز احمد، ۶۔ کوثر چاند پوری، ۷۔ کشمیری لال ذاکر، ۸۔ جوگندر پال، ۹۔ خدیجہ مستور، ۱۰۔ ہاجرہ مسرور، ۱۱۔ بلونت سنگھ۔

مناسب ہوگا اگر آپ ان کا ذکر اپنے مضمون میں کر دیں۔ جگہ کی تنگی کی وجہ سے سب کو شامل کرنا ممکن نہیں ہے۔

مہندر ناتھ کا نام بھی آپ کی فہرست میں نہیں تھا۔ میں نے ان کا ایک بہت پرانا افسانہ "جہاں میں رہتا ہوں" شامل کر لیا ہے۔ یہ بمبئی کی چالوں میں رہنے والوں کی زندگی کے متعلق ہے۔ مہندر ناتھ بمبئی کی انجمن کے بہت سرگرم سکریٹری تھے۔ افسانہ اپنے موضوع کے اعتبار سے بھی بہت اہم ہے۔

میں ۱۶ر ستمبر کو بھوپال جا رہا ہوں۔ وہاں سے ۲۰ر ستمبر کو دہلی جاؤں گا، پھر کشمیر۔ بمبئی ۱۰ر اکتوبر کو واپس آؤں گا۔

افسانے کے سفر پر اپنا مضمون اب مکمل کر لیجیے۔ اگر تیار ہو اور ۱۶ر ستمبر سے پہلے مجھے مل جائے تو بہت اچھا ہے۔ میں اپنے ساتھ دہلی لیتا جاؤں گا اور کتابت کے لیے دے دوں گا۔ اگر آپ

اس کو اس ماہ کے آخر تک بھیجیں تو شاہد علی خاں صاحب کے پاس بھیج دیجیے۔ ان کا پتا: مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ ہے۔ میں ۲؍ اکتوبر کو کشمیر سے دہلی واپس آؤں گا تو شاہد صاحب کے پاس وہ مضمون مجھے مل جائے گا۔ احتیاطاً اس کی ایک نقل رکھ لیجیے گا۔ اس خط کا جواب بواپسی ڈاک بمبئی کے پتے پر عنایت کیجیے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲۲)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۱۰؍ اکتوبر ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

مہینے بھر پہلے خط لکھا تھا جواب سے محروم ہوں۔ "اردو افسانے کا سفر" آپ کے مضمون کا شدید انتظار ہے۔ اب وقت بالکل نہیں رہ گیا۔

باقی افسانے بھی نقل کر لیے گئے ہوں گے۔ وہ بھی عنایت کیجیے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲۳)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۱۲؍ اکتوبر ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

کل ایک خط لکھ چکا ہوں۔ اس خط کی پشت پر ان افسانوں کی فہرست دے رہا ہوں جواب تک موصول نہیں ہوئے ہیں۔ جو افسانے نقل کیے جا چکے ہیں وہ فوراً بھیج دیجیے۔ باقی افسانوں کے بارے میں لکھیے کہ کب تک تیار ہو سکیں گے۔ یہ سارا کام اگر اس ماہ کے آخر تک مکمل

ہو جائے تو ترقی پسند ادب نمبر دسمبر میں شائع ہو جائے گا ورنہ بہت دشواری ہو گی۔ تاخیر کی وجہ سے مجھے بہت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

آپ کا مقالہ "افسانے کا سفر" بھی مکمل ہو گیا ہو گا۔ مجھے اس کا انتظار ستمبر میں تھا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

جواب جلد عنایت فرمایئے۔

آپ کا

سردار جعفری

افسانے جو ابھی تک موصول نہیں ہوئے ہیں:

۱۔	پریم چند	اماوس کی رات
۲۔	علی عباس حسینی	(کوئی افسانہ)
۳۔	حیات اللہ انصاری	(کوئی ایک افسانہ)
۴۔	رضیہ سجاد ظہیر	معجزہ
۵۔	رام لعل	اکھڑے ہوئے لوگ
۶۔	آغا بابر	گلاب دین چٹھی رساں
۷۔	عابد سہیل	سوا نیزے پر سورج
۸۔	رتن سنگھ	پنجرے کا آدمی
۹۔	انور قمر	چوراہے پر ننگا آدمی
۱۰۔	کلام حیدری	تختی
۱۱۔	بلونت سنگھ	(کوئی افسانہ)
۱۲۔	صادق حسین	گوری ہو گوری
۱۳۔	حسن عسکری	حرامجادی
۱۴۔	عزیز احمد	زریں تاج

جن افسانہ نگاروں پر نشان لگا ہے یہ آپ کے انتخاب میں شامل تھے۔ باقی ناموں کا اضافہ میں نے قرۃ العین حیدر کے مشورے سے کیا ہے۔

سردار

۱۸؍اکتوبر ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

ستمبر کے دوسرے ہفتے میں خط لکھا تھا پھر کشمیر سے واپس آکر ۱۰؍اکتوبر کو ایک اور خط لکھا۔ ہنوز جواب سے محروم ہوں۔ اب ذرا عجلت کیجیے اور ان کو تکمیل کی منزل تک پہنچا دیجیے۔ مجھے عزیز احمد کا افسانہ "زریں تاج" حسن عسکری کا "حرامجادی" صادق حسین کا "گوری ہو گوری" "بلونت سنگھ کا "پہلا پتھر" حیات اللہ انصاری کا "آخری کوشش" اور آغا بابر کا گلاب دین چٹھی رساں" مل گیا ہے۔ عزیز احمد کا افسانہ "زریں تاج" قرۃ العین حیدر نے پسند کیا ہے۔ مجھے وہ Fautary معلوم ہوتا ہے اور میں اس کو شامل کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔ آپ اپنی رائے دیجیے۔ اب باقی افسانے جو آپ نقل کرا چکے ہوں گے، یہ ہیں:

۱۔ اماوس کی رات — پریم چند
۲۔ علی عباس حسینی — کوئی افسانہ
۳۔ معجزہ — رضیہ سجاد ظہیر
۴۔ اکھڑے ہوئے لوگ — رام لعل
۵۔ سونیزے پر سورج — عابد سہیل
۶۔ پنجرے کا آدمی — رتن سنگھ
۷۔ چوراہے پر ننگا آدمی — انور قمر
۸۔ تخی — کلام حیدری

ان کے علاوہ سب سے زیادہ اہم چیز آپ کا مضمون "افسانے کا سفر" اس کے بغیر ترقی پسند ادب نمبر بے معنی ہوگا۔ بواپسی ڈاک مطلع کیجیے کہ یہ سب چیزیں کب تک مل جائیں گی۔ اس ماہ کے آخر تک مل جائیں تو بہت اچھی بات ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

جواب کا شدید انتظار ہے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲۵)

۳ر نومبر ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

عنایت نامہ ملا۔ علی عباس حسینی کی کہانیاں میں نے حاصل کرلی ہیں جن کے نام آپ نے لکھے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ باقی کہانیاں نقل ہو چکی ہیں، وہ فوراً بھیج دیجیے۔ اور افسانے کے سفر پر اپنا مضمون جلد سے جلد تیار کر کے عنایت کیجیے۔ اب تاخیر بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے۔ چوں کہ خاص نمبر آفسیٹ پر طبع ہو رہا ہے اس لیے خرچ بہت زیادہ ہے اور وہ میں اشتہاروں کے ذریعے سے پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن تاخیر کی وجہ سے بعض اشتہارات منسوخ ہو جاتے ہیں۔ اور مجھے پھر جدوجہد شروع کرنی پڑتی ہے۔ میں نے گزشتہ سال نومبر میں اس خاص نمبر کا پلان بنایا تھا اور اپریل میں شائع کرنے کا اعلان کیا تھا۔ لیکن مئی تک کوئی کام شروع نہ ہو سکا۔ پھر اگست ۱۹۷۹ء کا اعلان کیا گیا۔ اب نومبر ہے اور ابھی تک تمام نقلیں موصول نہیں ہوئی ہیں اور مختلف اصناف پر مضامین بھی نہیں آئے ہیں۔ اس کی وجہ سے پریشانی بڑھ رہی ہے۔ میری حالت اب یہ ہے کہ نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے، نہ بھاگا جائے مجھ سے۔ تین چار سو صفحات کی کتابت ہو چکی ہے۔ آٹھ دس ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہے جو مشتہرین سے پیشگی حاصل کیا گیا تھا۔ اب میں خاص نمبر نکالنے کا خیال ترک بھی نہیں کر سکتا۔ اور مضامین کی عدم وصولی کی وجہ سے وقت پر شائع بھی نہیں کر پا رہا ہوں۔ جن احباب نے روپیہ دیا ہے وہ تقاضے کر رہے ہیں اور میرے پاس شرمندگی کے سوا کوئی جواب نہیں ہے۔ اب آخری منزل ہے۔ اپنے تعاون کی رفتار بڑھا دیجیے اور کسی نہ کسی طرح مضمون مکمل کر ڈالیے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲۶)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۷ر مئی ۱۹۷۹ء

برادرم۔ تسلیم

دہلی کے سیمنار میں آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ آپ تشریف نہیں لائے۔ قمر رئیس نے کہا

تھا کہ آپ بھی مدعو ہیں۔ آج حیدر آباد ہو کر واپس آیا ہوں۔ آپ کا خط ڈاک میں رکھا تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ انتخاب اور نقل کا کام شروع ہو گیا ہے۔

گفتگو کا ترقی پسند ادب نمبر ہر حال میں آخر اگست تک شائع ہو جانا چاہیے۔ کسی قسم کی تاخیر ممکن نہیں ہے۔ یہ خصوصی نمبر اپریل میں شائع ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن کام مکمل نہیں ہوا۔ اس کی وجہ سے ساڑھے سات ہزار کے اشتہارات کا نقصان ہو گیا۔۔ بعض اشتہارات میں تاریخ اشاعت کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔ آٹھ سو صفحات کا یہ ضخیم نمبر آفسٹ پر چھپے گا۔ اس کا خرچ تقریباً تیس ہزار روپیہ آئے گا جو میں تن تنہا جمع کر رہا ہوں۔ اگر یہ خصوصی نمبر اگست میں شائع نہ ہو سکا تو سات آٹھ ہزار کا اور نقصان ہو جائے گا اور پھر یہ نمبر کبھی شائع نہ ہو سکے گا اور اب تک جو روپیہ اس پر خرچ ہو چکا ہے اس کا جرمانہ مجھے ادا کرنا پڑے گا۔ اس لیے آپ ذرا سی زحمت کیجیے اور جلد سے جلد انتخاب نقل کرا کے میرے پاس بھیج دیجیے اور جون کے وسط تک افسانے کے سفر پر اپنا مضمون عنایت کر دیجیے۔ اس کے علاوہ ہر افسانہ نگار کی تاریخ پیدائش اور تخلیقات کی فہرست ہو۔ یہ آخر میں چھاپا جائے گا۔

میں نے آپ کو پہلے لکھا تھا کہ بڑے افسانہ نگاروں کی دو دو کہانیاں ہوں گی اور باقی حضرات کی ایک ایک کہانی۔ بڑے افسانہ نگاروں کی دو سے زیادہ کہانیاں بھی لی جا سکتی ہیں۔ میں نے کرشن کے ان داتا اور کالو بھنگی کا انتخاب کیا ہے۔ آپ 'حسن اور حیوان' اور 'زندگی کے موڑ پر' یہ دو کہانیاں بھی شامل کر لیجیے۔ انتخاب کی بنیاد یہ ہو گی: (۱) مستند ترقی پسند افسانہ نگاروں کا انتخاب جیسے کرشن چندر (۲) ان افسانہ نگاروں کا انتخاب جو ترقی پسند تحریک میں شامل نہیں تھے لیکن ترقی پسند افسانوں کے خالق ہیں جیسے راجندر سنگھ بیدی۔ (۳) آج کی نسل کے جدید افسانہ نگار جو ترقی پسند تحریک کے مخالف ہیں یا نکتہ چیں لیکن ترقی پسندی کی کرنوں سے محفوظ نہیں رہ سکے جیسے سریندر پرکاش کا افسانہ 'بجوکا'۔ چوں کہ ترقی پسند تحریک غیر منقسم ہندوستان کی تحریک تھی اس لیے پاکستان اور ہندوستان دونوں افسانہ نگاروں کو انتخاب میں شریک کیجیے۔ ایک فہرست آپ کو لکھ رہا ہوں۔ اس کو مکمل آپ کر لیجیے۔

اول درجے کے افسانہ نگار: (۱) منٹو (ٹوبہ ٹیک سنگھ نقل ہو گیا ہے۔ ایک اور افسانہ شامل کیجیے)۔ (۲) راجندر سنگھ بیدی (لاجونتی نقل ہو گیا ہے۔ گرم کوٹ نقل ہو رہا ہے۔ آپ کچھ اور شامل کرنا چاہیں تو انتخاب کر لیجیے)۔ (۴) عصمت چغتائی (گیندا اور ننھی کی نانی نقل ہو گئے۔ ایک اور چاہیے۔ (۵) احمد ندیم قاسمی (۶) حیات اللہ انصاری (۷) احمد عباس (ابابیل اور منڈی نقل ہو گئے) (۸) قرۃ العین حیدر (ہاؤسنگ سوسائٹی، یہ غازی یہ تیرے پر اسرار

بندے اور اگلے جنم سو ہے بیٹا نہ کچو نقل ہو گئے۔ ان کے علاوہ اگر آپ اول درجے میں کسی اور افسانہ نگار کو شامل کرنا چاہیں تو کر لیجیے۔ میرے نزدیک آٹھ اول درجے کے افسانہ نگار ہیں۔ دوسری فہرست میں جن کا ایک ایک افسانہ ہو گا (۱) اوپندر ناتھ اشک (۲) عزیز احمد (۳) اختر اورینوی (۴) دیوندر ستیارتھی (۵) بلونت سنگھ (۶) پرکاش پنڈت (۷) سہیل عظیم آبادی (۸) ابوالفضل صدیقی (۹) شوکت صدیقی (ان کا درجہ ناول میں بڑا ہے)(۱۰) رشید جہاں (۱۱) اشفاق احمد گڈریہ شامل کیجیے (۱۲) انور عظیم (۱۳) جیلانی بانو (۱۴) قاضی عبدالستار (۱۵) خدیجہ مستور (۱۶) ہاجرہ مسرور (۱۷) رضیہ سجاد ظہیر (۱۸) سریندر پرکاش (بجوکا۔ یہ افسانہ میرے پاس ہے نقل ہو جائے گا)(۱۹) کوثر چاند پوری (۲۰) انور سدید (۲۱) واجدہ تبسم (۲۲) مہندر ناتھ (بلراج مین را کے متعلق سوچ لیجیے کوئی چیز مل جائے تو مضائقہ نہیں ہے)(۲۳) جوگندر پال (ہندوستان اور پاکستان کے نئے افسانہ نگاروں میں سے اگر دو تین اور اہم افسانہ نگار ہوں تو مضائقہ نہیں ہے۔ مثلاً جیلہ ہاشمی)۔

اب اہم بات یہ ہے کہ آٹھ سو صفحات میں کتنے صفحے افسانے کو دیے جائیں۔ اسی اعتبار سے افسانہ نگاروں کی تعداد کم کر لیجیے۔ اب آپ فائنل فہرست بنا لیجیے اور مجھے اطلاع دے دیجیے۔ صفحہ ۴ کی آخری سطر کے بعد بہتر یہ ہو گا کہ مضمون میں تمام یا زیادہ سے زیادہ افسانہ نگاروں کا جائزہ لیجیے لیکن انتخاب میں ان کی تعداد کم کر دیجیے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲۷)

10 - Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bombay-400036

۱۰ رنومبر ۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

ترقی پسند ادب نمبر کے مضامین کی مکمل فہرست اور ترتیب بھیج رہا ہوں۔ یہ نمبر آٹھ سو صفحات کا ہونا چاہیے لیکن کتابت شدہ صفحات کی تعداد 976 ہو جائے گی۔ سرورق اور فہرست وغیرہ شامل ہو جانے کے بعد ایک ہزار صفحات پر پہنچے گی۔ آٹھ سو صفحات کی طباعت کا خرچ تقریباً 45 ہزار روپیہ ہے۔ مزید دو سو صفحات پر دس ہزار کا اور خرچ آئے

گا۔ یہ میرے بس سے باہر ہے۔ میں اب تک تقریباً تیس ہزار کے اشتہارات جمع کر سکا ہوں۔ مزید پچیس ہزار کے اشتہارات جمع کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے اس فہرست میں سے دو سو صفحات کے مضامین کم کرنا بے حد ضروری ہے۔ میں نے چند افسانوں پر سرخ دائرے بنا دیے ہیں۔ میرے نزدیک یہ افسانے خارج کیے جا سکتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر کا افسانہ ہاؤسنگ سوسائٹی پچاس صفحات میں آیا ہے۔ (اتنے صفحات کسی اور افسانہ نگار کے نہیں ہیں) اس لیے ان کا افسانہ "یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے" جو اپنی جگہ اچھا افسانہ ہے اور اس کا موضوع بھی اہم ہے مجبوراً خارج کرنا پڑے گا۔ صفحات کی تنگ دامانی کی وجہ سے "جلا وطن" بھی جو اچھا افسانہ ہے شامل نہیں کیا جا سکتا۔ احمد علی کا افسانہ "ہماری گلی" ادبی تاریخ کے اعتبار سے ضروری افسانہ ہے لیکن سجاد ظہیر اور رشید جہاں انگارے گروپ کی نمائندگی کے لیے کافی ہیں۔ اس لیے "ہماری گلی" کو خارج کیا جا سکتا ہے۔ احمد علی کا ذکر "انگارے" والے مضمون میں موجود ہے۔ حسن عسکری کا "حرام جادی" بھی آسانی سے خارج کیا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح ممتاز شیریں کا افسانہ "گھنیری بدلیوں میں" دونوں اچھے افسانے ہیں اداریے میں ان کا ذکر کر دیا جائے گا۔ باقی افسانے پنجرے کا آدمی (رتن سنگھ) چوراہے پر ننگا ہوا آدمی (انور قمر) سواری (خالدہ اصغر) دو بھیگے ہوئے لوگ (اقبال مجید) اور کالے ناگ کے پجاری (سلام بن رزاق) میرے نزدیک خراب افسانے ہیں۔ یہ جدیدیت کے اس نقطۂ نگاہ کی ترجمانی کرتے ہیں کہ افسانہ ازلی اور ابدی طور سے بے بس ہے۔ ظالم اور مظلوم کا فرق نمایاں کرنا ترقی پسندی اور پروپیگنڈا ہے اور جدید افسانہ اس سے بے نیاز ہے۔ زبان اور بیان کے اعتبار سے بھی یہ افسانے کمزور ہیں۔ جہاں تک سمبالک (Symbolic) افسانہ نگاری کا تعلق ہے اس کی بہترین مثالیں ہمارے انتخاب میں شامل ہیں جیسے کشتی (انتظار حسین) کونپل (انور سجاد) اور بجوکا (سریندر پرکاش) اس بات کی ابتدا کہ ظالم اور مظلوم کا فرق ضروری نہیں ہے حسن عسکری نے پاکستان بننے کے بعد کی تھی اور انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ قرآن کے اعتبار سے زمانہ ظالم اور جاہل ہے اس بیان کو میں قرآن کی غلط تاویل سمجھتا ہوں۔ رتن سنگھ، انور قمر، خالدہ اصغر، اقبال مجید اور سلام بن رزاق نے جس ذہنیت کا اظہار ان افسانوں میں کیا ہے اس کی تشکیل ۱۹۳۰ء کے بعد کالنگ ووڈ (R.G. Colling Wood) اپنی کتاب The Principle of Art میں کی تھی۔ یہ کتاب آپ کی نظر سے گزری ہو گی۔ لیکن یہاں اس کا اقتباس اپنی بات کی وضاحت کرنے کے لیے لکھ رہا ہوں:

"In literature who chiefly matter have made the choice, and made it rightly. The credit for this

belongs in the main to one great poet, who has set the example by taking as his theme in a long series of poems a subject that interest everyone, the decay of our civilization"

یہ اشارہ ٹی ایس ایلیٹ کی طرف ہے جس کی نظم ویسٹ لینڈ کو جدید عہد کے ادب کا عہد نامہ (Testament) قرار دیا ہے:

"The poem depicts a world where the wholesome flowing water of emotion, which alone fertiliger all human activity, has dried up---No one gives, no one risk himself by sympathising no one has any thing to control. We are imprisoned in ourselves becalmed in a mindless selfishness. The only emotion left us in fear: fear of emotion itself, fear of death by drowning in it, fear in a handful of dust.

"This poem is not in the least amusing. Nor is it in the least (یعنی جو جذبات اور احساس میں تبدیلی پیدا کرے) (magical. The reader who expects it to be satire, or an entertaining description of viser, is as disappointed with this as the reader who expects it to be propaganda, or an exburlation to get up and do some thing---- to — tittle neo- kiplings.

(اس سے مراد ہیں انگلستان اور یورپ کے بائیں بازو کے ادیب جو کپلنگ کے برعکس شہنشاہیت کا پروپیگنڈا کرنے کے بجائے اشتراکیت کا پروپیگنڈا کر رہے تھے)

Who thinks of poetry as an incitement to political virtue it is even worse; for it describes an evil where no one and nothing is to blame, and evil not curable by shooting capitalists or destroying a social system, a desease which has so eaten into civilization that political remedies are about as useful as poulticing a xancer--- The remedy in the poem itself".

جن افسانوں کا میں نے اوپر نام لیا ہے وہ اس قسم کی ذہنیت کے ترجمان ہیں۔ لیکن ان کے

مصنف باشعور رجعت پرست نہیں ہیں۔ وہ سب کے سب جدیدیت کے پروپیگنڈے کے شکار ہیں۔ اگر آپ جیسے باشعور نقاد ان لوگوں کی افسانہ نگاری پر ہمدردی سے مضامین لکھ کر انھیں اس زہریلی حقیقت سے آگاہ کریں تو مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ آگے چل کر بہت اچھے افسانے لکھیں گے۔ فی الحال ان کو ترقی پسند ادب نمبر میں شامل کرنا مناسب نہیں ہے۔ سہیل عظیم آبادی، جیلانی بانو، کلام حیدری اور عابد سہیل کے افسانے بھی ذرا کمزور ہیں۔ لیکن ان کے موضوعات اہم ہیں اس لیے شامل کیے جا سکتے ہیں۔

سرخ نشان کے افسانوں کو خارج کر کے صرف 71 صفحات کی بچت ہو گی۔ باقی سو اور صفحات کیسے کم کیے جائیں۔ آپ فہرست مضامین پر نظر ڈال کر رائے دیجیے۔ میں دہلی جا رہا ہوں۔ قمر رئیس اور عتیق اللہ سے بھی بات کروں گا۔

ایک اور اہم سوال میرے سامنے ہے۔ اس خاص نمبر میں چند اہم مضامین شامل نہیں کیے جا سکے ہیں۔ (۱) افسانے کا سفر۔ ڈاکٹر محمد عقیل (۲) ناول کا سفر۔ ڈاکٹر قمر رئیس۔ (۳) نظم کا سفر۔ ڈاکٹر وحید اختر (۴) غزل کا سفر۔ ڈاکٹر عتیق اللہ (۵) پریم چند۔ ڈاکٹر قمر رئیس۔ (۶) ترقی پسند تحریک کی عطا۔ ڈاکٹر عالم خوند میری۔ (۷) مارکسی تنقید اور ادب۔ ڈاکٹر محمد حسن۔ لیکن اب یہ سوال مجھے اس لیے پریشان نہیں کر رہا ہے کہ اب تک ان میں سے کوئی مضمون موصول نہیں ہوا ہے اور یقین نہیں ہے کہ سب مضامین موصول ہو جائیں گے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ان اہم مضامین کو میں "گفتگو" کے آئندہ شمارے میں شائع کر سکتا ہوں تاکہ سب مضامین ایک ساتھ چھپ سکیں۔

فہرست کا آخری باب جو نئی تخلیقات پر ہے اس لیے ضروری ہے کہ یہ معلوم ہو سکے کہ ترقی پسند تخلیق کا سلسلہ جاری ہے۔ اس باب میں چند مختصر افسانوں اور نظموں کے علاوہ دو نہایت اہم مضامین شامل ہیں۔ (۱) ترقی پسندی سے جدیدیت تک از پروفیسر خورشید سمیع اور (۲) جدیدیت اور لوکاچ از اصغر علی انجینئر۔

آخر میں چند صفحات شخصیت پر ہوں گے یعنی اس نمبر میں شریک ہونے والے ادیبوں کی نشان دہی۔ یہ حصہ میں نے تیار کرا لیا ہے۔ ایک چھوٹے سے اداریے کی بھی ضرورت ہے جو میں چاہتا ہوں کہ قمر رئیس اور عتیق اللہ لکھ دیں۔

لیجیے اب یہ نمبر پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ جس میں ڈاکٹر قمر رئیس، عتیق اللہ، وحید اختر اور آپ کی مخلصانہ کاوشیں شامل ہیں۔

میں نے ایک چھوٹا سا دیباچہ پیش گفتار میں لکھا ہے۔ آپ کے ملاحظے کے لیے بھیج رہا ہوں۔
آپ پسند فرمائیں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲۸)

۱۲ر نومبر ۱۹۷۹ء
برادرم۔ تسلیم

ابھی رجسٹری کے ذریعے سے افسانوں کا نیا پیکٹ ملا۔ اس میں پانچ افسانے ہیں۔ (۱) اماوس کی رات (۲) چوراہے پر ننگا ہوا آدمی (۳) سوا نیزے پر سورج (۴) پنجرے کا آدمی (۵) اکھڑے ہوئے لوگ۔ اس طرح آپ کی طرف سے نقل نویسی کا کام مکمل ہو گیا۔ علی عباس حسینی کی کہانی "میلہ گھومنی" اور کلام حیدری کی کہانی "کچی" میرے پاس ہیں۔ آپ زحمت نہ کریں۔ پریم چند کی کہانی "اماوس کی رات" کے پہلے صفحے پر پہلے پیراگراف میں ایک جملہ ہے جو کچھ الجھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ذرا اسے دیکھ کر ٹھیک کر دیجیے۔ "اور بالا خانوں پر ماہر دیون کے نغمے دلآویز کے بجائے اب جنگلی کبوتروں کی مستانہ ادائیں سنائی دیتی تھیں" (کیا یہ نغمہ دلآویز ہے اور ماہر دیون کون ہے؟)۔

میں کل آپ کو ترقی پسند ادب نمبر کی مکمل ترتیب بھیجوں گا۔ افسانوں کا باب طویل ہو گیا ہے۔ تقریباً ساڑھے چار سو صفحات صرف افسانوں کے لیے ہیں۔ اس میں آپ کا مقالہ شامل نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ افسانوں کو کسی بھی صورت میں تین سو سے زیادہ صفحات نہیں دیے جا سکتے۔ اب ڈیڑھ سو صفحات کم کرنے میں آپ میری مدد کیجیے۔ خاص نمبر ساڑھے آٹھ سو صفحات کا ہو گیا ہے۔ اور صفحات بڑھانا ممکن نہیں ہے۔ لاگت فی صفحہ پچاس روپے آ رہی ہے۔ میں اس بجٹ سے پریشان ہو گیا ہوں۔ روپیہ حاصل کرنے کی کوئی نئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ چالیس ہزار روپے کا انتظام بھی ترقی پسند تحریک کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ میرے کچھ ذاتی مراسم ضرور ہیں لیکن پھر بھی بات یہ ہے کہ لوگ ترقی پسند ادب کی قدر اور احترام کرتے ہیں۔

یقین ہے کہ آپ کی اہلیہ کی طبیعت اب بہتر ہو گی اور آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲۹)

۴؍دسمبر۱۹۷۹ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

میں نے ۲۲؍نومبر کو ترقی پسند ادب کی مکمل فہرست بھیجی تھی۔ اس کے ساتھ ایک طویل خط بھی تھا۔ اس دوران میں میرے پہلے خط کے جواب میں آپ کا خط آیا۔ میں آپ کے اس مشورے سے متفق ہوں کہ ترقی پسند ادب نمبر سے تنقیدی اور نظریاتی مضامین کا انتخاب خارج کر دیا جائے۔ اس طرح ۸۳ صفحات کی بچت ہو جائے گی اور میں رام لعل، عابد سہیل، رتن سنگھ، قاضی عبدالستار، انور قمر، جیلانی بانو، اقبال متین، اقبال مجید، سلام بن رزاق اور کلام حیدری کے افسانے شامل کر سکوں گا۔ حالاں کہ یہ سب کمزور افسانے ہیں اور بعض خراب افسانے ہیں۔ بہر حال مجبوری ہے۔ اس کے بعد ''گفتگو'' کا تنقیدی ادب نمبر بہت اچھا ہو سکتا ہے بشرطیکہ مجھے آپ کا اور دوسرے احباب کا تعاون حاصل ہو سکے جو یقیناً حاصل ہو گا۔

اب آپ اتنی زحمت کیجیے کہ ایک ہفتے کے اندر بارہ سو الفاظ میں افسانوں کے انتخاب پر ایک چھوٹا سا مضمون لکھ دیجیے یہ ضروری ہے۔ کتابت اب آخری منزلوں میں ہے۔
امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۳۰)

10 - Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bombay-400036

۲۴؍ستمبر ۱۹۸۰ء
برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم
آخر خدا خدا کر کے ترقی پسند ادب نمبر شائع ہو گیا۔ لیکن اب یہ چار جلدوں میں ہے۔ ...
سے زیادہ صفحات پر مشتمل پہلی جلد شائع ہوئی ہے جو افسانوں پر ختم ہوتی ہے۔ اب ...
جلد زیر طبع ہے اور تیسری اور چوتھی زیر ترتیب۔ دوسری جلد میں چند اور ...
نظم، غزل، تنقیدی اور نظریاتی مضامین اور کچھ نئی تخلیقات ہوں گی۔ تیسری جلد ...

مشتمل ہوگی اور چوتھی جلد کا موضوع تھیٹر، ڈرامہ، فلم اور مصوری ہے۔ ترقی پسند تحریک نے ادب کے علاوہ فن کی دوسری اصناف کو بھی متاثر کیا ہے۔ یہ ایک ہمہ گیر تحریک رہی ہے۔ پہلی جلد کی دو کاپیاں آپ کے لیے بذریعہ رجسٹری بھیجی جا رہی ہیں۔ اس میں افسانوں کا انتخاب آپ نے کیا ہے۔ لیکن چند اہم افسانہ نگار چھوٹ گئے ہیں جیسے احمد علی، اختر رائے پوری، حسن عسکری، ممتاز شیریں، اختر اورینوی، رضیہ سجاد ظہیر، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، آغا بابر، پرکاش پنڈت، جوگندر پال وغیرہ۔ افسانہ نگاروں کے ایک ایک افسانے کا انتخاب کر کے ان کے نام لکھ دیجیے میں نقل کرالوں گا۔ پرچے کی طباعت شروع ہو گئی ہے۔ میں، ڈیڑھ ماہ کے لیے ہندوستان سے باہر جا رہا ہوں۔ آپ اپنا خط میرے گھر کے پتے پر سید احمد شمیم کے نام لکھیے۔ وہ آپ کی ہدایت کے مطابق افسانہ نقل کرا کے مکتبہ جامعہ کے پاس بھیج دیں گے۔ دوسری جلد جنوری ۱۹۸۱ء تک شائع ہو جانا چاہیے۔

پہلی جلد جو آپ کے پاس بھیجی جا رہی ہے اس پر تبصرے کا بھی انتظام کیجیے۔ "اندازے" میں بھی ایک تبصرہ شائع ہونا چاہیے۔ پہلی جلد کے لیے یونیورسٹی لائبریری اور شعبۂ اردو کے کتب خانے کا آرڈر بھجوا دیجیے۔ اس جلد کا استقبال بہت اچھا ہوا ہے۔

اب کچھ تخن گسترانہ بات۔ "اندازے" کے تازہ شمارے میں بہت سارے شعری مجموعوں پر تبصرے ہیں اور یہ زیادہ تر جدید شاعروں کے مجموعے ہیں۔ ان میں تین چار پانچ سال پرانی کتابیں بھی شامل ہیں، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ میری کتاب "لہو پکارتا ہے" کیفی کی "آوارہ سجدے" فیض کی "شام شہر یاراں" اور تاباں کی ساہتیہ اکیڈمی انعام حاصل کرنے والی کتاب کو اس قابل نہیں سمجھا گیا کہ ان پر تبصرہ کیا جائے۔ اگر "اندازے" جدیدیوں کا پرچہ ہوتا تو یہ بات کچھ سمجھ میں آسکتی تھی کہ انھوں نے ترقی پسند شعرا کو نظر انداز کیا ہے۔ لیکن آپ کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ ترقی پسند تحریک کے لیے یہ ضروری ہے کہ ترقی پسند شعرا کی تخلیقات کا بھی جائزہ لیا جائے تاکہ تقابلی طور پر یہ پتہ چل سکے کہ اس عہد میں صرف بری شاعری نہیں ہو رہی ہے، اچھی شاعری بھی ہو رہی ہے۔

چند سال پہلے جب آپ نے علامت نگاری پر کتاب شائع کی تھی تو اس میں بھی ترقی پسند شعرا نظر انداز کر دیے گئے تھے۔ آخر یہ سہو مسلسل کیوں۔

ایک اور بات۔ آپ نے وامق کی کتاب "شب چراغ" پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ "بہت سے معمولی شاعر تحسین ناشناس اور قلم کے سہارے کہاں سے کہاں پہنچ گئے"۔ مجھے

نہیں معلوم کہ آج تک کوئی شاعر تحسین ناشناسی سے کسی بلند مقام پر پہنچا ہے۔ ہاں فلم میں لکھنے کی وجہ سے کچھ نام زیادہ چمک اٹھے لیکن وہ سب کے سب ہمارے بہترین شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً جاں نثار اختر، ساحر لدھیانوی، مجروح سلطانپوری، کیفی اعظمی۔ ان سے پہلے آرزو لکھنوی اور جوش ملیح آبادی کے نام آتے ہیں۔ کیا واقعی ان سب کے پاس فلمی سہارے کے سوا کچھ نہیں، اگر یہ سب نہیں تو وہ کون سے شاعر ہیں جو تحسین ناشناس اور فلم کے سہارے کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ فلم کا نام لے کر ترقی پسند شعرا پر زیادہ تر رجعت پرست اور جدید یے حملہ کرتے ہیں۔ آپ تو ان کی صف میں نہیں ہیں۔ آپ مستند اور قابلِ احترام ترقی پسند نقاد ہیں۔ آپ سے بھی ان کی توقعات کچھ اور ہیں۔

اس کے علاوہ اس بات کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ ترقی پسند تحریک نے فلم پر کتنا اثر ڈالا ہے۔ یہ ترقی پسند ادب کی چوتھی جلد کا موضوع ہے جس پر اس وقت کام ہو رہا ہے۔ خواجہ احمد عباس کی فلم "دھرتی کے لال" سے لے کر بمل رائے کی "دو بیگھہ زمین" "ستیو کی "گرم ہوا" شیام بینگل کی "انکور" بھٹا چاریہ کی "مرگیہ" گریش کرنڈ کی "سنسکار" وغیرہ کا شمار فلمی فن کے سنگِ میل میں ہوتا ہے۔ اور یہ فلمیں بین الاقوامی سطح پر بہترین فلمیں تسلیم کی گئی ہیں اور دنیا کے مختلف ممالک سے انعامات حاصل کر چکی ہیں۔ "دھرتی کے لال" پیرس کے Archives میں دنیا کی بہترین فلموں کے ساتھ محفوظ ہے۔ احمد عباس کی تازہ ترین فلم "نکسل باری" Naxalite ہے جس کو بڑی جدوجہد کے بعد سنسر سرٹیفکٹ ملا ہے اور وہ فلم اس انقلابی گیت پر ختم ہوئی ہے ۔

ہم تو سورج ہیں، دنیا میں سو بار ڈوبے اور نکلتے رہیں گے
تیغ کی دھار پر، دل کی تلوار پر چلتے آئے ہیں چلتے رہیں گے
وقت کا کارواں ہے، یہ رکتا نہیں، انقلابی پھریرا ہے جھکتا نہیں
خون پی پی کے تھک جائیں گی سولیاں، ہم شہیدوں کے چہرے بدلتے رہیں
موت کو پھر گلے سے لگاتے چلے
دل وعدہ کیا تھا نبھاتے چلے

گزشتہ چالیس سال میں گیتوں کی دنیا میں بھی ترقی پسند شعرا نے انقلاب پیدا کیا ہے اور سیاسی اور سماجی شعور سے بھرپور گیت دیے ہیں جو لاکھوں لوگوں تک پہنچے ہیں۔ ساحر لدھیانوی کی عزت اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ فلم کا آرٹ بیسویں صدی کا سب سے بڑا فن ہے۔ اس میں

افسانہ، ڈرامہ، موسیقی، مصوری، فوٹوگرافی سب ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ فن کروڑوں انسانوں تک پہنچتا ہے۔ اس لیے لینن نے قلم کے فن کو سراہا ہے۔

اگر اس خط کی کوئی بات ناگوار گزری ہو تو اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۳۱)

۱۴ر جنوری ۱۹۸۸ء
برادرم۔ تسلیم

آپ کے ۲۲ر دسمبر کے خط کا جواب ذرا تاخیر سے دے رہا ہوں۔ خوشی کی بات ہے کہ آپ میرے لیے کچھ لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے صہبا صاحب کو لکھ دیا ہے۔ ویسے وہ انتظار تو ہر حالت میں کریں گے کیوں کہ مضامین کی فراہمی میں وقت لگتا ہے۔ فرمائش اور جنبشِ قلم کے درمیان کبھی بہت طویل وقفہ آ جاتا ہے۔ میرے پاس بے شمار فرمائشیں آتی ہیں اور میں انھیں پورا نہیں کر سکتا۔ یہی کیفیت دوسرے احباب کی بھی ہے۔ اور اس کو سمجھنا ضروری ہے۔ مجھ سے میری اس طرح کی کوتاہ قلمی کی وجہ سے احباب کو شکایت ہوتی ہے۔ میں کسی سے شکایت نہیں کرتا۔ یہ سچ بات ہے۔ کسی ہم عصر پر لکھنے کے لیے اس کیفیت کا پیدا ہونا ضروری ہے جسے بھگتی کی زبان میں سہج اوستھا (Sahaj Avastha) کہتے ہیں۔ اردو کا تنقیدی لفظ آمد اس مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں نے سہج اوستھا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جب گنگا میں طغیانی ہوتی ہے تو کشتی لہروں پر تیرتی چلی جاتی ہے اور اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑتی۔ اور جب پانی اتر جاتا ہے اور کشتی کیچڑ میں پھنس جاتی ہے اور اس کو رسیاں باندھ کر کھینچا جاتا ہے تو وہ کیچڑ میں اپنا نشان چھوڑ جاتی ہے۔ پہلی طغیانی کیفیت سہج اوستھا ہے اور دوسری اس کے برعکس۔

میں آج کل اپنی کتابیں مرتب کر رہا ہوں۔ تخلیق کی رفتار سست ہے۔ شاعری کے تمام مجموعوں کو دو جلدوں میں تقسیم کیا ہے۔ نام دونوں کا "کلیات" ہے۔ لیکن پہلی جلد کا نام "نئی دنیا کو سلام" ہے (اس میں "نئی دنیا کو سلام"، "ایشیا جاگ اٹھا"، "امن کا ستارہ" اور "ایک خواب اور" ہے)۔ اس میں "ایک خواب اور"، "پیراہن شرر" اور "لہو پکارتا ہے"

کے ساتھ ساتھ "خون کی لکیر" کی نظمیں بھی شامل ہیں۔ ناشر کون ہوگا، یہ ابھی نہیں معلوم۔ دیباچے میں اپنی شاعری پر خود لکھ رہا ہوں لیکن انتہائی انکساری کے ساتھ۔ چوں کہ اردو کا نظام شاعری غزل کا پروردہ ہے اس لیے شاعری کے نئے مزاج سے ناآشنائی عام ہے۔ میں غزل کا عاشق ہوں لیکن غزل زدہ ہونے کو نیک فال نہیں سمجھتا۔ نثر کی تحریروں کو بھی دو جلدوں میں جمع کر رہا ہوں۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۳۲)

10 - Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bombay-400036

۴ر مارچ ۱۹۸۸ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

لکھنؤ سے والی آسی نے آپ کی کتاب "لندن او لندن" کا ایک نسخہ بھیج دیا ہے۔ اس میں سب کچھ ہے صرف میرے لیے آپ کے ہاتھ کی تحریر کی کمی ہے۔ کتاب دل چسپ ہے۔ پڑھنے کے بعد شکریہ ادا کر رہا ہوں۔

اس میں فش اینڈ چپس کے باب میں آپ نے حیرت سے ایک خاتون کا ذکر کیا ہے جو یکایک باتھ روم سے باہر نکل آئیں۔ یورپ میں یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ بعض چھوٹے ہوٹلوں میں جہاں مشترک ٹوائلیٹ اور باتھ روم ہوتے ہیں وہاں مردوں اور عورتوں کے ٹوائلیٹ تو الگ الگ ہوتے ہیں لیکن باتھ روم یعنی غسل خانہ ایک ہی ہوتا ہے۔ ہمارے دوست احمد فراز اوسلو کے ایک ہوٹل میں اس طرح ایک برہنہ نوجوان لڑکی سے کترا تے تھے۔ "یہ جاتے تھے کہ وہ نکلی"۔ اور مقامات پر بھی یہی عالم ہے۔ چلیے آپ کو بھی دل چسپ تجربہ ہوا لیکن احمد فراز سے کم تر سطح پر۔ وہ جتنے دن اوسلو میں رہے روز اس واقعے کا ذکر مزے لے لے کر کرتے تھے۔

سبط حسن کے متعلق میں آج تک یہ نہ سمجھ سکا کہ انھوں نے پاکستان کے ذکر پر اتنی شدت سے اعتراض کیوں کیا تھا۔ انھیں مزید تقریر کرنے سے میں نے روکا تھا۔ کبھی اس مسئلے پر

ان سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لکھنؤ میں ۱۹۸۶ میں ملاقات ہوئی تھی لیکن وہاں ہم دوسرے عذابوں میں مبتلا تھے۔ اس دن بات کرنے کی نوبت نہیں آئی۔

لیکن ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ اطلاع غلط ہے کہ انھیں پاکستانی حکومت سے کچھ مراعات حاصل تھیں۔ جس کسی نے یہ بات بتائی ہے اس نے غلط بیانی کی ہے۔ میں کراچی میں دیکھ چکا ہوں کہ جن مشاعروں اور محفلوں میں حکومت کے ارباب ہوتے تھے ان میں سبط حسن شریک ہونے سے انکار کر دیتے تھے۔ چناں چہ وہ سادات امروہہ کے کسی مشاعرے میں کبھی شریک نہیں ہوئے۔ کیوں کہ ان میں کوئی نہ کوئی وزیر صدارت کرتا تھا یا افتتاح کے فرائض انجام دیتا تھا۔ سبط حسن کی پوری زندگی میرے سامنے ہے، آخری لمحے تک کے حالات۔ سبط حسن پر حمید اختر نے اپنی کتاب 'احوال دوستاں' میں بہت اچھا مضمون لکھا ہے۔ ان کے مضامین کی کتاب نوید فکر اور آخری کتاب Battle of Idras in Pakistan سبط کے کردار کی شہادت دیں گی۔ ان کا ذریعہ معاش بھی مجھے معلوم ہے۔ بہر حال لندن کے واقعے کے متعلق آپ کی حیرت میں میں بھی شریک ہوں۔

کوئی آگاہ نہیں باطن ہم دیگر سے
ہے ہر اک فرد جہاں میں ورق ناخواندہ

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۳۳)

۲۱ر مئی ۱۹۸۸ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

آپ کے ۱۰ر مارچ کے خط کا جواب اس وقت لکھنا چاہتا تھا لیکن نہ جانے کیسے اتنی تاخیر ہو گئی معذرت خواہ ہوں۔

لکھنؤ کے جشن فیض کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے بارے میں کیا اظہار خیال کروں۔ سنا ہے کہ آپ اس میں شریک تھے۔ خبر یہ ہے کہ جشن بہت اچھا ہوا۔ صرف مشاعرہ ہڑبونگ کا شکار ہو گیا۔

لکھنؤ کے جشن اپریل ۱۹۸۶ء میں میں نے حالات کی خرابی کے پیش نظر یہ تجویز پیش کی تھی کہ نیشنل فیڈریشن ایک لسانی کمیشن مقرر کرے جس میں ہندوستان کی بیشتر زبانوں کے ماہرین لسانیات شریک کیے جائیں۔ اس کمیشن کی تشکیل ۱۹۸۶ء کے آخر تک ہو گی۔ اس کے اراکین کے بارے میں میرے پاس زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ میں نے راجیو سکسینہ سے اراکین کے متعلق ایک نوٹ مانگا تھا لیکن کسی وجہ سے وہ نہیں ملا۔ اب تک کمیشن کا کوئی جلسہ نہیں ہوا ہے۔ چند اراکین نے اپنے مشورے اور مضامین بھیجے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ کام ڈاکٹر بہادر گوڑ نے کیا ہے۔ میں اپنے نوٹ بھیج چکا ہوں۔ اس کی ایک زیراکس کاپی دوسرے کاغذات کے ساتھ آپ کو چند روز میں روانہ کر دوں گا۔

راجیو سکسینہ جس طرز پر کمیشن کا کام کر رہے ہیں میں اس سے مطمئن نہیں ہوں۔ میرے ذہن میں دوسرا ہی نقشہ تھا۔ وہ خط و کتابت کے ذریعے سے فیصلہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں خاموشی سے انتظار کر رہا ہوں کہ اس طرز عمل میں صدر کی حیثیت سے میرا کیا کام ہے۔ دوسرے صدر نامور سنگھ نے تو 'ہنس' میں مضمون لکھ کر اپنا کام مکمل کر دیا۔ اب ترقی پسند مصنفین کی انجمن مکمل طور سے ہندی والوں کے ہاتھ میں ہے۔ میری طرح کے پرانے لوگوں کا تھوڑا سا لحاظ کرتے ہیں۔ خلوص اور احترام کا جذبہ کم ہے۔ ایں ہم اندر عاشقی۔

گزشتہ سال دسمبر میں ہماری کانفرنس نہیں ہو سکی۔ اس سال کل ہند انجمن ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس بمبئی میں ہو جائے تو بہتر ہے۔
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۳۴)

۶؍ ستمبر ۱۹۸۸ء
برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم
یہ صہبا لکھنوی کا پیغام ہے جو زیراکس کی شکل میں آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ اس کو آپ قاصد کا فریضہ سمجھیے۔ میری طرف سے تقاضا نہیں ہے۔
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

بمبئی ۶؍ ستمبر ۱۹۸۸ء

10 - Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bombay-400036

۲۴؍ نومبر ۱۹۸۸ء

برادرم۔ تسلیم

میں پرسوں صبح دہلی سے واپس آیا ہوں۔ آپ کا ۱۴؍ نومبر کا اور فاطمی کا ۱۵؍ نومبر کا خط میرا انتظار کر رہا تھا۔

دو ہزار کی رقم آپ کو مل گئی ہو گی۔ فاطمی نے لکھا ہے کہ اگر پانچ ہزار ہو جائے تو انھیں سیمنار اور کانفرنس کرنے میں آسانی ہو گی۔ میں نے قمر رئیس سے دریافت کیا تھا کہ بینک میں ہمارا کتنا روپیہ ہے۔ ان کا جواب نہیں آیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ پچیس ہزار کے قریب انجمن کے کھاتے میں جمع ہو گا۔ آپ کو تین ہزار کی رقم اور بھیج دی جائے گی۔ احتشام حسین سیمنار بہت اہم ہے۔ اس کے ساتھ تنظیمی مسائل کے بارے میں تبادلہ خیال کا وقت نکال لیجیے۔ بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ میں کوشش کروں گا کہ تین ہزار کا چیک جلد سے جلد آپ کو مل جائے لیکن اتنا وقت تو ضرور لگے گا کہ چیک قمر رئیس کے دستخط کے ساتھ بمبئی آئے گا اور پھر میرے دستخط کے بعد آپ کے پاس جائے گا۔ بہر حال آپ حضرات تیاریاں مکمل کر لیجیے۔ فاطمی نے لکھا ہے کہ وہ سیمنار کو ملتوی کر سکتے ہیں۔ لیکن میری رائے یہ نہیں ہے۔ آپ آخر دسمبر میں سیمنار کر ڈالیے۔

ہم بمبئی میں کل ہند کانفرنس کی تیاریاں شروع کر رہے ہیں۔ فروری ۱۹۸۹ء کا آخری ہفتہ مناسب رہے گا۔ کیفی امریکہ سے واپس آگئے ہیں۔ مجروح یہاں موجود ہیں۔ کانفرنس کی تیاری کے لیے ہم تینوں کا ہونا ضروری ہے۔ فنڈ کی اپیل ہم تینوں کے دستخطوں سے جاری کی جائے گی۔ دسمبر ۱۹۸۶ء میں دہلی کے جشن کے لیے ہم نے پچپن یا ساٹھ ہزار روپیہ جمع کیا تھا اب فروری ۱۹۸۹ء کی تقریبات کے لیے زیادہ رقم کی ضرورت ہو گی۔ امید ہے کہ فراہم ہو جائے گا۔

ہمارا خیال ہے کہ اس کانفرنس میں ہندوستان کی مختلف زبانوں کے ادیبوں کو بھی برادرانہ طور پر دعوت دی جائے اور ہندی کے چند روشن خیال ادیبوں کو بھی شریک کیا جائے۔ قمر

رئیس سے اس مسئلے پر تبادلۂ خیال ہو چکا ہے۔اردو زبان کی حمایت میں ان حضرات کے بیانات مفید ہوں گے۔ آپ سیمینار یا کانفرنس کی تاریخیں طے کر چکے ہیں۔ایک بار اور ان کی تصدیق کر دیجیے تاکہ میں اپنے سفر کی تیاری کر سکوں۔ آپ حضرات کے ذمّے میرا سفر خرچ نہیں ہوگا۔ صرف میرے قیام کا معقول انتظام ہوگا جو میری عمر اور صحت کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔

آپ نے صہبا لکھنوی کی فرمائش پر میرے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ٹھیک ہے۔بات یہ ہے کہ کوئی بھی نقاد صرف اس حد تک لکھ سکتا ہے جس حد تک میری شاعری نے اس کو متاثر کیا ہے۔ متاثر کرنے کا عمل میری تخلیقی صلاحیتوں کے علاوہ نقاد یا قاری کی شعری تربیت یا ذوق شعری کا بھی پابند ہے۔اکثر و بیشتر یہ ذوق شعری غزل کی روایت کے دائرے میں رہتا ہے جس کی تشبیہات، استعارے اور تلمیحات اور حوالے مقرر اور سکہ بند ہیں۔اس سے باہر نکلنے کی ہر کوشش اردو معاشرے میں کم و بیش ناکام ہوئی ہے چاہے وہ نظیر اکبر آبادی ہوں، چاہے ن۔م۔راشد یا اختر الایمان، اپنی شاعری سے اس کی ایک دلچسپ مثال دیتا ہوں۔ طالب علمی کے زمانے میں میری ملاقات سلطانہ سے ہوئی جو لکھنؤ یونی ورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ میں انگریزی لٹریچر میں ایم۔اے کر رہا تھا اور وہ پولیٹیکل سائنس میں۔ پہلی ہی ملاقات میں میں نے ان سے کہا کہ "تم تو وینس ڈی میلو ہو" چند روز بعد انھوں نے مجھے وینس ڈی میلو کا ایک مجسمہ تحفتاً دیا۔میں نے ہنس کر کہا۔ کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں"۔ کچھ دنوں بعد میں نے ایک نظم کہی جو اس شعر پر ختم ہوتی ہے ۔

سنا کرتے تھے حسن وینس و ہیلن کے افسانے
جمالِ وینس و ہیلن کا آخر اعتبار آیا

مجھے معلوم ہے کہ یہ شعر اردو معاشرے کو متاثر نہیں کر سکتا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ لیلیٰ کا استعارہ Evocative ہے۔ لیکن میں اس مقام پر لیلیٰ سے کترا کر نکل جاتا ہوں اور وینس، ہیلن، ہیر اور جولیٹ کے استعارے استعمال کرتا ہوں۔ویسے کبھی کبھی اپنی شعری ضرورت کے لیے لیلیٰ، سلمیٰ اور شیریں کے حسن کی طرف بھی شوق سے دیکھ لیتا ہوں جیسے ۔

اے عشق جنوں پیشہ
اس سمت میں چلنا ہے
ڈوبا ہے جہاں سورج
نکلا ہے جہاں سورج
واں ریت کے ٹیلے پر

یا ناقہ لیلیٰ ہے
یا محمل سلمیٰ ہے

(نظم "آبلہ پا" کا اقتباس)

جب میں جموں یونیورسٹی میں وزٹنگ پروفیسر تھا تو ایک روز دسمبر کی نہایت سرد دوپہر میں لڑکے لڑکیاں رنگین لباسوں میں گھاس پر بیٹھے ہوئے دھوپ کھا رہے تھے۔ میں نے جگن ناتھ آزاد سے کہا کہ دیکھو یہ منظر شاعری میں اس طرح آیا ہے۔

راستے دوڑ کے اسکولوں میں مل جاتے ہیں
بچے پھولوں کی طرح گھاس میں کھل جاتے ہیں

میری شاعری میں اس سے زیادہ خطرناک صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب میں اس طرح کے شعر کہتا ہوں۔

روٹیاں چکلوں کی قحبائیں ہیں
جن کو سرمائے کے دلالوں نے
نفع خوری کے جھروکوں میں سجا رکھا ہے

یا

چاولوں کی صورت پر مفلسی برستی ہے

میں خود اس شاعری سے مطمئن ہوں لیکن اپنے قاری یا کسی نقاد سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ تم اس کو پسند کرو۔ میں آج کل اپنا کلیات مرتب کر رہا ہوں اور خود اس پر دیباچہ لکھ رہا ہوں۔ جس میں اس شاعرانہ یا غیر شاعرانہ طرز عمل اور طرز ادا سے بحث کی ہے کسی کو قائل کرنے کے لیے نہیں بلکہ اپنی روح کو بے نقاب کرنے کے لیے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میں خود فریبی میں مبتلا ہوں اور جس کو بے نقابی کہہ رہا ہوں وہ کوئی اور نقاب نہ ہو۔

امید ہے کہ اس "ذرمدح خود" نے آپ کو بے لطف نہ کیا ہوگا۔ یہ سب میرے قلم سے اس لیے نکل گیا کہ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ صہبا لکھنوی کے لیے مضمون "جیسا چاہتا تھا ویسا تو نہیں ہو پا رہا ہے مگر کچھ ہو جائے گا" یہ احساس آپ اپنے دل سے نکال دیجیے۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ اچھا ہی ہوگا کیوں کہ خلوص کے قلم سے لکھا ہے۔

آپ کا
سردار جعفری

۶؍ جنوری ۱۹۸۹ء
برادرم عقیل رضوی۔ نیا سال مبارک ہو۔

جو خط ۲۲؍ دسمبر کو لکھنا تھا آج لکھ رہا ہوں۔ میں ۲۲؍ دسمبر کو دہلی روانہ ہو رہا تھا تاکہ ۲۳؍ کو الٰہ آباد آجاؤں۔ یکایک میرے پوتے اقبال کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی۔ تیز بخار اور سر میں شدید درد۔ کئی ڈاکٹروں نے دیکھا اور بچے کو فوراً اسپتال منتقل کرنے کا مشورہ دیا۔ اسپتال میں جگہ حاصل کرنے کے لیے ایک رات اور آدھا دن گزر گیا۔ خدا خدا کر کے اسپتال میں ۲۳؍ دسمبر کو جگہ ملی۔ فوراً امتحان شروع ہو گئے اور رات تک فیصلہ ہو گیا کہ بچے کو MENENGITIS ہے۔ بہر حال علاج سے افاقہ ہوا۔ وائرس کا حملہ ذرا ہلکا تھا۔ اس علالت کے زمانے میں میری بیوی علی گڑھ گئی ہوئی تھیں اور میں گھر پر تنہا تھا۔ جس دن بچہ اسپتال سے واپس آیا اسی دن میری طبیعت خراب ہو گئی۔ میں دل کا پرانا مریض ہوں۔ اس کی وجہ سے پھیپھڑوں میں خون کا دوران کم ہو جاتا ہے تو کھانسی اور زکام کی شکایت شروع ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی علاج میں مہینہ بھر لگ جاتا ہے۔ آج کل اسی کیفیت میں مبتلا ہوں۔ ویسے طبیعت بہتر ہے۔

مجھے بہت افسوس ہے کہ میں احتشام حسین سمنار میں شریک نہ ہو سکا۔ ابھی تک اس کی کوئی رپورٹ میری نظر سے نہیں گزری۔ لکھیے کہ سمنار کیسا ہوا۔ اور یہ بھی لکھیے کہ دو ہزار میں آپ کا کام چل گیا یا نہیں۔ میں نے قمر رئیس کو لکھا تھا کہ تین ہزار کا چیک تیار کر کے میرے دستخط کے لیے میرے پاس بھیج دیں لیکن وہ یہ کام کسی وجہ سے نہیں کر سکے اور مجھے خط بھی نہیں لکھا۔ میرا خیال تھا کہ الٰہ آباد میں ملاقات ہو گی تو چیک کا انتظام کر دیا جائے گا۔ لیکن میں آ ہی نہ سکا۔

میں آج کل اور دشواریوں میں بھی مبتلا ہوں اور لکھنے پڑھنے کا کام نہیں کر سکتا۔ دیکھیے حالات کب تک قابو میں آتے ہیں۔

حیدر آباد سے خط آیا ہے۔ ۲۱؍ ۲۲؍ جنوری کو آندھرا پردیش کی انجمن ترقی پسند مصنفین اردو کی کانفرنس ہو رہی ہے۔ میں نے شرکت کا وعدہ کیا ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

۳ر مئی ۱۹۹۱ء

برادرم عقیل رضوی۔ تسلیم

آپ کا پوسٹ کارڈ ملا۔ میرے دو تین مرثیوں کے صرف ابتدائی بند محفوظ ہیں وہ جلد سے جلد ارسال کردوں گا لیکن ان میں کسی قسم کے سیاسی یا سماجی مسائل کا ذکر نہیں ہے۔ وہ میں نے پندرہ سولہ سال کی عمر میں کہے تھے غالباً ۱۹۲۷ء اور ۱۹۳۰ء کے درمیان۔ نیا کہنے کے لیے کچھ وقت درکار ہوگا۔ ذہنی یکسوئی ضروری ہے۔ آج کل تو میرا ذہن بائیس کو پ بنا ہوا ہے۔ ٹی وی سیریل کی وجہ سے اکثر پرانے دوستوں کے اشعار یاد آتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی اپنی طویل سوانحی نظم کے لیے کچھ شعر ہو جاتے ہیں۔ ابھی ایک مخصوص مقام کے لیے ایک غزل کی ضرورت تھی۔ دو شعر کہہ سکا۔

خبر کس طرح ہو جاتی ہے میری لغزشِ دل کی
لرز جاتی ہے آہستہ سے مژگانِ دراز اس کی
سمجھتا ہے زمانہ سارے فتنے سو رہے ہوں گے
مری جانب کھلی رہتی ہے چشمِ نیم باز اس کی

اس کے بعد ذہن کسی اور طرف چلا گیا۔ ممکن ہے کربلا میں استعارۃً کچھ واقعات کربلا آجائیں میری ایک بیاض اس وقت نہیں مل رہی ہے۔ اس میں "کربلا" کے ساتھ کی کچھ نظمیں ہیں۔ ایک کا عنوان "العطش" ہے۔ اتفاق سے وہ نظم کسی مشاعرے میں پڑھی نہیں اس لیے یاد نہیں ہے۔

آپ نے فیض کی نظم "آج بازار میں پابجولاں چلو" کا ذکر کیا ہے۔ میرے نزدیک وہ جدید مرثیہ نہیں ہے بلکہ مرثیہ ایک سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس میں مست رقصاں اور دست افشاں قسم کے الفاظ بھی ہیں۔ یہ نظم عثمان ہارونی کی فارسی غزل سے متاثر ہے جس کا مشہور شعر ہے ۔

بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہِ جاں بازاں
بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم
منم عثمانِ ہارونی کہ یارِ شیخ منصورم
ملامت می کند خلقے و من بردار می رقصم

• فیض کے آہنگ میں ان اشعار کا گاتا اور گنگناتا ہوا رقص الفاظ نہیں ہے تالیاں بجانے کی آواز ہے۔ اچھی نظم ہے۔ صرف ایک مصرعہ کھٹکتا ہے۔ "دستِ قاتل کے شایاں رہا کون ہے"۔ یہ غالب کے مصرے کی نئی تشکیل ہے۔

مرنے کی اب دل اور ہی تدبیر کر کہ میں
شایانِ دست و بازوئے قاتل نہیں رہا

غالب الفاظ کا بہتر مزاج داں ہے اس لیے "شایان" کا لفظ بغیر اضافت کے استعمال نہیں کیا ہے۔ "شایانِ دست و بازوئے قاتل" کا ایک اپنا حسن ہے۔

ہاں مرثیے کے سلسلے میں ایک بات یاد آئی۔ وحید اختر نے بہت اچھے مرثیے لکھے ہیں۔ آپ نے ان کی تخلیقات حاصل کر لی ہوں گی۔

میرا خیال ہے کہ بعض مرثیوں میں آج کے عہد کا عکس ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۳۸)

• ۳۰ر جنوری ۱۹۹۶ء

برادرم عقیل صاحب۔ تسلیم

آپ کا خط ملا۔ میری بد خطی کی وجہ سے آپ کو "ترانۂ جاں" پڑھنے میں دشواری ہوئی۔ شاید اور بھی چند الفاظ ہوں گے۔ میں مطبوعہ نسخہ ارسال کر رہا ہوں۔ ایرانیوں نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

میری رائے میں ترقی پسند مصنفین کی ایک بڑی کانفرنس کا اہتمام بمبئی میں ہونا چاہیے۔ یہاں روپیہ فراہم کرنے میں دشواری نہیں ہوگی۔ کیفی اور مجروح کے ساتھ مل کر یہ کام کیا جا سکتا ہے۔ ایک شرط یہ ہونی چاہیے کہ خواتین و حضرات مقالے لکھ کر لائیں اور معاوضہ معقول ہو۔ جشن حافظ میں بیس یا تیس مقالات آئے اور سب کو ایک ایک ہزار روپیہ نذرانہ دیا گیا۔

یہی صورت ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس میں ہونی چاہیے۔ ہم لوگ انتظام کرلیں گے۔ ایک ایک موضوع پر دو دو مقالات ہوں تو بہتر ہے۔ شاعری پر دو مقالات، افسانے پر دو مقالات، ناول پر دو، تنقید پر دو اور دو مقالات ادب کی دوسری اصناف پر۔ اس پر تفصیل سے گفتگو کر کے مجھے لکھیے۔

میں ادھر کچھ علیل رہتا ہوں۔ گزشتہ چند دنوں سے ملیریا میں مبتلا تھا۔ اب افاقہ ہوا ہے۔ کمزوری باقی ہے۔ لیکن کل صبح کی پرواز سے دو دن کے لیے دہلی جا رہا ہوں۔ بھگت سنگھ پر ایک بہت اچھی کتاب لکھی گئی ہے۔ اس کا افتتاح کرنا ہے۔ مختلف انگریزی اخبارات کے مدیر اور جرنلسٹ شریک ہو رہے ہیں۔ مصنف مشہور جرنلسٹ غفور نورانی ہیں۔ بہت ہی اچھی کتاب ہے۔ تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

حافظ شیرازی کی کچھ غزلوں کے ترجمے میں نے اور مجروح اور دوسرے شعرا نے گانے کے لیے کیے تھے۔ ایک شعر آپ کی نذر ہے۔

جان و دل ہیں شرفِ صحبتِ جاناں کے لیے
یہ نہیں ہے تو متاعِ دل و جاں کچھ بھی نہیں

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

بنام رام لعل

۲۷ر مئی ۱۹۸۶ء
برادر رام لعل۔ تسلیم

سب سے پہلے تو آپ کی خیریت دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ راج بہادر گوڑ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ دہلی میں گر پڑے تھے اور بہت چوٹ آئی تھی۔ لکھیے کہ آپ کیسے ہیں۔

کل "ہماری زبان" میں آپ کا مضمون دیکھا جس کا عنوان ہے "اتر پردیش میں اردو۔ تازہ صورت حالات"۔ مجھے اندازہ ہے کہ آپ کا روئے سخن کس طرف ہے۔ لیکن اس معاملے کو اگر اس وقت بحث کی شکل نہ دی جائے تو بہتر ہے۔ میں "ہماری زبان" کے ذریعے سے آپ سے یہ درخواست کر رہا ہوں۔ صحیح یا غلط۔ میرے مشورے پر لسانی کمیشن کے بارے میں جو فیصلہ ہوا اس وقت اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ اور راجیو سکسینہ سے میری خط و کتابت ہو رہی ہے اور بہت جلد کمیشن کی تشکیل عمل میں آئے گی۔ اس میں شرکت کے لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ کو بھی زحمت دی جائے۔ راج بہادر گوڑ کا یہ مشورہ بہت اچھا ہے کہ لسانی کمیشن کی تشکیل اور کارگزاری کے ساتھ ساتھ شمالی ہندوستان کی بعض یونی ورسٹیوں اور انجمن ترقی اردو میں ہندی اردو مذاکرات شروع کیے جائیں اس طرح زمین ہموار ہوگی۔

آپ کو اور بہت سے اردو دوستوں کو یہ افسوس ہے کہ لکھنؤ کے جشن اور کانفرنس میں اردو کی حمایت میں تجویز منظور نہیں ہوئی۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ وہاں فضا سازگار نہیں تھی ورنہ میں کمیشن کا سوال ہرگز نہ اٹھاتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر تجویز منظور بھی ہو جاتی تو کوئی فرق حالات میں پیدا نہ ہوتا۔ کیوں کہ یہ مسئلہ بظاہر لسانی ہے لیکن حقیقت میں سیاسی ہے۔ اور اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے بہت محنت کرنی پڑے گی۔ اس میں ایک کام یہ بھی ہے کہ اپنے دل پر جبر کر کے ہم ان کے ساتھ اردو کی خاطر اپنے اتحاد کو برقرار رکھیں جن سے شاید بات کرنا بھی پسند نہ کرتے ہوں۔ آپ کے مضمون کے بعد بحث مباحثے کا جو دروازہ کھلے گا اس کو بند کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس دروازے سے مسئلے کو حل کرنے کے بجائے انتشار پیدا کرنے والے بھی اندر داخل ہو جائیں گے۔

کانفرنس اور جشن میں آپ نے ہندی مزاج اور اردو مزاج کا جو اندازہ کیا ہے وہ آئس برگ کا

صرف ٹب (Teb) ہے۔ اندر بہت کچھ ہے جس کا شاید مجھے کچھ زیادہ علم ہے۔ لیکن زبان کھولنا اردو کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔

میں یہ بھی یقین دلانا چاہتا ہوں کہ لسانی کمیشن کے نتائج تجویز کے مقابلے میں زیادہ اچھے ہوں گے اور اس میں آپ بھی میرے ہم خیال ہوں گے کہ راجیو سکسینہ اور بھیشم ساہنی کا اردو کی حمایت میں آواز بلند کرنا کافی نہیں ہے۔ زیادہ طاقت ور حلقے ہیں جو مخالفت پر آمادہ ہیں۔ ان حلقوں میں اردو کے لیے فضا ہموار کرنا زیادہ اہم ضروری کام ہے۔

اس لیے آپ سے اور "ہماری زبان" سے یہ درخواست ہے کہ اس بحث کو آگے نہ بڑھایا جائے اور آپ کے مضمون کو اس انداز سے قبول کیا جائے کہ یہ اس کرب اور بے چینی کی آواز ہے جو عام طور سے اردو حلقوں میں محسوس کی جا رہی ہے۔

میں نے آپ کو لکھنؤ میں لسانی کمیشن کی تجویز کے بارے میں اپنا ایک بیان لکھ کر دیا تھا اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اردو اخبارات میں شائع کرا دیا جائے گا۔ میں نے یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ اس بیان کی ایک نقل ٹائمس آف انڈیا (Times of India) کے لاڈیٹر ساہنی صاحب کو بھی اشاعت کے لیے دے دی جائے۔ اگر نہ شائع ہوا ہو تو اب شائع کرا دیجیے تاکہ لسانی کمیشن کے کام کے لیے ایک اچھی فضا پیدا ہو سکے۔

میں اس خط کی ایک نقل "ہماری زبان" میں اشاعت کے لیے بھیج رہا ہوں۔

آپ کا

سردار جعفری

بنام سلطانہ جعفری

۱۳ر اکتوبر ۷۶ء

پیاری سلطانہ۔

تمھارا پوسٹ کارڈ ملا۔ یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا کہ پنّو کا پیر ٹھیک ہے اور وہ کام پر جا رہے ہیں۔ لیکن انھوں نے جو اسکرین پرنٹنگ کی بات شروع کی ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ٹریننگ کا کام چھوڑنا چاہ رہے ہیں۔ اس مسئلے پر بمبئی آکر گفتگو ہوگی۔

اندر کمار گجرال[1] ۹ر اکتوبر کو ماسکو سے آئے، ہماری مجلس عاملہ کے جلسے کی صدارت کی۔ اقبالؔ کے صد سالہ جشن کے لیے سوویت یونین سے اچھی خبریں لائے۔ تمھیں بہت پوچھ رہے تھے۔ ماسکو جانے کا پروگرام ہمارا اور تمھارا ساتھ بنے گا۔ اب سردیاں ہیں۔ غالباً اپریل مئی میں سفر کی صورت نکلے۔ تمھارے پاس تو مفت کا ٹکٹ ہے۔ میں اقبال کمیٹی کے کام سے جاؤں گا اور کلچرل ایکسچینج میں میرا ٹکٹ آئے گا۔ میزبان اندر کمار گجرال۔

کوئٹے کا سفر اچھا رہا۔ میں یہاں دو دن اور رہوں گا اور پھر ۱۷ر اکتوبر کی صبح کی پرواز سے حیدر آباد چلا جاؤں گا۔ وہاں سے ۲۰ر کی شام یا ۲۱ر کی صبح بمبئی آؤں گا۔ تمھارے لیے شریفے ضرور آئیں گے۔ اور اس سفر کی آمدنی میں بھی تمھارا حصّہ ہوگا۔ تم نے پوسٹ کارڈ میں لکھا ہے۔ بمبئی آکر مطالبہ پورا کر دوں گا۔

یہاں کا موسم خوشگوار ہے اور اچھی بات یہ ہے کہ مچھر نہیں ہیں یا بہت کم ہیں۔ عائشہ، شہلا کے ساتھ علی گڑھ گئی ہیں۔ کل رات اویس سے بھی ٹیلی فون پر بات ہوئی۔

میں نے اقبالؔ پر اپنی کتاب کا مسودہ مکتبہ جامعہ[2] کو دے دیا ہے۔ کل صبح تمھارے سوویت دیس آفس جاؤں گا اور انھیں اپنی روس والی نظموں کا مسودہ دوں گا۔

آج رات کو حبیب تنویر کے گھر جا رہا ہوں۔ وہاں سے ٹیلی فون کرنے کی کوشش کروں گا۔

امید ہے تم اچھی طرح ہوگی۔

پیار

تمھارا
سردار جعفری

بنام ستارہ جعفری

Central Jail, Nasik

۱۰؍ اگست ۴۹ء

پیاری بہن ستارہ۔ خوش رہو۔

بہت دن سے تمھارا خط نہیں آیا ہے۔ تمھارا آخری خط جو مجھے ملا ہے وہ ۲۵؍ جولائی کا لکھا ہوا ہے۔ تم نے لفافے پر لکھ دیا تھا کہ تمھیں لفافہ بند کرنے کے بعد میرے دو خط ملے۔ اس لیے میں جواب دینے سے پہلے تمھارے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن اس دوران میں تمھارا کوئی خط آیا ہی نہیں۔

میں نے پچھلے خط میں تم سے دریافت کیا تھا کہ گھر کا خرچ کس طرح چل رہا ہے۔ مفصل لکھو۔ سلطانہ جب بمبئی جاتے ہوئے یہاں آئی تھیں تو انھوں نے بھی مجھے گھر کی مالی پریشانیوں کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔ شاید تم نے خط میں لکھا تھا۔

سلطانہ بمبئی پہنچ گئی ہیں۔ خط آیا تھا۔ بچے مزے میں ہیں۔ بیچ میں دونوں کو زکام ہو گیا تھا۔ لیکن اب دونوں ٹھیک ہیں۔ اس مہینے میں سلطانہ کو کافی تنگی سے گزر کرنی پڑ رہی ہے۔ ان کے پاس صرف ڈیڑھ سو روپے تھے اور صرف بچوں کا مہینے کا خرچ سو روپے کے قریب ہے۔ سلطانہ کو اپنی تنخواہ ستمبر میں ملے گی۔ یہ مہینہ وہ کسی نہ کسی طرح گزار لیں گی۔

میں بالکل اچھا ہوں اور خوش ہوں۔ ابا جان کی طبیعت اب کیسی ہے۔

تمھاری تصویر مجھے مل گئی ہے اور میں نے اسے اپنے البم میں لگا لیا ہے۔ البم میں بچوں کی تصویریں زیادہ ہیں۔

سب کو درجہ بدرجہ سلام دعا۔

بہت پیار

تمھارا بھائی
سردار جعفری

بنام پروفیسر عبد القوی دسنوی

10- Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bomday-400036

Phone: 91 (22) 3867134

۴ر نومبر ۹۳ء

برادرم۔ تسلیم۔

عنایت نامہ کا شکریہ۔

آپ نے بمبئی کے قیام میں میرے گھر آنے کی زحمت کی۔ تھوڑی دیر کی صحبت خوشگوار تھی اور اس میں کچھ کام کی باتیں بھی ہو گئیں۔ افکار کراچی کو آپ کا پتہ لکھ کر بھیج دیا ہے۔ ہفتے عشرے میں سردار جعفری نمبر کا ایک نسخہ آپ کے پاس آجانا چاہیے۔

میں بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ میرے نثری مضامین جمع کرنے اور مرتب کرنے میں مدد کریں گے۔ میں اس ماہ کے آخر تک مضامین کی فہرست ارسال کردوں گا۔ جن کتابوں پر مقدمے یا پیش لفظ لکھے ہیں ان کی فہرست بھی فراہم کردوں گا۔ ان کے علاوہ گفتگو کے اداریے بھی ہیں۔ میرے کچھ اہم مضامین انگریزی میں ہیں۔ سوچتا ہوں ان کا ترجمہ بھی کردوں۔ فہرست میں آپ کی اطلاع کے لیے اُنھیں بھی شامل کروں گا۔

مکمل کلام کا مجموعہ ضروری تو ہے لیکن ہندوستان میں اس کے لیے مالی وسائل بہت کم ہیں۔ دیکھیے کچھ کرنے کی کوشش ضرور ہوگی۔ ممکن ہے کہ کچھ صورت پیدا ہو جائے، کوئی راستہ نکل آئے۔

میں ۹ر نومبر کی صبح بھوپال پہنچوں گا پنجاب میل سے اور دو دن کے بعد ۱۱ر کو دہلی چلا جاؤں گا۔ ممنون حسن خاں صاحب نے قیام کا انتظام کنگ ہوٹل میں کیا ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

بمبئی۔۳۱ جنوری ۹۳ء

برادرم۔ تسلیم۔

آپ کا ۱۴ر جنوری کا پوسٹ کارڈ ملا۔ شکریہ۔ بمبئی میں اب قدرے سکون ہے۔ لیکن آگ ابھی تک پوری طرح بجھی نہیں ہے۔ اندر ہی اندر سلگ رہی ہے۔ وہ اسباب جو اس قتل عام کے ذمہ دار تھے ابھی باقی ہیں۔ مجرموں کی نہ تو شناخت کی گئی ہے اور نہ انھیں کسی قسم کی سزا دیے جانے کا امکان ہے۔ پھر بھی امید کی جو کرن ہے اور اندھیرے میں جو روشنی ہے وہ عام گھر بے بس انسان کی انسان دوستی ہے۔ اس کی مثالیں ہر طرف مل رہی ہیں۔ بظاہر ہندوستان کا مستقبل تاریک نظر آتا ہے لیکن میں بالکل مایوس نہیں ہوں۔ یہاں کے کرفیو کے خاتمے کے بعد ایک روز میں نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے پوچھا کہ شہر کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا۔ "صاحب آج تو شانتی ہے کل کیا ہوگا نہیں معلوم۔ جب تک کرسی کی لڑائی باقی رہے گی ہم لوگ مارے جائیں گے"۔ یہ عام انسان کی ذہنیت ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہی ذہنیت ہندوستان کو بچائے گی۔ گیارہ بارہ کروڑ مسلمانوں کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ میر نے کہا تھا:

قتل کرتے کرتے تیرے تئیں جنوں ہو جائے گا

میں اب اس مصرعے کو اس طرح پڑھتا ہوں:

قتل کرتے کرتے خود تجھ کو جنوں ہو جائے گا

یہ جنون ہی عقل و خرد کے فروغ کا باعث بنے گا۔ مسلمانوں کو اس وقت ہوش سے کام لینا چاہیے۔ یہ امتحان کا وقت ہے۔ قاتلوں (کذا) کے باوجود ان کو وسیع تر ہمدردیاں حاصل ہیں۔ خدا انھیں ان لوگوں کی قیادت اور حمایت سے بچائے جن کے لیے اقبال نے کہا ہے۔

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا جانیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

اور یہ شعر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

انجام اس کا میں جانتا ہوں
جس معرکے میں ملا ہوں غازی

خدا کرے مسلمانوں کو بلند نگاہ اور پُرسوز جان کے نوجوانوں کی قیادت نصیب ہو۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نومبر میں ایک دن کے لیے جب بھوپال آیا تھا تو آپ سے نہ مل سکا۔ آپ کسی وجہ سے جلسوں میں نہ آسکے اور میں وقت کی کمی کے باعث آپ کے گھر نہ آسکا۔

اردو مضامین کی فہرست جلد بھیجوں گا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۳)

10- Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bomday-400036
Ph: 91 (22) 3867134

۹؍مارچ ۹۳ء

برادرم۔ تسلیم۔
آپ نے اپنے کتابچہ "اجنبی شہر" کا ایک نسخہ ارسال فرما کر کرم کیا۔ شکر گزار ہوں۔ ایک شام اس کے پڑھنے میں گزری اور وہ اچھی شام تھی خوشگوار شام تھی۔ ادھر پانچ چھ ہفتوں سے دل کی دلداری کر رہا تھا۔ اب اچھا ہوں اور گھر سے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔
نومبر کے مہینے میں آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ میں صرف دو دن قیام کر سکا اور وہ انتہائی مصروف دن تھے اور آپ کسی وجہ سے کسی جلسے میں شریک نہ ہو سکے۔ اس بار جب بھوپال کی طرف گزر ہوگا تو ضرور ملاقات ہوگی۔
میں اب تک اپنے مضامین کی فہرست نہیں بھیج سکا ہوں۔ فہرست جمع کر رہا ہوں۔ جلد سے جلد ارسال کروں گا۔
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۴)

10- Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bomday-400036
91 (22) 3867134

۶؍جون ۹۳ء

برادرم۔ تسلیم۔
آپ کا خط ملا۔ خوشی ہوئی کہ آپ کو میری نظم "زراج زراج" پسند آئی۔ جب نظم کہی تھی تو

اس کا عنوان "بے رام" تھا۔ اس نظم کو بہت سے لوگوں نے پسند کیا ہے۔ ہندی میں بھی شائع ہوئی ہے اور شاید انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو۔ اس طرح نظم وسیع تر حلقوں میں پہنچ جائے گی۔ ایک نیا شعر ہوا ہے۔ معلوم نہیں یہ نظم کی شکل اختیار کرے گا یا غزل کی شکل۔ زمین شگفتہ ہے لیکن یکسانیت کا اندیشہ ہے۔

بھلا دیے ہیں سب آداب کافری تم نے
ملا دی خاک میں صدیوں کی دلبری تم نے

دوسری شکل:

کہیں سے سیکھ تو لی ہے ستمگری تم نے
بھلا دیے مگر آداب کافری تم نے
کرو نہ اور دلِ عاشقاں کی رسوائی
ملا دی خاک میں صدیوں کی دلبری تم نے

آپ کے لیے مضامین کی ایک نامکمل سی فہرست لکھ رہا ہوں۔ جن مضامین پر نشان لگے ہوئے ہیں وہ میرے پاس ہیں اور ان کی نقل آپ کو ارسال کردی جائے گی۔ میری فہرست کے علاوہ ممکن ہے کہ کچھ نام آپ کے ذہن میں ہوں۔

دیباچہ، تقریظ، تبصرہ

۱-	ہم وحشی ہیں	(افسانے)	کرشن چندر	دیباچہ
۲-	جب کھیت جاگے	(ناول)	کرشن چندر	دیباچہ
۳-	پھندے	(افسانے)	سعادت حسن منٹو	دیباچہ
۴-	پرچھائیاں	(طویل نظم)	ساحر لدھیانوی	دیباچہ
۵-	غزل	(شعری مجموعہ)	مجروح سلطانپوری	دیباچہ
۶-	ابلیس کی دوسری مجلس شوریٰ	(نظم)	کیفی اعظمی	دیباچہ
۷-	انگارے	(شعری مجموعہ)	اختر سعید خاں	دیباچہ
۸-	شام کا آخری تارہ	(شعری مجموعہ)	زہرہ نگاہ	تقریظ
۹-	گنج پیلے پھولوں کا	(شعری مجموعہ)	عشرت آفریں	دیباچہ
۱۰-	کفِ بہار	(شعری مجموعہ)	عرفانہ عزیز	دیباچہ
۱۱-		(شعری مجموعہ)	سیدہ پروین فنا	دیباچہ

۱۲-		(غزلیں)	استاد جلیل	دیباچہ
۱۳-		(غزلیں)	خمار بارہ بنکوی	دیباچہ
۱۴-	مہر دو نیم	(شعری مجموعہ)	افتخار عارف	تقریظ
۱۵-	پتھر کا مغنی	(شعری مجموعہ)	وحید اختر	تبصرہ
۱۶-	بازدید	(شعری مجموعہ)	مغیب الرحمن	تبصرہ
۱۷-	ملا وجہی اور انشائیہ	(تحقیق)	رفیعہ شبنم	تقریظ
۱۸-				
۱۹-				
۲۰-	؟			

مضامین، مباحث، تقریریں، انٹرویو:

۱- چراغ لالہ (اقبال کی شاعری) مضمون، ۲- پابلو نرودا۔ ۳- ایلس ایرن برگ۔ ۴- جگر۔ ۵- جوش۔ ۶- لحن داؤدی۔ ۷- جشن انسانیت (انقلاب روس کی پچاسویں سالگرہ)۔ ۸- گفتگو بند نہ ہو (اداریہ)۔ ۹- غیر مقصدی، غیر افادی ادب (اداریہ)۔ ۱۰- کون تنہا ہے (اداریہ)۔ ۱۱- یاد رفتگاں (یاروں نے کتنی دور بسائی ہیں بستیاں)۔ ۱۲- ورق گا پر شاد وہر (خراج عقیدت و محبت)۔ ۱۳- ن۔ م۔ راشد (انتقال پر خراج محبت)۔ ۱۴- اقبال اور فرنگی (مقالہ)۔ ۱۵- پیش گفتار (گفتگو کا پہلا اداریہ)۔ ۱۶- نیا عہد نامہ (تبصرہ خلیل الرحمن اعظمی کا مجموعہ)۔ ۱۷- پیش گفتار (گفتگو کا دوسرا اداریہ)۔ ۱۸- مرنے والوں کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں (خراج محبت و عقیدت)۔ ۱۹- چاندنی کی پتیاں (ناصر شہزاد) تبصرہ۔ ۲۰- انعام و اکرام (تہنیت فراق اور بیتی)۔ ۲۱- یاد رفتگاں- نذر سجاد حیدر۔ ۲۲- یاد رفتگاں- سراج لکھنوی۔ ۲۳- دو بہنیں۔ ۲۴- ویرا ایکووا۔ ۲۴- دیکھیے تو کس منزل طوفاں سے آئی ہے حیات (مشترکہ تہذیب پر مقالہ۔ چار قسطوں میں، مطبوعہ کتاب نما، نئی دہلی)۔ ۲۵- حبیب جالب (خراج عقیدت، انقلاب بمبئی)۔ ۲۶- کیفی اعظمی۔ ۲۷- سجاد ظہیر۔ ۲۸- آہنگ جلال و فرہنگ جمال (مولانا آزاد)۔ ۲۹- ترقی پسند تحریک کے پچاس سال (دو لیکچر، دہلی یونیورسٹی)۔ ۳۰- دشنام طرازی (غیر مطبوعہ)۔ ۳۱- ذبح عظیم (انقلاب بمبئی)۔ ۳۲- ذکر یار (فیض فاؤنڈیشن لاہور میں تقریر ۱۹۸۵ء)۔ ۳۳- جلال الدین رومی اور اقبال (تقریر بمبئی میں ٹیپ پر ہے، حاصل کرنا ہے)۔ ۳۴- نصرت کراچی شمارہ ۳۶، دسمبر ۱۹۷۷ء کا انٹرویو۔ ۳۵- گفتگو پاکستان کا انٹرویو۔ ۳۶- انٹرویو۔ افکار کا سردار جعفری نمبر۔ ۳۷- انٹرویو راہی معصوم رضا۔ ۳۸- نیا

ادب کے ادارے اور مختلف عہد کے مباحث کی فہرست تیار کرتا ہے)۔

English:

1- Interview Society- Bombay- oct. 89
2- Interview TV & Video- March-1991
3- Interview Hindustan Times- N. Delhi- 1991
4- On Death- Article in four parts Illustrated Weekly of India
5- Progressive Movement and Urdu Poetry-1984
   Urdu- CANADA
6- Firdausi- Written Speech

ان کے علاوہ چند مباحثے ہیں جن کی فہرست تیار کرنا باقی ہے۔ نیا ادب کے پرچوں کی تلاش جاری ہے۔ اب سب سے بڑا کام ان تحریروں کو فراہم کرکے آپ کے پاس پہنچانا ہے تاکہ آپ ترتیب و تدوین کر سکیں۔ انگریزی مضامین کے اردو میں ترجمے بھی کرنے ہیں۔ یہ کام خود کرنا چاہتا ہوں۔ ترقی پسند تحریک اور اردو شاعری کا ترجمہ کتاب نما میں شائع ہوا تھا لیکن مجھے پسند نہیں آیا۔

اس فہرست میں کبیرؔ، میرؔ اور غالبؔ کے دیوان پر دیباچے، جو پیغمبرانِ سخن میں جمع کر دیے گئے ہیں، شامل نہیں ہیں۔ اقبال شناسی اور لکھنؤ کی پانچ راتیں کی تحریریں بھی شامل نہیں ہیں کیوں کہ وہ الگ مستقل کتابوں کا حصہ ہیں۔

میں آخر جون تک بمبئی میں رہوں گا اور پھر علی گڑھ چلا جاؤں گا۔ یونیورسٹی نے وزٹنگ پروفیسر اور شاعر کی حیثیت سے مدعو کیا ہے۔ اس لیے یکم جولائی سے خط و کتابت کا پتہ یہ ہوگا:

C/o NIZAM SHERVANI
DIL ARAM COTTEGE
GIRLS COLLEGE ROAD
MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH-202002

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۵)

بمبئی-۱۹/اگست ۱۹۹۳ء

بھائی۔ یہ خط بمبئی اسپتال سے لکھ رہا ہوں۔ بیس دن سے یہاں زیرِ علاج ہوں۔ آج شام کو انشاءاللہ گھر واپس جاؤں گا۔ آپ کے دو خط علی گڑھ میں ملے تھے۔ لیکن ۲۴/ جولائی سے

میری طبیعت خراب ہو گئی۔ ۲۹ر کو بمبئی آگیا۔ اب آپ کے خطوں کا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔ مجاز کے انتقال پر میں نے جو مضمون "کفن بردوش" لکھا تھا وہ افکار کے مجاز نمبر "مجاز ایک آہنگ" میں شامل ہے اور میرے پاس موجود ہے۔ آپ کے پاس پہنچادوں گا اور چیزیں بھی ہیں۔ جب بھوپال آؤں گا تو ساتھ لاؤں گا۔ آپ کو اشعار پسند آئے خوشی ہوئی۔ ان کی آخری شکل یہ ہے ۔

کہیں سے سیکھ تو لی ہے ستم گری تم نے
بھلا دیے مگر آدابِ کافری تم نے
دلوں کو توڑ کے کرتے ہو بُت کدہ تعمیر
ملا دی خاک میں شانِ صنم گری تم نے

اگر آپ میر کا یہ شعر یاد کریں تو آخری شعر کا لطف بڑھ جائے گا ۔

خدا ساز تھا آزرِ بت تراش
ہم اپنے تئیں آدمی تو بنائیں

آپ کا
سردار جعفری

اب اس خط کا جواب علی گڑھ کے پتے پر دیجیے گا۔

(۶)

10- Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bomday-400036

۲۸ر اگست ۹۳ء
برادرم۔ تسلیم۔

آپ کے دو خط علی گڑھ کے پتے پر وسط جولائی اور آخر جولائی میں ملے تھے۔ جواب لکھنے سے پہلے میں بیمار ہو گیا اور علاج کے لیے بمبئی آنا پڑا۔ تین ہفتے اسپتال میں رہ کر گزشتہ ہفتے گھر واپس آیا ہوں۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ابھی دو ہفتے اور آرام کرنا ہے۔ بیماری کے بعد کی کمزوری ہے یہ انشاء اللہ چلی جائے گی۔ آپ نے اپنے خط میں مجاز پر میرے مضمون "کفن

بردوش" کا ذکر کیا تھا۔ وہ مضمون افکار (کراچی) کے مجاز نمبر "آہنگ مجاز" میں شائع ہوا ہے اور میرے پاس ہے۔ اس کی زیراکس کاپی آپ کو دے دوں گا۔

آپ کو جو اشعار بمبئی سے ابتدائی شکل میں بھیجے تھے وہ اب اس صورت میں ہیں ۔

کہیں سے سیکھ تو لی ہے ستم گری تم نے
بھلا دیے مگر آداب کافری تم نے
دلوں کو توڑ کر کرتے ہو بت کدہ تعمیر
ملا دی خاک میں شانِ صنم گری تم نے

آپ کا
سردار جعفری

(۷)

10- Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bomday-400036

۹/اپریل ۹۳ء

برادر عزیز۔ خدا آپ کو خوش و خرم رکھے اور تندرست۔

آپ کا ۵/اپریل کا پوسٹ کارڈ ملا۔ پہلے پوسٹ کارڈ بھی ملتے رہے لیکن جواب نہ لکھ سکا۔ گزشتہ دو ماہ سے بے حد مصروف ہوں اور مسلسل سفر میں دن رات گزر رہے ہیں۔ پرسوں حیدر آباد، علی گڑھ اور دہلی کے سفر سے واپس آیا ہوں۔ آج رات کو بمبئی میں ایک بڑا مشاعرہ ہے۔ کمیٹی میں دلیپ کمار، شبانہ اعظمی، قادری صاحب کے ساتھ میں بھی ہوں۔ چار پانچ دن کے بعد جمشید پور جا رہا ہوں۔ ۱۶/ کو ادبی تقریبات اور مشاعرہ ہے۔ ۲۳/ کو بنارس۔ ۲۵/ یا ۲۶/ کو کراچی۔ حبیب جالب کی یاد میں مشاعرہ ہے۔ وہاں سے ۵/مئی کو دہلی آؤں گا اور ۷/مئی کو بستی کی ادبی تقریبات میں شرکت کروں گا اور پھر ۱۳/ اور ۱۵/ مئی کو الٰہ آباد۔ بمبئی ۱۷/ ۱۸/ تک واپس آؤں گا۔ ان میں سے چند تقریبات اسّی برس کے سنِ بلوغ تک پہنچنے کی تہنیت ہیں۔ احباب کے جذبۂ محبت کا اظہار۔ کچھ معمولی مشاعرے ہیں۔ لیکن ایسے جن سے انکار نہیں کر سکتا۔ ان مصروفیات کے ساتھ آٹھ اچھی کتابیں پڑھ رہا ہوں۔ ان پر لکھنا بھی ہے:

(1) Contemporary Relevance of Sufism- ICCR
(2) Tormented India- Rasheedudin Khan

(3) The struggle within Islam- Dr. Rafiq Zakaria
(4) Iqbal- Dr. R. Zakaria

(۵) شکیل الرحمٰن کی آپ بیتی۔ آشرم (۶) شکیل الرحمٰن۔ پریم چند (۷) شکیل الرحمٰن۔ اقبال (۸) شکیل الرحمٰن۔ لندن کی آخری رات (۹) ابھی ایک اور اچھی کتاب کنیڈا سے آئی ہے تسلیم سید کی شاعری۔ ان کی ایک آٹھ دس سال پرانی کتاب بھی ہے جس کا موضوع "غالب اور مغل ہند تہذیب" ہے۔ اس پر لکھنے کا پرانا وعدہ ہے۔ شکیل الرحمٰن کو نہ جانے کیوں اردو والوں نے نظر انداز کیا ہے۔ ایک سے ایک بری کتاب پر تبصرے شائع ہوئے ہیں لیکن شکیل کی تخلیقات کا کوئی نام نہیں لیتا۔

یہ اتنی ساری تفصیلات اس لیے لکھ رہا ہوں تاکہ آپ میری معذرت قبول کرلیں۔ خدانخواستہ آپ سے ناراض ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ دوست بھی ہیں اور اعلا درجے کے ادیب بھی اور ساتھ ہی چھوٹے بھائی۔ آپ مجھے بے حد عزیز ہیں۔

ایک دل چسپ خبر یہ ہے کہ دہلی میں کتھک کی ایک بہت اچھی رقاصہ شوبھنا نرائن نے میری نظم "میرا سفر" کو رقص کی شکل میں پیش کیا۔ یہ خوب صورت شام ۳ر اپریل کو تھی۔ تقریباً ایک ہزار کے مجمع نے نظم اور رقص کو جی بھر کر داد دی۔ شریک ہونے والوں میں وسنت ساٹھے صاحب اور پاکستان کے ہائی کمشنر بھی تھے۔ اردو اور ہندی کے بہت سے ادیب اور صحافی اور دانش ور۔ یہ میری شاعری کا نیا پہلو Dimensian ہے جس کے لیے سب شوبھنا نرائن کے شکر گزار ہیں۔ ان خاتون کو ان کے فن کے لیے پدم شری کے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ I.A.S. ہیں۔ پہلے راجیہ سبھا کی ڈائرکٹر تھیں آج کل Finance Ministry کے کسی بڑے عہدے پر ہیں۔ اس رقص کی تفصیلات دہلی کے پریس میں اتوار ۱۰ر اپریل کو شائع ہوں گی۔ تراشا بھیجوں گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

بنام پروفیسر نیر مسعود

۲ر اگست ۱۹۹۰ء

برادرم نیر مسعود۔ تسلیم

ایک عرصہ پہلے آپ کی کتاب "یگانہ۔ احوال و آثار" پڑھنے کے بعد آپ کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ معروفیات کی وجہ سے نہ لکھ سکا اور پھر آہستہ آہستہ یہ خیال ذہن سے نکل گیا۔ درمیان میں کئی بار آپ سے ملاقات ہوئی۔ پھر بھی خط لکھنے کا خیال نہیں آیا۔ آج اتفاق سے آپ کی کتاب پھر سامنے آگئی تو خط لکھنے بیٹھ گیا۔

آپ نے صفحہ ۹۳ پر "گنجینہ" کا سرورق چھاپا ہے اور رسالہ "شاعر" کے حوالے سے تاریخ اشاعت ۱۹۳۸ء لکھا ہے۔ یہ دراصل گنجینہ کے دوسرے یا تیسرے اڈیشن کا سرورق ہے۔ پہلا اڈیشن ۱۹۴۶ء میں کمیونسٹ پارٹی کے قومی دارالاشاعت نے بمبئی سے شائع کیا تھا۔ چار سو روپے معاوضے کے بعد یہ پیش کردیے گئے تھے۔ اس زمانے میں یگانہ بہت پریشان حال تھے اور اتنے ٹوٹ چکے تھے کہ عمر اور مرتبے کے فرق کے باوجود غزلوں کے انتخاب میں میرے مشورے پر ناراض نہیں ہوئے۔ اس اڈیشن میں یگانہ کی ایک تصویر ہے۔ کمیونسٹ پارٹی کے مرکزی دفتر میں پارٹی کے فوٹوگرافر چھاجد نے کھینچی تھی۔ تصویر میں ایک ہلکی سی مسکراہٹ ہے۔ اس مسکراہٹ کے پیچھے ایک پوری کہانی ہے۔ وہ کرسی پر اکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ چہرے پر ایک کرختگی کی کیفیت تھی۔ اس میں کسی طرح کمی نہیں آرہی تھی۔ فوٹوگرافر نے چہرے پر نرمی لانے کے لیے گفتگو شروع کردی۔ باتوں باتوں میں یہ کہا کہ اس کرسی پر جوش صاحب کی تصویر کھینچی تھی۔ جوش کا نام سن کر یگانہ بھڑک اٹھے۔ "کون؟ جوش خاں؟" اور کرسی چھوڑ کر کھڑے ہوگئے۔ میں نے یگانہ کو دوبارہ کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا کہ چھاجد راجستھانی ہے اور آپ کے مقام اور مرتبے سے واقف نہیں ہے کیوں کہ اردو سے ناآشنا ہے۔ یہ سن کر یگانہ مسکرادیے اور تصویر کھینچ لی گئی۔

اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کررہا ہے تو "گنجینہ" میں ایک غزل غالب کی زمین میں ہے۔ کوئی صاحبِ نظر اپنی طرف سے بدگمان کیوں ہو۔ اس غزل میں آشیانہ کا قافیہ نہیں ہے۔ میں نے اس کا ذکر کیا تو یگانہ نے غالب کی تعریف جن الفاظ میں کی وہ مجھے یاد نہیں ہیں لیکن مفہوم یہ تھا کہ یہ قافیہ اب غالب سے بہتر کوئی نہیں باندھ سکتا۔

اس وقت یگانہ کا قیام آل انڈیا ریڈیو کے ڈائرکٹر ذوالفقار بخاری کے گھر تھا جو کوئنز روڈ (QUEENS ROAD) پر واقع آل انڈیا ریڈیو کی چھت پر تھا۔ اسی زمانے میں ایک مشاعرہ ہوا اور اس میں یگانہ نے جگر، جوش اور نوح ناروی کے ساتھ شرکت کی تھی۔ میں نے پہلی اور آخری بار ان کو غزل پڑھتے سنا۔ ان کے سارے دکھ ان کی آواز میں سمائے ہوئے تھے۔

میں کوشش کروں گا کہ کہیں سے آپ کے لیے "گنجینہ" کا پہلا نسخہ حاصل کرلوں۔ آپ کے والد مرحوم کی زندگی میں ایک بار شاید ۱۹۳۹ء میں ادبستان آیا تھا۔ اب کی بار لکھنؤ کی طرف گزر ہوا تو اس تاریخی کتب خانے کی زیارت ایک بار اور کروں گا۔

اگر آپ مناسب سمجھیں تو "گنجینہ" کی تاریخ اشاعت ۱۹۴۶ء کی خبر "ہماری زبان" کے ذریعے سے کر دیجیے، تصحیح ہو جائے گی۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲)

۱۹ راگست ۱۹۹۰ء
برادرم عزیز مسعود صاحب۔ تسلیم

آپ کا ۱۴ راگست کا گرامی نامہ آج موصول ہوا۔ شکریہ۔ آپ نے اچھا کیا کہ میرا خط "ہماری زبان" میں اشاعت کے لیے بھیج دیا ہے۔ میں "گنجینہ" کا پہلا اڈیشن تلاش کر رہا ہوں، مل جائے گا تو آپ کے کتب خانے کے لیے پیش کر دوں گا۔ قومی دارالاشاعت کی ایک دوکان لکھنؤ میں بھی تھی۔ نیشنل ہیرالڈ کے دفتر سے ذرا آگے باغ کی طرف جاتے ہوئے سڑک کی داہنی طرف۔ اس کے قریب میں ڈاکٹر رشید جہاں کا مکان تھا۔ بشیشر ناتھ روڈ۔

مجھے اپنی زندگی میں بہت سے بزرگوں سے ملنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان میں غزل کے اساتذہ بھی ہیں۔ ان سب کا ذکر میری زیر ترتیب کتاب "یارانِ میکدہ" میں آرہا ہے۔ میں نے یہ سلسلہ برسوں پہلے "بیسویں صدی" میں شروع کیا تھا لیکن رحمٰن نیر سے بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے بند کر دیا۔ اس کی ایک قسط کی زیراکس کاپی ارسال کر رہا ہوں۔ اس میں حضرت جگر مرادآبادی سے آخری ملاقات کا ذکر ہے۔ مجھے سراج لکھنوی سے بھی نیاز حاصل تھا۔ ایک بار

جب وہ بمبئی تشریف لائے تو اُن کے لیے اپنے مکان پر ایک محفل آراستہ کی تھی، جس میں مجروحؔ اور شکیلؔ بدایونی کو بھی مدعو کیا تھا۔ اس محفل میں سراج لکھنوی نے جو غزلیں سنائیں اُن کے دو شعر مجھے یاد رہ گئے ہیں ۔

خبر رہائی کی مل چکی ہے، چراغ پھولوں کے جل رہے ہیں
مگر بہت تیز روشنی ہے، قفس کا در سوجھتا نہیں ہے

سر ہے ناداری میں، خالی ہاتھ سو وہ بھی نہیں
اب تو ماتھے پر مشقت کا پسینہ بھی نہیں

کوئی سوچ نہیں سکتا کہ یہ اشعار اس شاعر کے ہیں جس کی شہرت اس شعر پر قائم ہے ۔

آپ کے پاؤں کے نیچے دل ہے
اک ذرا آپ کو زحمت ہوگی

اس شام کی یادگار ان کی غزلوں کا ایک مجموعہ میرے کتب خانے میں ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ پاکستان سے شائع ہونے والی انتھالوجی "جدید شعرائے اردو" میں صفی اللہ ثاقب کا اندراج ہے، سراج لکھنوی کا نام نہیں ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

بنام عمیق حنفی

بمبئی-۱۱ر جنوری ۱۹۷۵ء

برادرم- تسلیم-

زروداپر آپ کی نظم مل گئی- شکریہ-

"اقبال اور مسجد قرطبہ" پر آپ مقالے کی نقل ہی بھیج دیجیے۔ اس کو میں "گفتگو" کے تازہ شمارے میں شامل کرلوں گا۔ "گفتگو" کے آئندہ دو سال کے لیے پرچے میں ایک گوشۂ اقبال ہوگا۔

آپ کے سامان کی چوری کی خبر سن کر افسوس ہوا۔ لیکن آپ نے اپنے حافظے کی مدد سے مقالہ دوبارہ لکھ لیا یہ کمال کی بات ہے، یہ کام میں نہیں کر سکتا۔

دسمبر میں دہلی میں ملاقات نہ ہو سکی۔ اب ۲۳ر جنوری کو آرہا ہوں۔ اس بار انشاء اللہ ملاقات ہوگی۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

بنام ڈاکٹر علی احمد فاطمی

بمبئی ۱۹/ اگست ۱۹۹۱ء

برادرم۔ تسلیم

جشن سجاد ظہیر کی مطبوعہ اپیل ملی۔ میں کئی دن سے سوچ رہا تھا کہ اس معاملے میں آپ لوگوں نے کوئی پیش رفت کی یا نہیں۔ اپیل بہت اچھی ہے لیکن اس میں "مالی تعاون" کی بات صاف صاف نہیں لکھی ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ آپ اس موقع پر ایک سونیئر شائع کیجیے اور اس کے لیے اشتہارات حاصل کیجیے۔ کچھ کاغذات طبع کرا کے اشتہار کے نرخ کے ساتھ میرے پاس بھیج دیجیے۔ کچھ راہی کے پاس اور کچھ کیفی کے پاس۔ یہاں سے کچھ رقم جمع ہو جائے گی۔ جشن کی تاریخ شروع نومبر یا وسط دسمبر مناسب رہے گی۔ نومبر کے تیسرے یا چوتھے ہفتے میں میں پاکستان جاؤں گا۔

تمام احباب کو آداب۔

سردار جعفری

(۲)

۱۶/ مارچ ۱۹۹۲ء

برادر عزیز۔ تسلیم

مجھے بے حد افسوس ہے کہ سجاد ظہیر کے پروگرام میں شریک نہ ہو سکا۔ لیکن یہ اچھا ہوا کہ کیفی پہنچ گئے تھے۔ سنا ہے کہ نامور سنگھ اور راج بہادر گوڑ، ندا فاضلی نے بھی شرکت کی یقیناً پروگرام اچھا ہوا ہوگا۔ سجاد ظہیر کی خدمات یادگار اور بے مثال ہیں۔ وہ ہمارے لیڈر تھے اور بہت اچھے انسان اور دوست۔ انھوں نے کئی اصناف میں بڑے کامیاب تجربے کیے۔ تحریک کے لیے جو انھوں نے کیا اس کو سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔

خدا تمھیں خوش رکھے۔

تمھارا

سردار جعفری

(۳)

۱۲ر فروری ۱۹۹۳ء

برادر عزیز۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

بیں بائیس دن سے میری طبیعت خراب ہے۔

"وہی دیرینہ بیماری وہی ناتمامی دل کی" علاج جاری ہے اور گھر پر آرام کر رہا ہوں۔ کمزوری کی وجہ سے ہاتھ میں رعشہ ہے۔

اب طبیعت کچھ بہتر ہے۔ آج یا کل ڈاکٹر پھر معائنہ کریں گے۔ ایسی صورت میں الٰہ آباد آنا ممکن نہیں ہے۔ چوبیں گھنٹے کا ریل کا سفر اس کے بعد کار کے ذریعے سے جونپور اور پھر رات کو مشاعرہ اور دوسرے دن الٰہ آباد واپسی اور کانفرنس اتنی تکان برداشت نہیں ہو سکے گی۔ اگر سفر کی اجازت مل بھی جائے تب بھی یہی کیفیت رہے گی۔ بہت افسوس ہے بنے بھائی کے سیمنار میں شریک نہ ہو سکوں گا۔ سیمنار جس بے سروسامانی کے عالم میں ہو رہا ہے اس کا الگ دکھ ہے۔

تاباں[۲] کے انتقال کی خبر سے صدمہ ہوا۔ تاباں کی یاد میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں، ذرا طبیعت بحال ہو تو لکھوں۔ عقیل صاحب کو آداب۔

آپ کا

سردار جعفری

(۴)

یکم مئی ۱۹۹۳ء

برادر عزیز۔ تسلیم

مجھے آپ کے خط کا انتظار تھا۔ آج ملا۔ مشاعرے کی تاریخ آپ نے دہلی میں بتا دی تھی۔ برسوں بعد مسلم بورڈنگ ہاؤس میں مشاعرہ پڑھوں گا۔ ۱۹۳۸ء کا ایک مشاعرہ اب تک یاد ہے جس میں جگر صاحب نے بھی شرکت کی تھی۔ بہت اچھے مشاعرے ہوتے تھے۔

میں ۱۴ر مئی کو آجاؤں گا اور ۱۵ر مئی کو مشاعرے میں اور ۱۶ر کو سیمنار میں شرکت کروں گا۔ میں غالباً دہلی کی طرف سے آؤں گا۔ اس صورت میں ہاوڑہ میل سے سفر کروں گا اور شام کو کسی وقت الٰہ آباد پہنچوں گا۔

میری بھتیجی قیصر الٰہ آباد میں ہے۔ شوہر کا نام زاہد حسین ہے۔ میں انھیں کے ساتھ قیام

کروں گا۔ A-15/2..........Road Tel : 623401 ذرا ٹیلی فون کر کے معلوم کر لیجیے کہ وہ دونوں اِن دنوں میں الہ آباد ہی ہوں گے۔ سُنا تھا کہ علی گڑھ جانے والے ہیں۔ میں نے ایک رات ٹیلی فون کیا تھا گھنٹی بجتی رہی۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ علی گڑھ چلے گئے ہیں۔ ممکن ہے ۱۵ رتک واپس آجائیں۔

میں آج دہلی جارہا ہوں۔ ایک دن کے لیے علی گڑھ بھی جاؤں گا۔ میں یکم رمئی سے یونی ورسٹی جوائن نہیں کر رہا ہوں۔ یونی ورسٹی گرمیوں کی تعطیل کے لیے بند ہے اور موسم بھی انتہائی خوف ناک ہے۔ درجۂ حرارت چالیس سے اوپر ہے۔ ایئر کنڈیشن بھی بروئے کار نہیں آسکتا کیوں کہ بجلی گھنٹوں کے لیے غائب ہو جاتی ہے۔ اب میں نے یکم جولائی سے یونی ورسٹی میں قیام کا فیصلہ کیا ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۵)

۱۴ رجون ۱۹۹۳ء

برادرِ عزیز

آج رجسٹری کے ذریعہ سے افکار کے خاص نمبر کا ایک نسخہ روانہ کیا ہے۔ یہ عقیل صاحب اور آپ کے لیے ہے۔ شاید الہ آباد میں بھی ایک نسخہ ہوگا۔ اس میں نظموں کا انتخاب ہمارے پاکستانی احباب کے نقطۂ نظر سے کیا گیا ہے۔ اچھا ہے لیکن کچھ کمی ہے۔ صہبا صاحب نے لکھا تھا کہ ایک اور انتخاب میں کردوں۔ وہ اسے ضمیمے کی شکل میں شائع کردیں گے لیکن میں یہ کام انجام نہ دے سکا۔ اب نظم و نثر کا ایک انتخاب تیار کیا ہے۔ اس میں اسّی ادب پارے ہیں۔ میں اس سے مطمئن ہوں۔ نام "رقصِ ماہ و سال" ہے۔ یہ ابھی فیصلہ نہیں کیا کہ کون شائع کرے گا۔ مکتبہ جامعہ یا انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی۔ لیکن کوشش یہ ہوگی کہ کتاب نومبر کے مہینے تک شائع ہو جائے۔

الٰہ آباد کے تین دن بہت خوشگوار تھے۔ مشاعرے سے زیادہ تقریبات ہوگئیں اور احباب سے ملاقات کا موقع ملا۔ تبادلۂ خیال ذرا کم ہوا۔ میں ہی باتیں کرتا رہا یا آپ لوگ مجھی کو بلواتے رہے۔ بمبئی آکر کچھ پیٹ خراب ہو گیا۔ دو تین دن میں ٹھیک ہو گیا۔

اب میں علی گڑھ جانے کی تیاریاں کر رہا ہوں۔ ۲۳ر جون کو حیدرآباد جاؤں گا اور وہاں سے دہلی ہوتا ہوا یکم جولائی کو یونی ورسٹی پہنچ جاؤں گا۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۶)

بمبئی ۲۲ر جون ۱۹۹۳ء

برادر عزیز۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

آپ کا خط ملا۔ اس سے پہلے افکار نمبر بذریعہ رجسٹری بھیجا جا چکا ہے۔ "پیغمبران سخن" کا ایک نسخہ آپ کو علی گڑھ میں دے دوں گا۔ اس کے چار پانچ اڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ میرے پاس بمبئی سے شائع ہونے والا نیا اڈیشن نہیں ہے۔ وہ خوب صورت شکل میں شائع ہوا ہے۔ کوشش کروں گا کہ وہ آپ کو مل جائے۔ بصورت دیگر پاکستانی اڈیشنوں میں سے کوئی ایک عاریتاً دے دوں گا پھر جب بمبئی کا نسخہ مل جائے گا تو واپس لے لوں گا۔

دہلی سے کرتار سنگھ دگل اور بمبئی سے مجروح اور اصغر علی انجینئر آجائیں گے۔ کرائے کا انتظام کرنا پڑے گا۔ ملک راج آنند اس وقت اگر ہندوستان میں ہوں گے تو وہ بھی شریک ہو جائیں گے۔ ان کا سفر بھی دلّی یا بمبئی سے ہوگا۔ آپ نے کیفی کا نام نہیں لکھا۔ ان کی شرکت ضروری ہے۔

فنڈ کا معاملہ ذرا پریشان کن ہے۔ آپ نے سجاد ظہیر سمینار کے وقت ساری کیفیت دیکھ لی۔ آپ جب علی گڑھ آئیں گے تو وہاں بات کریں گے۔ دوستوں کی ایک فہرست تیار کی جا سکتی ہے۔ کیا کوئی کمیٹی بنانے کا بھی ارادہ ہے۔

میں ۳۰ر جون کو علی گڑھ پہنچ جاؤں گا۔ یونی ورسٹی کے پرانے گیسٹ ہاؤس میں قیام ہوگا۔ خط و کتابت کے لیے پتہ نظام میاں شیروانی۔

Ali Sardar Jafri,
C/o Nizam Shervani,
Dil Aram Cottege, Girls College Road,
Muslim University,
Aligarh-202002
Tel : (1571) 23784

اس ٹیلی فون پر نظام یا ان کی بیوی شبانہ سے بات کی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ ٹیلی فون کام کر رہا ہو۔ان کے ذریعے سے مجھے آپ کا پیغام مل سکتا ہے۔

اس خط کے ساتھ اپنے مضامین نظم ونثر کے ایک انتخاب کی فہرست بھیج رہا ہوں۔ یہ کتاب "رقص ماہ وسال" کے نام سے نومبر میں شائع ہوگی۔ آپ اور عقیل صاحب اس انتخاب کو ایک نظر دیکھ لیجیے۔اس میں شامل بعض چیزیں آپ لوگوں کی نظر سے نہیں گزری ہوں گی۔ مثلاً فردوسی، ٹیگور، دونوں مضامین انگریزی میں ہیں۔ میں اردو ترجمہ کر رہا ہوں۔ ٹیگور کی زیارت ۱۹۳۸ء میں ترقی پسند مصنفین کی دوسری کانفرنس کے وقت ہوئی تھی۔ میں ملک راج آنند کے ساتھ گرودیو سے گفتگو کرنے شانتی نکیتن گیا تھا۔اس انتخاب میں آپ دونوں کوئی تبدیلی تجویز کرنا چاہیں تو مجھے لکھ دیجیے اس کتاب پر کوئی دیباچہ نہیں ہوگا۔

اگر آپ مناسب سمجھیں تو نومبر کی تقریبات کے لیے چند پیغامات منگا لیجیے۔راشٹرپتی ڈاکٹر شنکر دیال شرما پڑھے لکھے عالم بزرگ ہیں۔ میرے زمانہ طالب علمی میں لکھنؤیونی ورسٹی کے طالب علم تھے۔

۱۔ ان کے پریس سکریٹری بھی صاحب ذوق ہیں اور غالب پر بہت اچھی کتاب لکھی ہے۔

۲۔ جنرل سکریٹری سی۔پی۔ایم۔

۳۔ جنرل سکریٹری کیونسٹ پارٹی آف انڈیا۔

۴۔ چیئرمین ساہتیہ اکادمی۔

۵۔ کوئی اور اچھا سا نام سوچ لیجیے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

پس نوشت :

جگجیت سنگھ آج کل ہندوستان سے باہر ہیں۔ آجائیں تو ان سے دریافت کروں گا کہ کیا وہ الہٰ آباد میں ایک غزل کی شام ہم لوگوں کو دے سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ انکار نہیں کریں گے۔اس طرح اچھی رقم جمع ہو سکتی ہے۔

(۷)

۲۰؍جولائی ۱۹۹۳ء

برادر عزیز۔ تسلیم

آپ کا خط ملا۔ میں ۲۵؍جولائی کو بمبئی جا رہا ہوں۔ آپ آخر جولائی میں یہاں آنے کا خیال ترک کر دیجیے اور ۱۰؍اگست کے بعد آیئے۔ نومبر میں ترقی پسند کہکشاؤں کو جمع کرنے کا خیال اچھا ہے۔ روپیہ جمع کرنے کے لیے سوئے نیر بہتر ہوگا۔ اشتہارات حاصل کرنے کے لیے کچھ نام آپ کو دوں گا۔ اس سلسلے میں میرے کلکتے کے ایک دوست ہیں اُن سے مشورہ کر لیجیے۔ ترقی پسند ہیں۔ ان کا ایک مضمون افکار میں شامل ہے۔ اردو پڑھتے ہیں لیکن خط انگریزی میں لکھیے گا اور دریافت کیجیے گا کہ کلکتے سے اشتہارات اور چندے کی شکل میں کتنی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ یہ خط آپ ابھی لکھ دیجیے۔

Reoti Lal Shah
14, Chandni Chowk Street
Calcutta.

میں خود بھی انھیں خط لکھ دوں گا۔ کچھ ایسے احباب دہلی میں بھی ہیں۔ ان سے بھی رابطہ قائم کر لیجیے گا۔ اس کے علاوہ اگر آپ انتظام کر سکیں تو الٰہ آباد میں جگجیت سنگھ کی طرف سے ایک شام غزل منعقد کی جا سکتی ہے۔ میں بمبئی میں جگجیت سے دریافت کروں گا۔ اس پروگرام سے اچھی خاصی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ انعامات کے بارے میں مشورہ کر لیجیے۔

امید ہے آپ سب بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۸)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۳؍ستمبر ۱۹۹۳ء

برادر عزیز۔ خوش رہو۔

تمھیں میری علالت کی اطلاع تو مل گئی ہوگی۔

میں ۲۹؍جولائی کو علی گڑھ سے آ کر بمبئی اسپتال میں داخل ہو گیا۔

شدید کھانسی زکام کا دل اور جگر پر اثر تھا۔ اب خدا کے فضل سے ٹھیک ہوں اور گھر آ گیا

ہوں۔ علاج اور آرام جاری ہے۔ ابھی ڈاکٹر نے سفر کی اجازت نہیں دی ہے۔ امید ہے کہ ہفتے عشرے میں اجازت مل جائے گی۔

کیفی اور قمر رئیس نے نومبر کی تقریب کے لیے تمھاری ملاقاتوں کا ذکر کیا۔ کیفی کچھ منصوبے بنا رہے تھے۔ ان کی بیوی علیل ہو گئیں۔ آج کل شوکت اسپتال میں ہیں۔ وہ اسپتال سے گھر چلی جائیں تو کیفی سے بات ہو گی۔ تم مجھ سے مشورے کرنے کے لیے علی گڑھ آنے والے تھے۔ اب شاید تمھیں بمبئی آنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے کہ آخر ستمبر تک میں یہیں رہوں گا۔

میں نے اپنی تخلیقات نثر و نظم کا ایک انتخاب کیا ہے۔ اس میں اسّی ادب پارے ہیں۔ نام "رقصِ ماہ و سال" ہے۔ خلیق انجم سے بات ہوئی ہے۔ انجمن ترقی اردو اس کو شائع کرنے کے لیے تیار ہے۔ یہ کتاب نومبر تک تیار ہو جائے گی۔ دہلی میں ایک خاتون ہیں وہ میری نظم "میرا سفر" کو رقص کا روپ دینا چاہتی ہیں۔ نظم ان کو دے دی گئی ہے اس میں اس لیے دل چسپی لے رہا ہوں کہ زندگی کے اسّی سال کا سفر طے کرنے کے بعد خوشی نہ منانا کفرانِ نعمت ہے۔ مجھے لکھیے کہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔

آپ کا
سردار جعفری

دو نئے شعر!

کہیں سے سیکھ تو لی ہے ستم گری تم نے
بُھلا دیے مگر آدابِ کافری تم نے
دلوں کو توڑ کے کرتے ہو بتکدہ تعمیر
ملادی خاک میں شانِ صنم گری تم نے

سردار جعفری

(۹)

۲۳ر ستمبر ۱۹۹۳ء

برادر عزیز۔

آپ کا ۶ر ستمبر کا خط ۱۳ر ستمبر کو علی گڑھ پہنچا اور پرسوں یہاں موصول ہوا۔ اس سے پہلے اگست کے مہینے میں اپنی علالت کے بارے میں ایک خط لکھ چکا ہوں، ملا ہو گا۔ میں اسپتال میں تین ہفتے رہنے کے بعد ۲۰ر اگست کو گھر آ گیا اور ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اب تک آرام

کر رہا ہوں۔ تھوڑی سی کمزوری باقی ہے۔ اب گھر سے نکلنا شروع کر دیا ہے۔ پرسوں دو دن کے لیے پونا جا رہا ہوں۔ علی گڑھ اکتوبر کے وسط میں جا سکوں گا۔

کیفی سے میری بات ہوئی ہے۔ انھوں نے آپ کو ایک کل ہند کمیٹی بنانے کا مشورہ دیا ہے۔ اس کے ذریعے سے آپ بہ مشکل پانچ دس ہزار روپیہ جمع کر سکیں گے۔ دوسری صورت سوینئر کے ذریعہ روپیہ جمع کرنے کی ہے لیکن وہ کام کون کرے گا۔ اب تک انجمن کی جتنی کانفرنسیں ہوئی ہیں، جتنے سیمینار ہوئے ہیں، جتنے جشنِ فیض منائے گئے ہیں وہ سب سرکاری امداد سے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری سالگرہ سرکاری امداد سے منائی جائے۔ ہاں اگر شعبۂ اردو الہ آباد یونی ورسٹی اور اتر پردیش کی اردو اکادمی مشترک طور پر آپ حضرات سے تعاون کے ساتھ کوئی تقریب کرے تو بات دوسری ہے۔ وقار قائم رہنا چاہیے۔

ایسی صورت میں میرا مشورہ ہے کہ آپ اس تقریب کا خیال ترک کر دیجیے۔ میں اپنے طور پر اپنی سالگرہ اس طرح منا رہا ہوں کہ رقصِ ماہ و سال کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں اسی ادب پارے جمع کیے ہیں یہ میری نثر و نظم کی تخلیقات کا انتخاب ہے۔ کوشش ہے کہ یہ کتاب نومبر دسمبر تک شائع ہو جائے۔ آپ کے پاس افکار کراچی کا خاص نمبر پہنچ گیا ہے۔ افکار والوں کو شکایت ہے کہ ہندوستان میں کسی نے تبصرہ نہیں کیا۔ اس کمی کو آپ پورا کیجیے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ عقیل رضوی کو آداب۔

آپ کا

سردار جعفری

(۱۰)

۲۲ر جون ۱۹۹۴ء

برادر عزیز علی احمد فاطمی۔

ایک دوست نے بڑے بڑے حرفوں کا لیٹر ہیڈ بڑی محبت سے چھاپ کر دیا ہے۔ حروف چھوٹے ہوتے تو اچھا تھا لیکن کاغذ کا رنگ اور طباعت کا رنگ دونوں دل کش ہیں۔

الہ آباد سے واپس آکر شکریہ کا خط نہ لکھ سکا۔ مصروفیات بہت تھیں، اب ذرا کم ہوئی ہیں تو لکھنے کو کئی کام باقی ہیں۔ کچھ عمر اور کچھ دوائیں۔ دونوں کا کرشمہ یہ ہے کہ اب کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ بس سوچتا رہتا ہوں یا کتاب پڑھنے لگتا ہوں۔ دیکھیے کب تک یہ کیفیت رہتی

ہے۔ اہلِ دل تو ۱۹۶۸ء میں ہی ہو گیا تھا جب پہلی بار دردِ دل سے سابقہ پڑا تھا لیکن یہ کیفیت نہیں تھی۔ بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے۔

دو تین دن ہوئے گوتم شراف صاحب آئے تھے۔ یہ وہ ہیں جنھوں نے چار ہزار کا چیک دیا ہے۔ اشتہار کے مضمون میں میرے لیے تہنیتی الفاظ ہیں اور ان کی بیوی کی کتابوں کے نام اور اشعار۔ آپ نے سووینیر نہیں شائع کیا یا تو آپ اسے واپس کر دیجیے یا پھر ان کا شکریہ ادا کر دیجیے۔

جشن کی مکمل رپورٹ اگر تیار کی ہو تو بھیج دیجیے۔ ایک رات عقیل صاحب کو ٹیلی فون کیا تھا وہ لکھنؤ گئے ہوئے تھے۔ آپ دونوں میں سے کوئی بمبئی سمینار میں شریک نہیں ہوا۔ دہلی سے محمد حسن اور قمر رئیس بھی نہیں آئے۔ گوپی چند نارنگ، باقر مہدی، وارث علوی وغیرہ سب موجود تھے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۱)

۱۸ر جون ۱۹۹۶ء

برادرم۔ تسلیم
لکھنؤ میں آپ سے اور عقیل صاحب سے اچانک ملاقات بہت خوشگوار تھی۔ یقین ہے کہ آپ نے جشنِ فراق کی تیاریاں شروع کر دی ہوں گی۔ میری مصروفیات کی نوعیت یہ ہے کہ وسط اگست تک بمبئی میں قیام رہے گا۔ برسات کا موسم اور آم کی فصل کہیں باہر نہیں جانے دیتی۔ دو دو سے بارش کی بہار تھی۔
اب لکھنؤ اور گجرات سے دسہریاں آنی شروع ہو گئی ہیں۔ اس کے بعد لنگڑا اور پھر ثمر بہشت۔ آم کھانے کے بعد وسط اگست سے وسط ستمبر تک کینڈا اور امریکہ کا سفر۔ ٹورنٹو میں ایک جشنِ غالب ہے اور امریکہ میں چند مشاعرے۔ واپس آکر دوبئی جانا ہے۔ پاکستان کے شاعر پیرزادہ قاسم کے جشن میں شرکت کے لیے۔ آخر ستمبر تک فارغ ہو جاؤں گا۔
آپ جشنِ فراق کی تاریخیں اکتوبر نومبر میں رکھ سکتے ہیں۔ صرف اتنی احتیاط میری خاطر کہ ۱۵ر نومبر سے ۲۰ر نومبر تک میں نہ آسکوں گا۔ ۱۷ر نومبر کو بمبئی میں میرے نواسے کی شادی ہے۔ دسمبر کے مہینے میں غالب تقریبات شروع ہو جائیں گی۔
عقیل صاحب کو میرا آداب کہیے۔

آپ کا
سردار جعفری

بمبئی ۸ر مارچ ۱۹۹۸ء

برادرم قاسمی خوش رہو۔

آپ کے دو خط ملے۔ دوسرے خط سے اندازہ ہوا کہ تم اپنے حالات کی وجہ سے گیان پیٹھ نمبر نہیں نکال سکو گے۔ یہ کوئی بہت ضروری کام نہیں۔ نیا سفر اپنی نارمل اشاعت برقرار رکھ سکے تو بڑی بات ہے۔ کوئی معقول ترقی پسند رسالہ نہیں ہے اس لیے "نیا سفر" کا جاری رہنا ایک نیک کام ہے لیکن آپ کے پاس وسائل کی کمی ہے یہ حیرت ناک بات ہے۔ دوسرا پرچہ آجائے تو تیسرے نمبر کے لیے چند اشتہارات فراہم کرنے کی کوشش کروں گا۔

جشنِ غالب الہٰ آباد میں ۷ ار مارچ کو ہے یا ۱۱ر اپریل کو۔ غالباً کسی خط میں ۱۱ر اپریل ہے۔ میرے لیے دونوں تاریخیں ناموزوں ہیں۔ میں وسط مئی تک بے حد مصروف ہوں۔ تفصیلات سے تم اندازہ کر سکتے ہو:

۱۱ر سے ۱۶ر اپریل تک ساہتیہ اکیڈمی کی تقریبات اور شاعری پر سیمنار

۱۷ر اور ۱۹ر کے درمیان علی گڑھ میں صابرہ زیدی یادگاری تقریبات

۲۱ر مارچ پٹنہ میں مشاعرہ

۲۳ر مارچ بمبئی یونی ورسٹی میں شعبہ اردو میں گیان پیٹھ ایوارڈ کا جشن اور چھوٹا سا سیمنار

۲۸ر مارچ حیدر آباد میں جشنِ غالب کا افتتاح

۳۰ر مارچ نئی دہلی میں کتھا نام کی تنظیم کی طرف سے ادیبوں کو انعامات اور کتاب کا اجراء

۳ر اپریل لدھیانے میں ایک جلسہ

۵ر اپریل کو جشنِ غالب اور جشنِ ساحر لدھیانوی

۶ر اور ۱۲ر اپریل کے درمیان عالمی اردو کانفرنس کی طرف سے جشنِ غالب

۱۶ر سے ۲۰ر تک دوبئی وغیرہ سردار جعفری جشن کے مشاعرے اور مذاکرے

۲۳ر اپریل کو دوحہ میں مشاعرہ

اس کے بعد اپریل کے آخری ہفتے میں دہلی میں گیان پیٹھ ایوارڈ کی تقریبات۔ اس سال ان کا خیال ہے کہ تین دن کا جشن منایا جائے۔ ممکن ہو گا یا نہیں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ اس تقریب

کے دعوت نامے کے لیے آپ کا اور عقیل صاحب کا پتہ دے دیا ہے۔ آپ عاشور کاظمی کا پتہ لکھ کر میرے پاس بمبئی کے پتے پر بھیج دیجیے۔

مئی کے پہلے یا دوسرے ہفتے میں ہارورڈ یونی ورسٹی کے ایک شعبہ میں میری تقریر کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ اگر وہاں جانا ہوا تو آخر مئی سے پہلے ہندوستان میں واپسی نہیں ہو گی۔

جون میں اطہر نبی لکھنؤ میں جوش ملیح آبادی کا صد سالہ جشن منانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ میں نے اپنی مصروفیات کو اتنی تفصیل سے بیان کر دیا ہے تاکہ آپ کو اور عقیل صاحب کو یہ خیال پیدا نہ ہو کہ میں الہ آباد آنے سے گریز کر رہا ہوں۔

بمبئی میں دو جشنِ غالب ہو چکے ہیں۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کی طرف سے تیسرا جشن اس لیے ممکن نظر نہیں آتا کہ بمبئی میں ترقی پسند ادیب تو ہیں تنظیم نہیں ہے اور کارکن نہیں ہیں۔ میں ۸۵ سال کی عمر میں یہ بار نہیں اٹھا سکتا۔

ہندوستان کے انگریزی اور مراٹھی اخبارات میں گیان پیٹھ ایوارڈ کے حوالے سے بہت اچھے مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ سب نے اردو زبان اور ترقی پسند شاعری کی تعریف کی ہے۔ دو تراشے بھیج رہا ہوں۔ آپ اور عقیل صاحب اس لطف میں شریک ہوں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

پس نوشت:
ابھی خط لکھ کر لفافہ بند کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک خط غالب سیمنار سے متعلق موصول ہوا۔ بہت دل چسپ ہے۔ مہاراشٹر کے ایک ایسے باشعور انسان نے لکھا ہے کہ جو اردو بالکل نہیں جانتا لیکن اردو اور غالب کا عاشق ہے۔ اس خط کی نقل بھی ملفوف ہے۔ سردار

(۱۳)

۲۸/اپریل ۱۹۹۸ء

برادر عزیز۔ خوش رہو۔

تمھارا رسالہ اور خط دونوں ملے۔ رسالہ ۲۵/اپریل کی رات کو اورنگ آباد سے واپسی پر اور

خط آج دوپہر کی ڈاک سے۔ تم نے رسالہ بھی شائع کرلیا اور غالب پر سیمنار بھی کرڈالا۔ جو کام ہم لوگ پچاس سال پہلے مل کر کرتے تھے تم تنہا کررہے ہو۔ قابلِ رشک بات ہے۔ "ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام" غالب سیمنار کی رپورٹ یہاں کے اخبارات کو بھیج دیجیے گا۔

میری مصروفیات میں کوئی کمی نہیں ہے اور نہ فی الحال کمی کا امکان ہے۔

کوشش کرتا ہوں کہ سفر آرام سے کروں۔ قیام میں بھی آرام کا خیال رکھوں اور جب ذرا بھی تکان کا احساس ہو تو نہایت سکون اور اطمینان سے دو تین تقریبات سے شرکت سے معذرت کرلوں۔ اسی وجہ سے الٰہ آباد اور حیدر آباد نہ جا سکا۔ دونوں جگہ غالب تقریبات تھیں۔ ایسے فرصت کے دنوں میں لکھنے کا کام کرتا رہا۔ اس وقت بھی دو نہایت اہم مضامین لکھنے ہیں۔ ایک تو گیان پیٹھ کی تقریب کے وقت شائع ہونے والی کتاب کا دیباچہ اور دوسری انعام کے بعد شکریہ کی تقریر جو پہلے شائع کرکے تقسیم کردی جائے گی۔ کتاب اسی (۸۰) نوے (۹۰) تخلیقات پر مشتمل ہے۔ ۳۵/ پرانی چیزیں اور پچاس ساٹھ نئی چیزیں۔ یہ کتاب گیان پیٹھ کی طرف سے ہندی اور اردو میں شائع ہوگی اس میں "چراغ دیر" کا ترجمہ شامل ہے۔ اس کتاب کی دو جلدیں پٹنہ سے آپ کے پاس آجائیں گی۔ میرے پاس اس وقت صرف ایک نسخہ ہے۔ میں جابر حسین صاحب کو لکھ رہا ہوں کہ تمھارے لیے دو جلدیں الٰہ آباد بھیج دیں۔ میں نے اپنا مرتب کیا ہوا دیوانِ غالب (ہندی اردو شبد اولی) خود شائع کیا ہے۔ اس کی ایک جلد تمھیں جلد مل جائے گی۔

نیا سفر کا تازہ شمارہ بہت اچھا ہے۔ پہلے شمارہ سے بہتر ہے۔ خاص طور سے ناول کا باب اہم ہے۔ (اس کے درمیان بابا نیاز حیدر آگئے، وہ مضمون الگ نوعیت کا ہے) فراق کا باب بھی اچھا ہے لیکن اس پر لکھنا آسان ہے۔ ناول چوں کہ نثر ہے اور محنت طلب ہے اس لیے لکھنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ اس کامیابی کی سہرا تمھارے سر ہے۔ تمھاری محنت اور کاوش کے بغیر اتنی ساری چیزیں حاصل کرلینا آسان کام نہیں ہے۔ گیان پیٹھ اور سردار جعفری کا باب تھوڑا کمزور ہے کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن لکھنے والوں نے خلوص اور محبت سے لکھا ہے۔ لیکن ہزار سال کا تربیت یافتہ ذوقِ غزل کے دائرے سے نکل کر نئی شعری جمالیات کے ادراک میں وقت لگے گا۔ بہر حال جو کچھ ہے اچھا ہے۔
رسالہ کے اشتہارات جمع کرنے کے لیے بمبئی آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے دس

ہزار کا وعدہ کیا ہے۔ کسی طرح وہ پورا کردوں گا اس کے بعد سوچوں گا کہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔
انجمن کی طرف سے جوش اور کبیر اور غالب سیمنار کا سلسلہ جاری رہے تو فائدہ پہنچے گا۔
میرے پاس جوش پر یادر عباس کا لکھا ہوا ایک اچھا مقالہ ہے۔ تلاش کر کے نیا سفر کے لیے بھیج دوں گا۔
امید ہے کہ تم بخیریت ہو گے اور الہٰ آباد کی گرمی سے لطف اندوز ہو رہے ہو گے۔ میں ابھی مرہٹواڑہ کے ایک علاقے سے گزرا ہوں جہاں درجہ حرارت ۴۵ ہے۔

تمھارا

سردار جعفری

(۱۴)

۱۰ راگست ۱۹۹۸ء

برادر عزیز۔

تمھارا خط ملا۔ بہت خوشی ہوئی کہ تم عقیل صاحب کے ساتھ ازبکستان کی سیر کر آئے۔ میں نے اس علاقے کی سیر موسم بہار میں کی تھی۔ اب فصل خزاں کے بعد نئی بہار کا انتظار ہے۔ دیکھیں وہ کس رنگ میں آتی ہے۔ تم نے کوئی رپورتاژ ضرور لکھا ہو گا۔
میں بے انتہا مصروف ہوں۔ ایک دن بھی سانس لینے کے لیے نہیں مل رہا ہے۔ حد یہ ہے کہ خطوں کے جواب لکھنا مشکل ہے۔ یہ خط صرف تمھارے خط کی رسید ہے۔ تمھارے رسالہ کے لیے دس ہزار کے اشتہار کا وعدہ پورا کرتا ہے۔ جلد ہی کوئی سبیل نکالوں گا۔ اس رسالہ کا ہر حالت میں جاری رہنا ضروری ہے۔ تمھاری ہمت اور محنت قابلِ داد ہیں۔ اب تمھیں حیدر آباد اور دہلی سے خط لکھوں گا۔ آج اپنی نظموں کی ریکارڈنگ میں مصروف ہوں۔ کل جودھ پور جا رہا ہوں کامریڈ ایچ۔ کے۔ ویاس میموریل لکچر کے لیے۔ واپس آکر حیدر آباد اور پھر دلی چلا جاؤں گا۔ پانچ چھ تقریبات اور کانفرنسیں ہیں۔ وسط ستمبر تک واپس آسکوں گا۔ پھر دوبئی کا سفر درپیش ہے اور اکتوبر کا مہینہ آجائے گا۔ اس میں بھی مصروفیات کا یہی عالم ہے۔

"زہے روانی عمرے کہ در سفر گزرد"

جوشؔ اور کبیر پر مذاکرات کی تفصیل لکھتے رہیے گا۔ جوش صاحب توجہ کے مستحق ہیں ان کی عظمت سے انکار کر کے ترقی پسند ادب اور تحریک کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔
امید ہے کہ تم خیریت سے ہو گے۔

تمھارا

سردار جعفری

(۱۵)

۷ر نومبر ۱۹۹۸ء

برادرم۔

آپ کا خط ملا۔ شکریہ

رسالے کی نئی اشاعت کا انتظار ہے۔ آپ لندن ہو آئے۔ جوش کی یاد میں جو کچھ بھی کیا جائے اچھا ہے۔ آپ لکھنؤ کا جشن شاعر انقلاب کے شایانِ شان منایئے۔ مجھے اگر پہلے سے تاریخوں کا علم ہو جائے گا تو ضرور شرکت کروں گا۔ ہماری پوری نسل جوش کی مقروض ہے۔

میں بے حد مصروف ہوں۔ پریشانیاں بھی ہیں۔ سلطانہ اور میری بہن ستارہ دونوں بیمار ہیں۔ مجھے سفر کرنا پڑتا ہے۔ دو دن کے لیے احمد آباد جا رہا ہوں۔ ۱۴ر نومبر کو بھوپال میں نہرو کی یاد میں تقریبات ہیں۔ ۱۸ر کو دہلی میں پی۔ سی۔ جوشی میموریل لکچر ہے اور ۱۹ کو ساہتیہ اکیڈمی کی طرف سے Meet an auther پروگرام۔ ان مصروفیات کی وجہ سے بہت سے ضروری کام نہیں کر سکتا۔ آپ سے دس ہزار کے اشتہارات دلوانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وقت حالات ناسازگار ہیں۔ یہ رقم مجھ پر قرض ہے۔ ضرور ادا کی جائے گی انتظار اور ابھی اور ابھی اور ابھی۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

ذرا فرصت ملے تو آپ اور عقیل صاحب کے لیے کتابوں کے تحفے ارسال کیے جائیں۔

تمہارا

سردار جعفری

(۱۶)

یکم جنوری ۱۹۹۹ء

برادرم۔ نیا سال مبارک ہو۔

تمہارا خط تین چار دن پہلے ملا تھا۔ آج نیا سفر کا تازہ شمارہ بھی مل گیا۔ اس ہفتے کے اندر کئی رسالے اور کتابیں ملی ہیں ان کے صفحات کی تعداد پانچ ہزار سے زیادہ ہے۔ شاعر کا خاص نمبر بارہ سو صفحات کا ہے۔ جابر حسین کا نیا رسالہ "ترجمان" بھی کوئی سات سو صفحات کا ہے۔ اردو کے باغ میں بہار آئی ہوئی ہے۔ اتنے رسائل اور کتب کو پڑھنے کے لیے خاصا وقت

درکار ہے۔ خوشی کی بات کہ آپ رسالہ کامیابی کے ساتھ نکال رہے ہیں۔ بس پروف ریڈنگ کی طرف ذرا اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اب بھی بعض جگہ غلطیاں رہ گئی ہیں۔ ایک جگہ جمالیات کی جگہ جبالیات بن گیا ہے۔ غالب کے ایک مصرعہ میں ہنر کا لفظ نہیں لکھا گیا ہے۔ کمپوزنگ کے بعد کم سے کم دوبار پروف پڑھا جائے اور طباعت سے پہلے ایک نظر ڈال دی جائے تو غلطی کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

اس زمانے میں گیان پیٹھ انعام کے بعد میری جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی غلطی سے نہیں بچی ہے۔ سب سے کم غلطی یعنی صرف دو غلطیاں انگریزی ترجموں کی کتاب میں ہے جو اسٹرلنگ پریس (نئی دہلی) نے شائع کی ہے۔ آپ کے اور عقیل صاحب کے لیے کتابیں پارسل کے ذریعہ بھیجی جارہی ہیں۔

جنوری اور فروری میں سات آٹھ جگہ جانا ہے لیکن میں نے کبیر اور جوش سیمنار کے لیے ۲۰ر سے ۲۴ر فروری کی تاریخیں نوٹ کرلی ہیں۔ ضرور شرکت کروں گا۔
امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

تمہارا
سردار جعفری

(۱۷)

۸ر فروری ۱۹۹۹ء

برادر عزیز۔
یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تم اقبال کے خطبہ الہٰ آباد کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہے ہو۔ تم یہ کام بہتر طور پر کرسکتے ہو۔ پہلے کوشش یہ کرو کہ خطبہ کی اصل شکل تمھیں دستیاب ہو جائے۔ پھر اس کا نہایت باریکی سے مطالعہ و تجزیہ کرو۔ اقبال کے بارے میں کچھ غلط فہمیاں عام ہیں۔ یہی حال جوش کا ہے۔ ضرورت ہے کہ تم جیسے نئے لوگ ہمارے ان عظیم شاعروں کو نئے سرے سے دریافت کریں۔ میں اپنی جوانی میں اقبال کے بارے میں کچھ الگ سی رائے رکھتا تھا۔ بعد میں اندازہ ہوا کہ اقبال پہلے شاعر ہیں جنھوں نے لفظ انقلاب کا استعمال کیا ہے۔ یہ کام جوش سے پہلے کا ہے۔ میری کتاب "اقبال، کمیونزم اور اسلام" انگریزی میں شائع ہو رہی ہے۔ تمھیں بھیجوں گا۔
میں اودھ سمان کے لیے لکھنؤ جارہا ہوں۔ کیفی بھی ہوں گے کیا اچھا ہو کہ تم لکھنؤ آجاؤ۔ ان موضوعات پر تفصیل سے باتیں ہوں گی۔ ارادہ ہے کہ لکھنؤ سے کیفی کے ساتھ ان کے

گاؤں چلا جاؤں۔ تم اور عقیل صاحب مجواں آجاؤ تو کچھ اچھا وقت گزر جائے گا۔

عقیل صاحب کو آداب کہنا۔

امید ہے تم بخیریت ہو گے۔

تمھارا

سردار جعفری

(۱۸)

۲۳ر جون ۱۹۹۹ء

برادرم۔

آپ کا ۳ر مئی کا خط ملا۔ تاخیر سے ملا کیوں کہ میں بمبئی میں نہیں تھا۔ کراچی میں آپ سے ملاقات کے بعد میں اسلام آباد چلا گیا۔ وہاں سے لاہور ہوتا ہوا دہلی اور اس سے آگے گوہاٹی (آسام) اور واپسی میں تین دن کلکتہ قیام کر کے بمبئی واپس آیا۔ یہ وسط اپریل کا زمانہ تھا۔ چند روز بعد امریکہ روانہ ہو گیا۔ ہارورڈ یونی ورسٹی نے غالب پر تقریر کرنے اور گیان پیٹھ انعام کی مبارک باد دینے کے لیے مدعو کیا تھا۔ مبارک باد کی محفل میں میری شاعری بھی شامل تھی۔ وہ بہت شاندار تقریب تھی۔ اور شعر خوانی کی ایسی محفل جس میں میں نے اپنی نظمیں اردو میں سنائیں۔ اور ہارورڈ یونی ورسٹی کے احباب نے انگریزی ترجمے سنائے۔ جشن کا آغاز ہارورڈ فاؤنڈیشن کے ڈائرکٹر کی تقریر اور تحفۂ امتیاز سے ہوا۔ ہندوستان میں اس کی خبر ٹھیک سے شائع نہیں ہوئی۔ اور میرے نظریۂ شعر کے ساتھ اردو زبان کی عظمت کا اعتراف تھا۔ اس لیے سلطانہ نے اس خبر کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ وہ کاغذات آپ کے لیے بھیج رہا ہوں۔ امریکہ سے عقیل صاحب کے پاس بھی کچھ کاغذات بھیجے گئے تھے۔ ہارورڈ کے بعد مختلف شہروں میں آوارہ گردی کرتا رہا اور ۲۷ر مئی کو بمبئی واپس پہنچا ہوں۔ اتنے دن آرام کیا اب پھر ۲۴ر مئی کو لکھنؤ کا سفر درپیش ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ انجمن ترقی پسند مصنفین (اردو) کے سکریٹری آپ ہیں۔ اتنی لگن کے ساتھ اتنی محنت کوئی نہیں کر سکتا۔ اس عہدے کو میری مبارک باد کے ساتھ قبول کیجیے۔

میں نے ۹ر اور ۱۰ر اکتوبر کی تاریخیں اپنی ڈائری میں لکھ لی ہیں۔ یونی ورسٹی کی کلچرل کمیٹی

کی طرف سے ایک فارمل دعوت نامہ بھجوا دیجیے۔ میں لکھنؤ سے چند روز کے لیے کیفی کے پاس ان کے گاؤں جاؤں گا اور جولائی کے پہلے ہفتے میں بمبئی واپس آسکوں گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

عقیل صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہیے گا۔

آپ کا

سردار جعفری

بنام محمد ایوب واقف

۱۶؍ جولائی ۱۹۷۸ء

برادرِ عزیز۔ تسلیم

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ بمبئی واپس آگئے ہیں، اب ملاقات ہونی چاہیے۔ اگر آپ ۲۵؍ جولائی سے پہلے کسی دن ملیں تو بہتر ہے۔ میں ۲۵؍ کو ایک ہفتے کے لیے اپنے وطن بلرام پور جا رہا ہوں۔ آپ آنے سے پہلے ٹیلی فون کر لیں تاکہ میں گھر پر موجود رہوں۔

آپ نے مجھ پر جو کتاب لکھی ہے اس کے متعلق میں نے شاہد علی خاںؔ سے بات کی تھی اور انھوں نے اس کو مکتبہ جامعہ سے شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں دہلی جا رہا ہوں، مسودے کی ایک نقل مجھے دے دیجیے تو میں شاہد علی خاں کو اپنے ہاتھ سے دوں گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مسودے کے بغیر کوئی پبلشر کتاب شائع نہیں کر سکتا۔ یقیناً آپ نے مجھ پر یہ کتاب بہت محنت اور محبت سے لکھی ہے اور اس کے بعض حصے میں نے پڑھے ہیں۔ اب جب آپ نے کتاب مکمل کر لی ہے تو مسودے کی ایک کاپی عنایت کیجیے تاکہ اس کی طباعت کا انتظام کیا جائے۔ آپ اس کتاب کو میرے روپے سے یا اپنے روپے سے ضرور شائع کر سکتے ہیں لیکن اگر کوئی اچھا پبلشر کتاب شائع کرے گا تو اس کی فروخت کا بھی معقول انتظام کرے گا۔ ہم اس کتاب کو فروخت کرنے کے لیے پھر پبلشر اور کتب فروش ہی کے پاس جائیں گے۔ یہ کتاب جتنی آپ کی ہے اتنی ہی میری ہے۔ کوئی تیسرا آدمی اس کا پوسٹ مارٹم کرنے کے لیے کیوں تلاش کیا جائے۔

اس ہفتے جب آپ مجھ سے ملنے کے لیے تشریف لائیں تو مسودہ لیتے آیئے بشرطیکہ اس کی نقل تیار ہو۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۲)

Tel 307134

بمبئی - ۱۸ر جون ۱۹۸۰ء

برادرم۔ تسلیم

آپ کا خط ملا۔ آپ کسی وقت مجھ سے آ کر مل لیجیے۔ ٹیلی فون کر کے آیئے گا تو ملاقات یقینی ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۳)

۲۲ر اپریل ۱۹۸۱ء

عزیز گرامی۔ تسلیم

آپ کا خط ملا۔ خوشی کی بات ہے کہ عشرت علی صدیقی نے آپ کا انٹرویو لیا۔ وہ بہت اچھے صحافی ہیں اور میرے بہت پرانے اور عزیز دوست ہیں۔ "قومی آواز" کے چیف اڈیٹر ہیں۔ جب آپ ان کے قریب آئیں گے تو ان کی خوبیاں آشکار ہوں گی۔ میں نے آج آپ کے لیے ان سے ٹیلی فون پر بات کر لی ہے اور یقین ہے کہ خاطر خواہ نتائج پیدا ہوں گے۔ انھیں "قومی آواز" کے لیے اچھے آدمیوں کی ضرورت ہے اور آپ اس کام کے لیے نہایت مناسب ہیں اور مستحق بھی۔

عشرت رات کو میرے گھر کھانا کھانے آنے والے تھے لیکن کسی وجہ سے نہ آسکے۔ میرا ٹیلی فون دوپہر کے بعد سے بالکل مردہ ہے۔ اس لیے وہ مجھے اطلاع بھی نہ دے سکے۔ دو ایک دن میں ان سے ضرور ملاقات ہوگی۔ آپ ان سے ایک بار اور مل لیجیے اور میرے اس خط کا حوالہ دے دیجیے۔ میں نے آپ کے سلسلے میں مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب کا بھی نام لیا ہے اور جگن ناتھ آزاد کا بھی۔ آپ جب ملنے جائیں تو عشرت صاحب کو جگن ناتھ آزاد پر اپنی تالیف کی ایک جلد بھی پیش کر دیجیے۔

کالیداس گپتا رضا صاحب سے آپ کے متعلق میری جو بات ہوئی ہے اس میں کوئی ایسی بات

نہیں ہے جس سے آپ پریشان ہوں۔ مارکسزم کی بات انھوں نے نہیں کی تھی، میں نے کی تھی۔ شاید میرے بیان کی وجہ سے آپ کو کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہو، مطمئن رہیے۔ میرے دل میں آپ کے لیے صرف محبت اور عزت کا جذبہ ہے، کالی داس گپتا رضا صاحب بھی آپ کے معترف ہیں۔ آپ کتاب کے اوراق میں تبدیلی کرنے کے بعد مسودہ موصوف کو پڑھنے کے لیے دے دیجیے اور ان کی رائے معلوم کیجیے۔ اگر کتاب ان کو پسند آئی تو ان سے طباعت کے بارے میں گفتگو کی جا سکتی ہے۔ لیکن مسودہ مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب کے دیباچے کے ساتھ ہو تو بہتر ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۴)

۷۲ر مئی ۱۹۸۱ء

10-Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bombay-400036

عزیز گرامی۔ تسلیم

آج آپ کا کل کا لکھا ہوا خط ملا۔ اتفاق سے آج ہی عشرت صاحب سے بھی ٹیلی فون پر گفتگو ہوئی۔ انھوں نے خود ہی یہ بات چھیڑی۔ آپ دونوں کے درمیان کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ آپ ان کو پسند کرتے ہیں اور وہ آپ کو پسند کرتے ہیں اور وہ آپ کی صلاحیتوں کے معترف ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہر صنف کی اپنی دنیا الگ ہوتی ہے اور مزاج الگ الگ ہوتا ہے۔ جو آدمی ادب کے میدان میں اچھا ہوتا ہے جب صحافت کی دنیا میں داخل ہوتا ہے تو وہ اس کے لیے دوسری دنیا ہوتی ہے۔ آپ نے ادبی کام کیا ہے، صحافت کا کام نہیں کیا ہے۔ اس میں عشرت صاحب کا تجربہ بہت زیادہ ہے اور آپ کو اس تجربے سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ آپ اس کا اندازہ مہینے دو مہینے میں کر لیں گے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے خط کو بھول جائیے اور عشرت کے یہاں جا کر پھر سے کام شروع کر دیجیے اور ان کے تجربے کی دولت سے کچھ حصہ حاصل کر لیجیے آئندہ کام آئے گا۔ صحافت میں اداریہ لکھنے کے آداب دوسرے

ہیں اور ترجمہ کرنے کے آداب دوسرے۔ ابھی آپ ترجمہ کر رہے ہیں اور کچھ دن کے بعد آپ اسی پرچے میں اداریہ بھی لکھ سکیں گے۔ اداریے میں اپنی رائے کا اظہار اخبار کی پالیسی کے حدود کے اندر رہ کر کیجیے۔ ترجمے میں اصل عبارت کے ساتھ وفاداری کرنا ضروری ہوتا ہے۔ میں چوں کہ برسوں اس کوچے میں آوارہ گردی کر چکا ہوں اس لیے ان چیزوں سے واقف ہوں۔ اگر آپ صحافت کی دنیا میں قدم رکھیں گے تو آپ کو عشرت سے بہتر آدمی نہیں ملے گا جو عمر اور تجربے کے اعتبار سے آپ کی سرپرستی اور رہنمائی بھی کرے گا اور ایک اچھے انسان کی حیثیت سے دوستانہ رویہ برقرار رکھے گا۔ آپ کا یہ خیال کہ پہلے آپ کے ترجمے ان کو پسند تھے اور اب نہیں ہیں، غالباً ایک جذباتی ردِ عمل کا نتیجہ ہے۔ ایسے مواقع بار بار آئیں گے کہ وہ آپ کے ایک ترجمے کو پسند کریں گے اور دوسرے میں اصلاح کی ضرورت محسوس کریں گے۔ چوں کہ پرچے کی پوری ذمہ داری اڈیٹر پر ہوتی ہے اس لیے اس کی بات کو اہمیت دینا ضروری ہے۔ جب آپ عشرت کے پاس جائیں تو اس سے زیادہ کہنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے کہ میں حاضر ہو گیا ہوں، آج کا کیا کام ہے۔ اور کام شروع کر دیجیے۔ یہ میری خواہش ہے، یقین کیجیے آپ بہت اچھی صحبت میں ہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۵)

۲۳ر مئی ۱۹۸۱ء

برادرم۔ تسلیم

آپ کا خط ملا۔ خوشی کی بات ہے کہ آپ "قومی آواز" میں کام کر رہے ہیں اور وہ بھی عشرت علی صدیقی کے ساتھ۔ اس میں بھلائی بھلا ہے۔ ابھی یہ پرچہ بمبئی سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اب اس کو خوب صورت بنانا آپ لوگوں کا کام ہے۔ میں نے عشرت کو ایک خط لکھا تھا اور چند شعر بھیجے تھے، وہ چھپ گئے ہوں گے۔ یہاں پرچہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ بمبئی شہر کے وسطی اور جنوبی حصے میں انھوں نے اس کی تقسیم کا کوئی انتظام کیا ہو گا۔ میرے گھر جو شخص روز صبح اخبار دیتا ہے میں نے اس کو 'قومی آواز' کے شہر کے دفتر کا ٹیلی فون نمبر دے دیا ہے اور اس سے کہا

ہے کہ یہ پرچہ حاصل کر کے میرے لیے فراہم کیا کرے۔ دوسرے گاہک بھی ملیں گے۔ آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ ادارت کے اعتبار سے یہ سب سے اچھا اردو کا پرچہ ہے۔ اس کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ بھی نکلنا چاہیے۔ ۳؍ مئی کو ایک پرچہ کسی کے ہاتھ میں دیکھا تھا، طباعت اچھی تھی۔ لیکن چند روز بعد ایک پرچہ ڈاک سے میرے نام آیا، اس کی طباعت اچھی نہیں تھی۔ کٹنگ میں بھی خرابی تھی۔ اب پریس قابو میں آ گیا ہوگا۔

میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں انیسؔ کے یہاں سے اس زبان کے نمونے دوں گا جو انھوں نے دشمنوں کے لیے استعمال کی ہے۔ چند مصرعے لکھ رہا ہوں یہ کافی ہیں ؂

تھرا گیا بدن نہ رہی طاقتِ قرار — گھوڑے کی باگ پھیر کے بھاگا وہ نابکار
کام اُس خطا شعار کا جب ہو گیا اخیر — نکلا پرے سے اک قدم اندازِ بے نظیر
بدکیش و بدنہاد و خطا پیشہ و شریر
(مرثیہ "نکلی جو رن میں تیغِ حسینی غلاف سے")

خود تیغِ علی شاہ کے اعجاز سے نکلی — فریادِ دلِ فوج دغا باز سے نکلی
نعرہ کیا ہاں اے پسرِ سعدِ جفا کار — تو کیا ہے ترا رعب ہے کیا او سگِ ناپاک
(مرثیہ "اے شمعِ قلم روشنیِ طور دکھا دے")

(ذوالفقار کی تقریر)

بس گردِ علی پھرتی تھی پروانے کی صورت — آسکتا نہ تھا پاس کوئی اہلِ شقاوت
روکوں گی بھی اور کاٹوں گی ملعون کا سر بھی — میں آج ہوں تلوار بھی حضرت کی سپر بھی
(مرثیہ "جب آخری رخصت کو حسین آئے حرم سے")

فرما کے یہ اعدا کو پکارے شہِ ذی جاہ — اب جنگ میں کیا دیر ہے اے فرقۂ گمراہ
روسیاہوں کو مٹا دیں گے بڑھے آتے ہیں — ہم جو خاموش ہیں وہ منہ پہ چڑھے آتے ہیں
(مرثیہ "نمک خوانِ تکلم ہے فصاحت میری")

آپ نے ملاحظہ کیا کہ نمک خوانِ تکلم نے کیسے کیسے الفاظ دشمنانِ دین کے لیے استعمال کیے ہیں۔ روسیاہ، فرقۂ گمراہ، اہلِ شقاوت، سگِ ناپاک، جفاکار، دغاباز، نابکار، بدکیش، بدنہاد، اور شریر وغیرہ۔ فصاحت کا حق انھیں الفاظ سے ادا ہوتا ہے۔ یہ اس شاعر کا کلام ہے جس نے اپنے لیے یہ کہا ہے کہ ؂

دردِ سر ہوتا ہے بے رنگ نہ فریاد کریں
بلبلیں مجھ سے گلستاں کا سبق یاد کریں

حضرت علی اکبر کا ایک مرثیہ ہے "حضرت سے جب برادرِ خوشخو جدا ہوا" اس کا یہ بند ملاحظہ کیجیے۔

نکلا یہ سن کے غیظ میں اک پہلوانِ روم
گیتی کے چار دانگ میں تھی جس شقی کی دھوم
سر ہنگ و پر غرور و سیہ قلب و نحس و شوم
لنگر سے جس کے ہل گئی مقتل کی مرز و بوم
مرحب تھا کفر و شرک میں طاقت میں گیسو تھا
گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا

اس مرثیے کے دو مصرعے ہیں۔

خور گرم تھا شکم خانماں خراب
مرگ شقی کا رزق سیاہ یزید تھا

ایک نہایت شاندار مرثیہ حضرت قاسم کے متعلق ہے "پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح" اس میں ارزق شامی اور اس کے چار بیٹوں سے جنگ اور ان پانچوں کے قتل کا جو حصہ ہے وہ شاہکار کا درجہ رکھتا ہے اور اس میں اس طرح کے اشعار ہیں۔

جیب قبا کو مثل کفن پھاڑتا ہوا
نکلا پرے سے دیو سا چنگھاڑتا ہوا

کہتی تھی یہ زرہ بدنِ بد خصال میں
جکڑا ہے بیل حسن کو لوہے کے جال میں

چوں کہ میری شعری تربیت انیسؔ کے مرثیوں سے ہوئی ہے اور میں نے بچپن میں اپنی زمینوں میں ایسے اشعار کہے ہیں۔

کھا کے بل جانے لگا جب وہ شقیِ ازلی
حُر نے خود بازوؤں پر اپنے پڑھا نامِ علی

میرا یہی رویہ انقلابی شاعری میں منتقل ہو گیا جو پروفیسر اعجاز حسین کو اس لیے ناگوار گزرا کہ ان

کے دل میں شاید انگریزی سامراج سے وہ نفرت نہیں تھی جو میرے دل میں تھی۔ جو زبان انیس نے دشمنوں کے لیے استعمال کی ہے وہی زبان اردو غزل کے شعرا نے شیخ و محتسب کے لیے استعمال کی ہے اور میں نے سامراجیوں اور آج کے ظالموں کے لیے استعمال کی ہے۔ ناسخ کے ایک شعر پر یہ خط ختم کرتا ہوں ۔

محتسب کو ہو گیا آسیب جو توڑا ہے خم
جوتیوں سے میکشو جن آج جھاڑا چاہیے

مولانا محمد حسین آزاد نے اس شعر کو 'آبِ حیات' میں ناسخ کے منتخب اشعار میں نقل کیا ہے۔

آپ کا

سردار جعفری

پس نوشت: اگر عشرت کو پسند آئے تو افغانستان پر میرے انگریزی مضمون کا ترجمہ آپ 'قومی آواز' میں دے سکتے ہیں۔ سردار

(۶)

۲۷ / اکتوبر ۱۹۸۴ء

آپ کا ۲۲ / اکتوبر کا لکھا ہوا خط آج ملا۔ آپ غالباً اس خط کے لکھنے کے بعد تشریف لائے تھے اور چار اور جلدیں کتاب کی مجھے عنایت فرما گئے تھے۔ پاکستان میں آپ کی کتاب کی اشاعت کا خیال بہت اچھا ہے۔ کراچی میں میری کتابوں کے ناشر میرے دوست نورانی ہیں جو مکتبۂ دانیال کے مالک ہیں۔ وہ میری دو کتابیں شائع کر چکے ہیں اور کچھ اور کتابیں شائع کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ انجمنِ سادات امروہہ بھی کتابیں شائع کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔ تیسرے ناشر صہبا لکھنوی ہیں جو مکتبہ افکار سے رسالہ "افکار" نکال رہے ہیں۔ وہ اس وقت سردار جعفری نمبر کی تیاری میں مصروف ہیں اس لیے دو چیزیں شاید ایک ساتھ شائع نہ کر سکیں۔ آپ یہ کیجیے کہ اس کتاب پر مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب سے ایک مقدمہ لکھوا کر اور کتابوں کی غلطیاں درست کرا کے ایک نسخہ میرے عزیز اور دوست خورشید مصطفیٰ صاحب کے پاس بھیج دیجیے اور یہ لکھ دیجیے کہ میری ہدایت کے مطابق آپ یہ نسخہ ان کے پاس طباعت اور اشاعت کے لیے بھیج رہے ہیں۔ میں ان کو الگ سے خط لکھ دوں گا۔ اگر وہ

اس کو خود انجمن سادات امروہہ کی طرف سے شائع کرنا چاہیں تو شائع کرلیں اور بصورت دیگر مکتبہ دانیال کے لیے نورانی صاحب سے دریافت کرلیں اور صہبا صاحب سے بھی مشورہ کرلیں۔ کتاب کہیں نہ کہیں سے شائع ہو جائے گی۔

خورشید مصطفیٰ صاحب کا پتہ یہ ہے:

KHURSHEED MUSTAFA
B-435-BLOCK 13,F.B.AREA,DARACHI

میں انھیں خط آج ہی لکھ دوں گا۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۷)

۱۹ر جنوری ۱۹۸۵ء

عزیز گرامی۔ نیا سال مبارک ہو۔

آپ کا خط ملا، خوشی ہوئی۔ لندن، امریکہ اور کینیڈا کی تقریبات بہت دل چسپ رہیں۔ مشاعرے بہت کامیاب ہوئے۔ وطن سے دوری کی وجہ سے وہاں کے ہندوستانی اور پاکستانی باشندوں کا ذوق و شوق بہت نکھرا ہوا ہے۔ جمیل الدین عالی اس سفرنامہ پر ایک پوری کتاب لکھ رہے ہیں لیکن وہ لندن کی تقریبات میں شریک نہیں تھے۔ وہاں اردو مرکز، فیض کلچرل اکیڈمی اور انجمن ترقی پسند مصنفین نے میرے ستر سال کے جشن کے لیے تین الگ الگ اچھے اور کامیاب جلسے کیے۔ ٹورنٹو کے احباب نے ایک بہت اچھا تحفہ بھی دیا ہے۔ بہت ہی نئی قسم کی چیز ہے۔ آپ بھی آیئے گا تو دیکھیے گا۔

بھائی میرے سفرنامے کی تفصیلات میرے جانے کے بعد شمیم صاحب نے پریس کو شائع کرنے کے لیے دی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کی کتاب کا نام رہ گیا۔ اس کا ذکر بھی آتا تو مجھے خوشی ہوتی۔ آپ نے کتاب بڑی محنت اور محبت سے لکھی ہے۔ ناپسند کرنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں ہو سکتی۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے یہ کتاب تبصرے کے لیے کہیں بھیجی یا نہیں۔ "معارف" میں تو ضرور اچھا تبصرہ شائع ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ رسالہ "آجکل" (نئی دہلی)،

"شاعر" (بمبئی)، "ہماری زبان" (انجمن ترقی اردو نئی دہلی)، "حیات" (اجے بھون کوٹلہ روڈ نئی دہلی)، "سیاست" (جواہر لال نہرو روڈ، حیدر آباد) اور "کتاب نما" (مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵) میں بھی تبصرے کے لیے دو دو جلدیں بھجوا دیجیے۔

میں ڈاکٹر عبدالستار دلوی سے آپ کی مرتب کی ہوئی کتاب "مکاتیب منشی دیا نرائن نگم" کی خریداری اور انعام کے سلسلے میں بات کروں گا۔ اتفاق سے میں اردو اکیڈمی کے جلسوں سے اس زمانے میں غیر حاضر رہا۔ اب ۴؍ فروری کو میٹنگ ہے لیکن میں ۳؍ فروری کو سورت جا رہا ہوں۔ اگر ۴؍ فروری کو میٹنگ کے وقت تک واپس آ گیا تو اس میں ضرور شریک ہوں گا۔ لیکن اس کے علاوہ ایک خط بھی لکھ کر بھیج دوں گا تاکہ سند رہے اور وقتِ ضرورت کام آئے۔

آپ نے مجھ پر جو کتاب لکھی ہے اس کے فروخت کی کیا صورت ہے۔ مکتبہ جامعہ والے اس میں مدد کر سکتے ہیں۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

آپ کا

سردار جعفری

(۸)

۲؍ اپریل ۱۹۸۷ء

بھائی آپ بہت جلد رائے قائم کر لیتے ہیں۔ "ذکرِ رفتگاں" پر تبصرہ نہ لکھ سکا تو آپ کو یہ خیال ہوا کہ مجھے کچھ قباحت محسوس ہو رہی ہے۔ میرا خیال تھا کہ اتنے دنوں کی ملاقات میں آپ نے میرے متعلق کوئی اندازہ تو کیا ہو گا۔

آپ نے جس زمانے میں اپنی کتاب عنایت کی ہے یہ بہت زیادہ مصروفیت کا زمانہ ہے۔ اس لیے بہت سے کام مکمل نہ ہو سکے۔ میں ۱۴؍ مارچ کو مالیر کوٹلہ کے مشاعرے اور ۲۱؍ مارچ کو دہلی کے ہند و پاک مشاعرے میں نہ جا سکا۔ ۲۷؍ مارچ سے ۳۰؍ مارچ تک بھوپال میں ہندوستان کی تمام زبانوں کے شعرا کا اجتماع تھا اس میں مجھے شریک ہونا تھا۔ ایک اجلاس کی صدارت کرنا تھی، ایک مقالہ پیش کرنا تھا اور اپنا کلام ترجمے کے ساتھ سنانا تھا لیکن میں نہ جا سکا۔ پندرہ بیس روز سے میری کتابت شدہ نظمیں میرے پاس ہیں ان کی تصحیح کر کے جلد سے

جلد مکتبہ جامعہ کو بھیجنا ہے۔ ان کو بھی نہیں دیکھ سکا ہوں۔ احمد عباس جو میرے عزیز ترین دوست ہیں اور ۵۳ سال پرانے رفیق ہیں اور اس وقت بے حد علیل ہیں ان کو بھی دوسرے تیسرے دن دیکھنے جاتا ہوں۔ روزانہ نہیں جاسکتا۔ اس عالم میں آپ کی کتاب کا تبصرہ میں نہیں لکھ سکا۔

اس وقت میری دستاویزی فلم "تحریک آزادی میں ادب کا حصہ" جس کا آپ کو علم ہے، تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ ۳۱ر مارچ سے پہلے مکمل کر کے فلم ڈویژن کے حوالے کرنا تھی لیکن تاخیر ہو گئی اور ہوتی چلی جارہی ہے۔ کل جب آپ کا پوسٹ کارڈ ملا ہے تو میں صبح نو بجے سے شام کے ساڑھے چھ بجے تک Blaze ریکارڈنگ تھیٹر میں تھا جہاں فلم کا میوزک ریکارڈ کیا جارہا ہے۔ سات بجے کے قریب گھر آیا اور پھر ایک بہت ضروری کام سے باہر چلا گیا اور گیارہ بجے رات کو واپس آیا۔ آج کا دن بھی ریکارڈنگ تھیٹر اور Bombay Lab میں گزرا۔ روزانہ بارہ تیرہ گھنٹے کام کروں گا تو ۱۵ر اپریل تک اس کا پہلا پرنٹ فلم ڈویژن کو دے سکوں گا۔ آپ کو کاموں کی نوعیت بتادوں۔ میوزک کی ریکارڈنگ کے بعد تصویروں اور آوازوں کو ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میوزک، کمنٹری اور تاثر پیدا کرنے والی آوازوں کو ملا کر دوبارہ ریکارڈنگ ہوتی ہے۔ پھر فلم کا Nagative کاٹا جاتا ہے۔ یہ قلمی خیاطی کا کام ہے۔ اس کے بعد ایک ایک شاٹ کا رنگ ملایا جاتا ہے۔ پھر پرنٹ تیار کرنے کا کام شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سنسر کرانا اور پھر Film Abvisory Comittee کو دکھانا اور وہاں کا سرٹیفکٹ لے کر فلم ڈویژن میں پرنٹ داخل کرنا۔ یہ سب کام دس بارہ دن کے ہیں اس کے بعد سانس لینے کا موقع ملے گا۔ یہ تفصیلات جو آپ کے لیے غیر ضروری ہیں اس لیے لکھ دی ہیں تاکہ آپ یہ خیال اپنے دل سے نکال دیں کہ آپ کی کتاب پر تبصرہ لکھنے میں مجھے کچھ قباحت محسوس ہو رہی ہے۔ اس شدید مصروفیت کے عالم میں جب بھی ذرا سا موقع مل جائے گا تبصرہ لکھ کر بھیج دوں گا۔ اطمینان رکھیے اور ذرا سی تاخیر برداشت کر لیجیے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۹)

۱۲؍اپریل ۱۹۸۷ء

برادرِ عزیز خدا آپ کو خوش و خرم رکھے۔

حیدر آباد سے میرے دوست سری نواس لاہوٹی نے آپ کی کتاب "ذکرِ رفتگاں" کا تبصرہ بھیجا ہے۔ آپ کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔

اب مجھے اس ہفتے کے ختم ہوتے ہوتے ذرا فرصت مل جائے گی اور تبصرہ لکھ کر آپ کے پاس بھیج دوں گا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۰)

بمبئی-۲۸؍اپریل ۱۹۸۷ء

برادرِ عزیز۔ تسلیم

اچھی خبر یہ ہے کہ اب مجھے اپنے کاموں سے اتنی فرصت مل گئی ہے کہ آپ کی کتاب "ذکرِ رفتگاں" پر تبصرہ لکھ کر آپ کے پاس بھیج دوں۔ تین چار دن میں یہ ضروری کام کر دوں گا۔ حیدر آباد سے سری نواس لاہوٹی نے جو تبصرہ لکھا ہے اس کا تراشا آپ کو ملا ہو گا۔ ایک تراشا میرے پاس بھی آیا ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۱)

بمبئی-۷؍مارچ ۱۹۸۷ء

برادرم۔ تسلیم

آپ کا دوسری جون کا خط ذرا تاخیر سے ملا۔ خواجہ احمد عباس مرحوم بے مثل انسان تھے۔ ان کے کارنامے بڑے ہیں۔ آج کل بلٹز کے دفتر میں سو ڈیڑھ سو خطوط روزانہ احمد عباس کے

متعلق آ رہے ہیں۔ احمد عباس یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے تعزیتی جلسے ہوں۔ اس کے بعد بھی احباب تعزیتی جلسے کر رہے ہیں۔ کل رات ایک جلسہ تھا جو کئی تنظیموں کی طرف سے منعقد ہوا تھا۔

میرے پاس میرے متعلق جو مضامین ہیں وہ کئی لفافوں میں ہیں۔ انھیں اس ہفتے میں ایک جگہ جمع کر لوں گا۔ آپ کسی دن ٹیلی فون کر کے آجایئے تو بات کر لیں گے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۱۲)

بمبئی۔ ۲۴؍اپریل ۱۹۸۷ء

برادرم۔ تسلیم

ڈام موریز کے مضمون کا تراشا ملا۔ یہ میں پہلے پڑھ چکا ہوں۔ مضمون ناقص ہے۔ یہ چار پانچ ہزار الفاظ کا مضمون تھا جس کو اشتہارات کی جگہ نکالنے کے لیے مختصر کیا گیا اور وہ اس شکل میں شائع ہوا۔ بعض چھوٹی چھوٹی غلطیاں بھی ہیں۔

سال بھر پہلے Society میں اس سے بہتر مضمون شائع ہوا ہے۔ سنڈے آبزرور میں جو تصویر ہے وہ مجھے پسند ہے۔ فاطمہ احمد نے بنائی ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۱۳)

بمبئی۔ ۱۰؍ستمبر ۱۹۹۰ء

برادرم۔ تسلیم

آپ کا ۳۱؍اگست کا خط ملا۔ یہ آپ سے کس نے کہہ دیا ہے کہ میں آپ سے برہم ہوں اور

میری اس فرضی برہمی کی وجہ سے آپ کو اکیڈمی سے مالی امداد نہیں ملی۔ آپ سے برہم ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ویسے میں اس مزاج کا آدمی نہیں ہوں۔ میں ڈاکٹر محمد حسن کو ناپسند کرتا ہوں، لیکن اس کے باوجود اکیڈمی کا کل ہند انعام ان کو دیا گیا۔

اردو اکیڈمی کا پروگرام میں مرتب کرتا ہوں لیکن کام یوسف ناظم دیکھتے ہیں۔ مسوّدات پر مالی امداد دینے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے۔ مسوّدات دیکھنے کے بعد وہ اپنی سفارش پیش کرتی ہے اور اس کی بنیاد پر اکیڈمی کے جلسے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ میں اس زمانے میں بہت مصروف رہا اور اب بھی مصروف ہوں۔ اکیڈمی کے جلسے میں کمیٹی کی سفارش میں آپ کے مسوّدے کا ذکر نہیں تھا۔ میں نے یوسف ناظم سے کہا کہ کمیٹی سے دریافت کر کے یہ بتائیں کہ آپ مجھے ٹیلی فون پر بتائیے کہ آپ نے کتنی مالی امداد کے لیے درخواست دی تھی۔ میں تین چار دن میں دہلی چلا جاؤں گا اور اس کے بعد بمبئی واپس آکر حیدر آباد جاؤں گا۔ اس لیے ٹیلی فون پر یہ بات کر لیجیے اور احتیاطاً ایک خط بھی مجھے لکھ دیجیے۔
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۴)

بمبئی۔ ۱۲ را کتوبر ۱۹۹۰ء
برادرم۔ تسلیم
آپ کا خط ملا۔ میرے بھائی جذباتی خطوط پڑھ کر میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ صرف ہمدردی کر سکتا ہوں۔ جیسا میں نے پہلے عرض کیا تھا اردو کمیٹی کا طریقِ کار یہ ہے کہ وہ کتابوں کو مختلف کمیٹیوں کے سپرد کر دیتی ہے اور کسی کمیٹی کی رائے میں مداخلت نہیں کرتی۔ اس بنیاد پر سالِ رواں کا امدادی فنڈ تقسیم ہو گیا۔ اب آپ یہ کیجیے کہ اپنی کتاب کا نام، اس کا موضوع اور صفحات کی تعداد لکھ کر بھیج دیجیے۔ اور یہ بھی لکھیے کہ اس کی طباعت پر کتنی لاگت آئے گی۔ اور آپ نے اردو اکیڈمی سے کتنی امداد کی توقع کی تھی۔ اس کے بعد ہی میں کچھ سوچ سکتا ہوں۔ جواب کا انتظار کروں گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۵)

10-Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bombay-400036

۲۲ر اکتوبر ۱۹۹۰ء

میرے عزیز بھائی۔ معاف کیجیے۔ میں آپ کے خط کی پشت پر اس لیے لکھ رہا ہوں کہ آپ خود دیکھ لیں کہ تفصیلات مکمل نہیں ہیں۔ دو باتوں کا اضافہ کر کے اس کاغذ کو واپس کر دیجیے۔

۱- کتاب کا موضوع کیا ہے؟
۲- آپ نے کتنی امداد طلب کی تھی؟

ایک بات کی طرف آپ کی توجہ اور مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ آپ کی لاگت فی کتاب چالیس روپے ہے۔ اس حساب سے اس کی کم سے کم قیمت ایک سو بیس روپے ہو گی۔ اگر کتاب اس قیمت پر فروخت ہو جائے تو خوشی ہو گی۔ قرۃ العین حیدر کے نئے ناول "چاندنی بیگم" کی قیمت ۱۲۵ر روپے ہے، صفحات ۳۲۶۔ اور زاہدہ زیدی کی کتاب "دوسرا کمرہ" کی قیمت صرف ستر (۷۰) روپے ہے۔ صفحات ۲۳۸۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۶)

۲۲ر مئی ۱۹۹۲ء

برادر عزیز۔ خدا آپ کو خوش و خرم رکھے۔

آپ کا خط ملا۔ شکریہ۔

میرے پاس افکار کے نمبر کی صرف ایک جلد ہے۔ لیکن میں نے صہبا لکھنوی کو خط لکھ کر پچاس جلدیں اپنے احباب اور ہندوستانی کتب خانوں کے لیے محفوظ کرا لی ہیں۔ ان کو خط لکھ دوں گا کہ دارالمصنفین اور شبلی کالج کو ایک ایک جلد روانہ کر دیں۔ میری نظم کی کتابیں تو اس وقت کسی کتب فروش کے پاس نہیں ہیں لیکن نثر کی دو کتابیں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ "لکھنؤ کی پانچ راتیں" کا نیا اڈیشن لکھنؤ سے شائع ہوا ہے اور "پیغمبرانِ سخن" کا اڈیشن بمبئی سے۔ اب

میں اپنی شاعری کا ایک اچھا انتخاب تیار کر رہا ہوں۔ کوشش ہے کہ اس سال شائع ہو جائے۔ بکھرے ہوئے مضامین بھی جمع کر رہا ہوں، وہ بھی کتابی صورت میں آ جائیں تو اچھا ہے۔

اکیڈمی کے انعام کا جلسہ ۶ ر جون کو منعقد ہوگا۔ گزشتہ جلسے میں یہی تاریخ طے ہوئی تھی۔ میں اس جلسے میں شرکت نہ کر سکوں گا۔ ایک ماہ کے لیے ہندوستان سے باہر جا رہا ہوں۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۷)

10-Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bombay-400036

۲۲ ر اگست ۱۹۹۳ء

برادرم ایوب واقف۔ تسلیم

آپ کا ۶ ر اگست کا خط میں نے کل پڑھا۔ میں تین ہفتوں سے بمبئی اسپتال میں زیر علاج تھا۔ اس وقت گھر پر بھی زیر علاج ہوں۔ ۲۷ ر اگست کو ڈاکٹر پھر معائنہ کریں گے اس کے بعد سفر کی اجازت دیں گے۔

آپ کو علم ہے میں چھ ماہ کے لیے علی گڑھ چلا گیا ہوں۔ یونیورسٹی نے وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے بلایا ہے۔ انشاءاللہ آخر دسمبر تک وہاں رہوں گا۔ آخر جولائی میں علاج کے لیے بمبئی آ گیا تھا۔

آپ کو خطوط جمع کرنے میں زحمت اٹھانی پڑے گی۔ کچھ خطوط کی نقلیں میرے پاس ہیں وہ علی گڑھ سے واپسی پر آپ کو دے دوں گا۔ میں نے آپ سے وہ خطوط بھی جمع کرنے کے لیے کہا تھا جو میرے پاس آئے ہیں۔ ان میں بہت سے ادیبوں اور شاعروں کے بہت اہم خطوط ہیں۔ سب سے پہلے آپ میری بہن رباب کے ساتھ مل کر میرے بکسوں کی تلاش لیجیے اور خطوط الگ الگ کر کے الگ لفافوں میں رکھ دیجیے۔ ترتیب دینے کے کام میں میری مدد کی ضرورت ہوگی۔

اردو اکیڈمی میں مسودوں کی اشاعت کے لیے امداد کا کام ذرا بعد کو شروع ہوگا۔ ابھی یہ دریافت کرنا ہے کہ کتنے مسودے اب تک آ گئے ہیں۔ آپ کے مضامین کے مسودے کے

بارے میں دریافت کروں گا۔ آپ نے اس کا نام نہیں لکھا۔ ٹیلی فون پر بتا دیجیے۔
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۸)

بمبئی-۱۵ر جنوری ۱۹۹۴ء
برادرم ایوب واقف۔ نیا سال مبارک ہو۔

آپ کا خط ملا۔ آپ جب جی چاہے تشریف لے آیئے لیکن بہتر ہوگا کہ آنے سے پہلے ٹیلی فون کر لیجیے تاکہ میں آپ کی آمد کے وقت گھر پر موجود رہوں۔ کبھی کبھی یکایک باہر جانا پڑتا ہے۔ میں نے کمیونسٹ پارٹی کے اخبار "حیات" (نئی دہلی) اور انجمن ترقی اردو کے ہفت روزہ "ہماری زبان" میں آپ کی بھیجی ہوئی رپورٹ پڑھی۔ شعبۂ اردو بمبئی یونیورسٹی کے سمینار کے متعلق جتنی مخفی باتیں تھیں وہ سب آپ نے لکھ ڈالیں لیکن مقالات اور تقریروں سے کوئی اقتباس پیش نہیں کیا جس سے سمینار کا کچھ اندازہ ہوتا اور مخفی باتوں میں یہ بھی لکھ دیا کہ سردار جعفری اس سمینار میں شریک نہیں ہو سکے۔ جناب آپ صبح کے اجلاس میں تھے، میں دوپہر کے اجلاس میں پہنچ گیا تھا اور شام تک جلسے میں شریک رہا۔ تمام مقالات میرے سامنے پڑھے گئے اور آخر میں میں نے ایک گھنٹے کی تقریر کی جس میں بہت سے مسائل پر اظہار خیال کیا۔ آپ کی رپورٹ کے شائع ہونے کے بعد اب دوسری رپورٹ تو نہیں لکھی جا سکتی۔ میں احباب کے استفسار پر ذاتی طور سے جواب دے رہا ہوں کہ میں نصف سمینار میں موجود تھا۔ پھر بھی آپ نے جو لکھا ہے خلوص و محبت سے لکھا ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے۔
امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

پس نوشت: آپ یہاں تشریف لانے کے لیے خط کی جگہ ٹیلی فون کر لیا کیجیے۔ اس میں تاخیر کم ہوگی اور آپ کو میرے جواب کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔

سردار

بنام عادل اسیر دہلوی

۲۳؍اپریل۱۹۹۶ء

مکرمی۔ تسلیم!

آپ کی چھوٹی سی کتاب "بچوں کی رباعیاں" ملی۔ شکریہ۔ رباعیاں اچھی ہیں۔ زبان سادہ ہے۔ لیکن تین رباعیوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ صفحہ ۶ پر دوسری رباعی میں یہ مصرع ہے "بہتر نہیں اسلام سے مذہب کوئی" یقیناً مسلمان کے لیے اسلام سے بہتر کوئی مذہب نہیں ہے، لیکن عیسائی اور اہلِ ہنود اس عقیدے کو کیوں تسلیم کریں گے۔ اس مصرع کو بدل دیجیے تو بہتر ہے۔ اور یہ اسلامی روح کے مطابق ہے۔

اللہ نے پورا کیا اپنا انعام
قائم ہوا دنیا میں نظامِ اسلام
ہر قوم میں بھیجے ہیں پیمبر اس نے (یعنی خدا نے)
قرآن نے دنیا کو دیا ہے پیغام

اب یہ رباعی ہر مذہب کے بچے پڑھ سکتے ہیں۔ پوری رباعی قرآن شریف کی آیات کے مطابق ہے پھر بھی سب کے لیے ہے۔

اسی طرح صفحہ ۷ کی دوسری رباعی کے آخری دو مصرعے بھی نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ:

اللہ کے حق سے جو رہے گا غافل
انسان کے حق بھی نہ کرے گا پورے

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ:

بَآدے نرسیدی خدا چہ می جوئی
زخود گریختہ آشنا چہ می جوئی

اس لیے یوں لکھنا بہتر ہوگا:

انسان کے حق سے جو رہے گا غافل
اللہ کے حق بھی نہ کرے گا پورے

ہمارے بزرگ صوفیائے کرام کا ارشاد ہے کہ "دل کو نہ توڑیے یہ خدا کا مقام ہے" - یہ حق اللہ اور حق العباد کا مسئلہ ہے۔

آٹھویں صفحے کی دوسری رباعی "نشتر یہ رگِ جاں" کی ترکیب خوب صورت ہے لیکن زبان بچوں کے لیے مشکل ہے۔ اسے درست کر لیجیے۔ خط کو حالی کی ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

دنیائے دنی کو نقش فانی سمجھو
ہر چیز یہاں کی آنی جانی سمجھو
پر جب کرو آغاز کوئی کام بڑا
ہر سانس کو عمر جاودانی سمجھو

امید ہے مزاج بخیر ہو گا۔

دعا گو

سردار جعفری

(۲)

10-Seeta Mahal
Boman Ji Petit Road
Bombay-400036

۹ر ستمبر ۱۹۹۶ء

مکرمی۔ تسلیم!

نغمۂ خیام کی ایک جلد موصول ہوئی۔ شکریہ۔

آپ نے رباعی کی بحر میں ترجمے کیے ہیں مشکل کام تھا لیکن آپ نے خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ترجمے رواں دواں اور خوب صورت ہیں۔ مبارک باد قبول کیجیے۔

خیر اندیش

سردار جعفری

جناب معصوم مراد آبادی

۱۰ر جولائی ۱۹۹۶ء

مکرمی۔ تسلیم۔

ہفت روزہ "خبردار جدید" شمارہ ۲۱ تا ۳۰ر جون ملا۔ جس میں آپ نے اٹل بہاری باجپئی کے نام میرے کھلے خط کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ "ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے" شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری تحریر کو وسیع تر حلقوں تک پہنچانے میں مدد کی۔

ترجمہ اچھا ہے لیکن کچھ بہت اہم حصے چھوٹ گئے ہیں۔ مثلاً غدا (اُنم) کے بارے میں یجروید کا اقتباس۔ وہ میرے مضمون کی جان ہے کیوں کہ اس میں غدا (اُنم) کو دیوتاؤں پر ترجیح دی گئی ہے۔ شاید آپ کے مترجم کو یہ گمان ہو کہ GOD سے مراد خدا ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ GODS کا ترجمہ دیوتا ہوگا اور ہندو Mythology میں دیوتا مخلوق ہیں، خالقِ مطلق نہیں۔

ایٹم بم کے سلسلے میں بھی ایک اہم جملہ خارج کردیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے "اگر پاکستان کشمیر پر ایٹمی حملہ کرے گا تو اس کے زہریلے اثرات سے اسلام آباد محفوظ نہیں رہے گا"۔

ایٹمی ہتھیاروں کا استعمال خواہ پاکستان کرے خواہ ہندوستان، ہمارے برصغیر میں خودکشی کے برابر ہوگا۔

آپ کے لیٹر پیڈ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید "خبردار جدید" اردو کے علاوہ ہندی میں بھی شائع ہوتا ہے۔

میں اس سے پہلے "خبردار جدید" سے بے خبر تھا۔ یہ میری کوتاہی تھی۔ آپ اردو کا پرچہ میرے نام جاری کردیں تو نوازش ہوگی۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

خاکسار
سردار جعفری

بنام سرور تونسوی

۶؍ فروری ۱۹۷۶ء

مکرمی۔ تسلیم۔

عنایت نامہ مورخہ ۴؍ فروری کل شام کو موصول ہوا۔ میں "جشنِ سحر نمبر" کے لیے کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کی شخصیت اور شاعری پر ضرور مضمون لکھوں گا۔ تحریر فرمایئے کہ "شانِ ہند" کا یہ شاندار نمبر کب شائع ہوگا اور میں کب تک اپنا مضمون آپ کی خدمت میں روانہ کروں۔ اگر ممکن ہو تو کنور صاحب کے مجموعہ کلام کی ایک جلد ارسال کر دیجیے اور اس کے بعد کے کلام میں سے کچھ نظمیں اور غزلیں بھی عنایت کیجیے تا کہ میں اپنے مضمون میں اشعار اور نظموں کا حوالہ دے سکوں۔ میرے پاس کنور صاحب کی عطا کی ہوئی ایک کتاب تھی لیکن وہ کسی کو پسند آگئی اور وہ میری اجازت کے بغیر اس کو لے کر چل دیے۔ اور میں نے یہ شعر پڑھ کر داد دی۔

در کعبہ بدزد اگر بیابی
دیوانِ ظہیر فاریابی

نیاز مند

سردار جعفری

بنام راج نرائن راز

برادر عزیز۔ تسلیم۔

آپ کے عنایت نامے کے ساتھ "آجکل" کے دو شمارے بذریعہ رجسٹری موصول ہوئے۔ شکریہ۔ تذکرہ و تعارف کا سلسلہ اچھا ہے۔ "من کہ ــــ" عنوان بھی خوب ہے۔ مالک رام صاحب کا انداز Bio- Data کا سا ہے اور شاید یہی مناسب ہے تاکہ شاعر اور ادیب اپنی شان میں قصیدہ خوانی سے گریز کرے اور "احوال واقعی" لکھ دے۔

میں دو تین دن میں آپ کو اپنا "من کہ ــــ" ارسال کر دوں گا اور سیاہ روشنائی سے ایک نظم بھی بخط شاعر شائع کرنے کے لیے دوں گا۔ آج اور کل بہت مصروف ہوں۔ پرسوں انشاءاللہ یہ کام ہو جائے گا۔ اس وقت یہ سطریں صرف آپ کے خط کی رسید کے طور پر لکھ رہا ہوں۔

ہندوستان ٹائمز کا مشاعرہ بہت اچھا ہوا۔ بھی لوگوں نے تعریف کی۔ عشرت آفریں اپنی کامیابی سے بہت خوش ہو کر پاکستان واپس گئی ہیں۔ میں اس زمانے میں ان کی تخلیقات دیکھ رہا تھا۔ میں تو حیران ہوں کہ یہ لڑکی تخلیقی شعر کا آبشار ہے۔ تقریباً ڈیڑھ دو سو غزلیں اور پانچ چھ سو نظمیں کہہ چکی ہے اور بے انتہا اور بجلیلیٹی ہے۔ میں اس کی کچھ چیزیں اشاعت کے لیے بھیجوں گا۔ فی الحال تین شعر۔

نمو کے عرفاں سے بے خبر ہوں
میں لالۂ دشتِ بے شجر ہوں
مجھے اٹھانے کا حق ہے کس کو
میں اپنی تربت پہ نوحہ گر ہوں
وہ کج کلاہوں کی بستیاں ہیں
مجھے نہ لے چل، میں ننگے سر ہوں

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

بنام ڈاکٹر ممتاز احمد خاں

ALI SARDAR JAFRI
10- Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bomday-400036

۵ر جنوری ۲۰۰۰ء

مکرمی۔ تسلیم۔ گزشتہ سال آخر نومبر میں آپ کا ایک پوسٹ کارڈ آیا تھا جس میں آپ نے میری شاعری پر اپنے طویل مقالے کا ذکر کیا تھا۔ میں اپنی علالت اور مصروفیات کی وجہ سے فوراً جواب نہ دے سکا اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

آپ کا مقالہ مجھے ابھی تک نہیں ملا ہے۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ خدا بخش لائبریری جرنل میں شائع ہوا ہے، ضرور بہت اچھا ہوگا۔ میری شاعری کے متعلق مقالات پر مشتمل ایک کتاب تیار کی جارہی ہے۔ آپ کی اجازت سے اس میں آپ کا مقالہ شامل کیا جاسکتا ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا

سردار جعفری

بنام ڈاکٹر محمد اسد اللہ وانی

10- Sedta Mahal
Boman ji Petit Road
Bomday-400036

۱۱ر اگست ۱۹۷۹ء

برادر عزیز۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

آپ کا ۷ر اگست کا خط آج ۱۱ر اگست کو ملا ہے۔ میں نے آپ کی خواہش کے مطابق کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو سفارشی خط لکھ دیا ہے۔ خدا کرے وہ ۱۴ر اگست سے پہلے ان کو مل جائے۔ ڈاک سری نگر اور بمبئی کے درمیان جس سست رفتاری سے پرواز کرتی ہے اس کی وجہ سے اندیشہ ہے۔ اگر آپ کو میرا یہ خط ۱۴ر سے پہلے مل جائے تو سمجھوں گا کہ رئیس احمد صاحب کو بھی میرا خط مل گیا ہوگا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا

سردار جعفری

بنام نامی انصاری

۴ر فروری ۱۹۰۱ء

مکرمی۔ تسلیم۔

درویشوں کا تحفہ برگ سبز ہوتا ہے۔ شاعر کا تحفہ "برگ سر سبز" اس خوب صورت تحفے کا شکریہ۔ آپ کی شاعری غزل کی شائستہ اور کلاسیکی روایت کی حامل ہے اور آج کے احساس سے بھی لبریز ہے۔ پڑھ کر خوشی ہوئی۔

'گفتگو' میں تبصرے کی کوئی صورت نہ نکل سکے گی۔ وجہ یہ ہے کہ ابھی 'گفتگو' کے ترقی پسند ادب نمبر کی پہلی جلد شائع ہوئی ہے اور دوسری جلد زیرِ طبع ہے اور تیسری اور چوتھی جلدیں ۱۹۸۲ء کے آخر تک شائع ہوں گی۔ ان جلدوں میں تبصرے نہیں ہیں۔ یقین ہے کہ آپ اس معذرت کو قبول کریں گے۔ لیکن اس سے آپ کے کلام کی خوبی پر حرف نہیں آتا۔

لیکن دوسری جلد میں شعر اور تنقید شامل ہیں (تبصرہ نہیں) اور اس میں آپ کی ایک غزل شامل کر رہا ہوں۔ اس طرح تھوڑی سی تلافی ہو جائے گی۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

نیاز مند

سردار جعفری

بنام خواجہ احمد عباس

۵ر جون ۱۹۷۶ء

پیارے عباس۔

میں اپنے دوست واقف صاحب کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ چند ماہ پہلے تم نے میری کتاب "لکھنؤ کی پانچ راتیں" مجھ سے لی تھی۔ یہ بات ۱۹۷۵ء کی ہے۔ مجھے اب اس کتاب کی شدید ضرورت ہے۔ مہربانی کر کے واقف صاحب کے ہاتھ کتاب میرے پاس بھیج دو۔

امید ہے کہ تم اچھی طرح ہو گے۔

تمہارا

سردار جعفری

بنام خلیق انجم

10-Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bombay-400036

۵؍مارچ ۱۹۷۳ء

برادرم۔ تسلیم۔

آپ کا ۱۲؍فروری کا خط مل گیا تھا۔ جواب میں تاخیر کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ میں ۸؍مارچ کی شام کو دہلی آرہا ہوں۔ اردو کانفرنس تک قیام کرسکوں گا۔ اس دوران میں ملاقات ہونی چاہیے۔ اگر آپ ۹؍مارچ کی شام کو شنکر شاد مشاعرے میں آرہے ہوں تو وہاں ملاقات ہو جائے گی۔ اپنا ٹیلی فون نمبر لکھ رہا ہوں۔ کسی وقت صبح دس گیارہ بجے تک مجھے ٹیلی فون کر لیجیے ۸۶۲۲۷۔ یہ حوض خاص میں کرتار سنگھ دوگل صاحب کا ٹیلی فون نمبر ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۲)

۳۰؍مئی ۱۹۷۵ء

برادرم خلیق انجم۔ تسلیم۔

آپ کی مستعدی کی داد دیتا ہوں۔ جس دن بمبئی آیا اسی دن آپ کا ۲۴ مئی کا خط ملا۔ "ترقی پسند ادب" کا مسودہ بہت جلد آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ میں اس پر حواشی کا اضافہ کر رہا ہوں اور ایک نیا دیباچہ لکھ رہا ہوں۔ ایک بات یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کتاب آفسٹ پر چھاپ سکیں گے۔
اقبال اور انیس پر کچھ ضرور لکھوں گا۔
امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

پس نوشت: انجمن کے پتے پر ریلوے پارسل کے ذریعے سے ہندوستانی بک ٹرسٹ کی اور اپنی کچھ کتابیں فروخت کرنے کے لیے بھیج رہا ہوں۔ ریلوے رسید کے ساتھ تفصیلی خط بھیجوں گا۔

(۳)

۱۰ر جون ۱۹۷۵ء

محترمی۔ "ہماری زبان" کی ۸ر جون کی اشاعت میں آپ نے اردو اکیڈمیوں کی گرم بازاری پر جو اداریہ لکھا ہے میں اس سے پوری طرح متفق ہوں۔ ظاہر ہے کہ اردو والوں کو مطمئن کرنے کے لیے اکیڈمیوں کا قیام کافی نہیں ہے۔ جب تک یہ مطالبہ پورا نہیں ہوتا کہ اردو کے علاقوں اور ہندی ریاستوں میں اردو کو تعلیم اور نظم و نسق کی سطح پر پورے حقوق ملنے چاہئیں اس وقت تک اردو والے مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اکیڈمیوں کے "گلدستے" اپنی جگہ خوب صورت سہی لیکن اس پودے کی آبیاری ضروری ہے جس میں پھول کھلتے ہیں۔ اکیڈمیوں کے قیام کے بعد ہمارے مطالبے کی آواز میں نئی کھنک پیدا ہونی چاہیے۔ اس وقت اگر انجمن ترقی اردو کی طرف سے ایک کل ہند کانفرنس ہو تو وہ اس آواز میں نئی دھار پیدا کرنے میں بہت مفید ثابت ہوگی۔

"ہماری زبان" کی اس اشاعت میں کمار پاشی کی غزل بھی دیکھی۔ کیا آپ کی نظر سے ان کا یہ بیان گزرا ہے:

> "میں اپنے احساسات کا اظہار اردو زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں ایک ایسی زبان میں لکھنے پر مجبور ہوں جس سے مجھے محبت نہیں اور جس کا ادبی ورثہ شاندار نہیں۔ یہ (اردو) ایک مردہ زبان ہے"۔

اس اعتراف کے بعد کہ کمار پاشی کو اردو زبان سے محبت نہیں ہے اور وہ اس کو ایک مردہ زبان سمجھتے ہیں۔ ان کی شاعری کو انجمن ترقی اردو کے پرچے میں جگہ دینا اردو زبان کی توہین ہے۔

۱۹۷۳ء کا یہ انگریزی بیان مع اردو ترجمہ کے "صبح ادب" (لکھنؤ) کی اپریل اور مئی ۱۹۷۵ء کی اشاعتوں میں شائع ہو چکا ہے۔ کمار پاشی نے یہ بیان ہم اردو والوں (یہاں خط کا کاغذ خراب ہو گیا ہے)۔

(۴)

۱۵ر جولائی ۱۹۷۵ء

برادرم خلیق انجم صاحب۔ تسلیم۔

آپ کا خط آیا تھا۔ اپنی مصروفیت کی وجہ سے جلد جواب نہ لکھ سکا۔ اس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ "ترقی پسند ادب" پر میں نظر ثانی کر رہا ہوں اور جلد سے جلد کتاب چھپنے کے لیے آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ غالباً اس کام میں آخر اگست کا وقت آجائے گا کیوں کہ ایک ہفتے بعد مجھے کچھ دنوں کے لیے بمبئی سے باہر جانا ہے۔ کشمیر سے واپسی پر چار پانچ دن دہلی رہوں گا۔ اس وقت آپ سے ملنے کی کوشش کروں گا۔

میری نظموں کا انتخاب اگر آپ نے مکمل کر لیا ہو تو وہ بھی دہلی میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ لوں گا۔

آپ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ میری دو نظموں پر عصمت چغتائی نے پندرہ منٹ کی ایک رنگین ڈاکومنٹری فلم بنائی ہے۔ اس میں "ہاتھوں کا ترانہ" اور "میرا سفر" شامل ہیں۔ دو اور نظموں پر ایک اور اچھے فلم ساز گارگار ڈاکومینٹری فلم بنا رہے ہیں۔ اس میں دلیپ کمار نے میری نظمیں پیش کی ہیں۔ میوزک روی شنکر کا ہے۔ فلم آئندہ ہفتے تیار ہو جائے گی۔

اس خط کے ساتھ کمار پاشی صاحب کے مراسلے کے جواب میں ایک مراسلہ بھیج رہا ہوں۔ کسی قریبی اشاعت میں شائع کر دیجیے، شکر گزار ہوں گا۔

میری اور ہندوستانی بک ٹرسٹ کی کتابوں کے پارسل مل گئے ہوں گے۔ تازہ شمارہ آئے تو پتا چلے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۵)

۷ر اکتوبر ۱۹۷۵ء

برادرم خلیق انجم صاحب۔ تسلیم۔

عید مبارک۔ 'شاعر' کے تازہ شمارے میں گوشۂ شمیم کرہانی میں ڈاکٹر قمر رئیس، مہدی عباس

حسینی اور اعجاز صدیقی کے مضامین اچھے لگے۔ آپ کا مضمون ابھی پڑھا، پسند آیا۔ لیکن اس میں یہ پڑھ کر افسوس ہوا کہ انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری ہونے کی وجہ سے آپ کے بعض بہت اچھے دوست شدید ترین مخالف ہو گئے ہیں۔ یہ میں نہیں پوچھوں گا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ کبھی آپ ہی نام بتائیں گے۔ لیکن میں یہ ان کی بدنصیبی سمجھتا ہوں۔ آپ کے کام اور سلیقے کو کسی کی نظر نہیں لگے۔ "کشمکش عظمتِ کردار عطا کرتی ہے"۔ میں اپنے اس مصرعے کو اپنی زندگی کے لیے مشعلِ راہ بنائے ہوئے ہوں اور آپ کو بھی یہی مصرعہ نذر کر رہا ہوں۔ آپ انجمن کا کام کیجیے اور دل چھوٹا نہ کیجیے۔

اتفاق کی بات ہے کہ میں اب تک انجمن کے دفتر میں آکر آپ سے نہیں مل سکا ہوں۔ دہلی کے فاصلے اور میری مصروفیات مجھے آپ سے دور رکھتی ہیں۔ ملا صاحب سے بھی وعدوں کے باوجود ملاقات نہیں کر پاتا ہوں۔

"ترقی پسند ادب" پر نظر ثانی کا تھوڑا سا کام باقی رہ گیا ہے۔ جلد کتاب طباعت کے لیے بھیج دوں گا۔ اور میری نظموں کا انتخاب کس منزل میں ہے جو آپ نے کیا ہے۔

میں ۲۰ر اکتوبر کی شام کو دہلی آ رہا ہوں۔ ۲۱ر کو قیام رہے گا لیکن زیادہ وقت جامعہ ملیہ میں گزرے گا۔ ۲۲ر کو صبح کی پرواز سے کشمیر چلا جاؤں گا۔ وہاں اقبال سمینار ہے۔ ۳۰ر کو کشمیر سے واپس آؤں گا اور ۳۱ر کی صبح کی پرواز سے لکھنؤ۔ وہاں سے غالباً ۷ر نومبر تک واپسی ہوگی۔ دیکھیے اس وقت ملاقات کے لیے وقت نکال سکوں گا یا نہیں۔ لیکن ٹیلی فون ضرور کروں گا۔

بھائی۔ "ہماری زبان" میں "ہندوستان ہمارا" پر ایک تبصرہ تو کرا دیجیے۔ "گفتگو" بھی ملا ہوگا۔ اس کے لیے کچھ لکھیے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۶)

۴ر دسمبر ۱۹۷۶ء

برادرم۔ تسلیم۔

"ہماری زبان" کا ۲۲ر نومبر کا تازہ شمارہ میرے سامنے ہے۔ اس میں بھی ہندوستانی بک ٹرسٹ

کی کتابوں کا اشتہار نہیں ہے۔ آپ نے ازراہ کرم کتابیں فروخت کرنے کے لیے حاصل کی ہیں لیکن ان کا اشتہار نہیں چھاپ رہے ہیں۔ وجہ سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ میں بار بار یاد دہانی کر چکا ہوں اور آپ کے یہاں کتابیں چھ ماہ سے ہیں اور ان چھ مہینوں میں ایک بار بھی ان کا اشتہار نہ چھپ سکا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اشتہار چھپنے کے بعد کتابوں کو فروخت کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ امید ہے آپ اس طرح توجہ فرمائیں گے۔

جواب کا انتظار ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا
سردار جعفری

(۷)

یکم جنوری ۱۹۷۷ء

برادر عزیز۔ نیا سال مبارک ہو۔ خدا کرے اردو کے لیے اور زیادہ سازگار فضا پیدا ہو۔ آج "ہماری زبان" کا یکم جنوری کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ میری اور ہندوستانی بک ٹرسٹ کی کتابوں کا اشتہار پھر غائب ہے۔ چھ سات مہینے کی مسلسل یاد دہانی کے بعد آپ نے ایک بار چھوٹے سے چوکھٹے میں چار پانچ کتابوں کا اشتہار دیا جب کہ اس سے زیادہ جگہ آپ نے ایک کتاب کے اشتہار کو دی ہے۔ بھائی وہ کتابیں آپ ہی کے گودام میں ہیں۔ اب آپ کی ہیں۔ آپ اشتہار نہیں دیں گے تو کیسے فروخت ہوں گی۔ اپنی مصروفیت میں سے ذرا سا وقت نکال کر میرے خط کا جواب ضرور دیجیے۔ عنایت ہوگی۔

سردار

(۸)

۲۹ر جون ۱۹۸۳ء

برادرم خلیق انجم۔ تسلیم۔

ایک عرصے سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ "ہماری زبان" سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ ایک زحمت دینا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی کچھ کتابوں کی ضرورت ہے جو اب نایاب ہیں۔ ایک

چھوٹا سا اعلان "ہماری زبان" میں شائع کر دیجیے شکر گزار ہوں گا۔

"مجھے اپنی تصنیفات کی ضرورت ہے (سردار جعفری)

مجھے اپنی کچھ کتابوں کی ضرورت ہے جن کا کوئی نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ بازار میں بھی دستیاب نہیں ہوتی ہیں۔ میں یہ کتابیں خریدنے کو بھی تیار ہوں اور ان کی زیراکس کاپی بنا کر واپس کرنے کو بھی تیار ہوں۔

۱- ایشیا جاگ اٹھا: پہلا یا دوسرا اڈیشن

۲- نئی دنیا کو سلام: دوسرا اڈیشن جس میں مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر کا دیباچہ شامل ہے۔

۳- پیراہن شرر: گردپوش کے ساتھ جو مشہور مصور حسین کا بنایا ہوا ہے۔

۴- پتھر کی دیوار: گردپوش کے ساتھ

میرا پتا: علی سردار جعفری

۱۰- سیتا محل، بومن جی پٹیٹ روڈ، بمبئی-۴۰۰۰۳۶

میں وسط جولائی یا آخر جولائی میں دہلی کی طرف آؤں گا۔ آپ سے ضرور ملاقات ہونی چاہیے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا

سردار جعفری

(۹)

بمبئی-۱۲/اپریل ۱۹۸۵ء

برادرم خلیق انجم۔ تسلیم۔

اخباروں میں یہ خبر پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ کی اردو خدمات کے سلسلے میں مغربی بنگال کی اردو اکیڈمی نے آپ کو دس ہزار روپے کا خصوصی انعام دیا ہے۔ اس انعام سے آپ کے ادبی وقار میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ ہاں اردو اکیڈمی کی عزت باقی رہے گی کہ اس نے ایک مستحق ادیب کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ میری طرف سے مبارک باد قبول کیجیے۔

آپ کا

سردار جعفری

(۱۰)

۲۹ر مئی ۱۹۸۵ء

مکرمی۔ تسلیم۔

مہربانی فرماکر میرا یہ خط "ہماری زبان" کی قریب ترین اشاعت میں شائع کردیجیے۔ نوازش ہوگی۔

"اردو اخبارات نے ہماری تحریک آزادی میں بڑا کام کیا ہے۔ لیکن ایک اخبار "سوراجیہ" کا کارنامہ عجیب و غریب ہے۔ اس پرچے کی زندگی صرف دس ماہ رہی ہے اور دس ماہ میں نو اڈیٹر گرفتار کیے گئے جنھیں چار سال سے لے کر عمر قید تک کی سزا دی گئی۔ یہ اخبار الٰہ آباد سے نکلتا تھا۔ اس اخبار کی مجھے تلاش ہے۔ اس کی اشاعت کا زمانہ کیا تھا اور گرفتار ہونے والے اور سزا پانے والے نو اڈیٹروں کے کیا نام تھے۔ کیا ان کی تصویریں بھی کہیں مل سکتی ہیں؟ میں اپنے طور پر مختلف ذرائع سے تلاش کررہا ہوں اگر کوئی صاحب اس سلسلے میں مجھے معلومات فراہم کرسکیں تو شکر گزار ہوں گا۔

مجھے دو اور چیزوں کی تلاش ہے۔ مخدوم کی آواز میں ۱۹۴۷ء سے پہلے کی کوئی نظم یا غزل اور خاص طور سے دو نظمیں (۱) جانے والے سپاہی سے پوچھو (۲) یہ جنگ ہے جنگِ آزادی۔ دوسرے مجاز کی آواز میں ان کی نظم "آوارہ"۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۱)

بمبئی۔۴۰۰۰۳۶

۸ر مارچ ۱۹۸۷ء

برادرم خلیق انجم۔ تسلیم۔

آپ نے میرے نام "ہماری زبان" پھر جاری کردیا اس کے لیے شکر گزار ہوں۔ تازہ شمارے میں اقبال شناسی پر آپ کا تبصرہ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ اس کے لیے بھی شکریہ۔ آپ کو یہ معلوم کرکے مسرت ہوگی کہ اس کتاب کا پاکستانی اڈیشن بھی شائع ہوگیا ہے۔ میں کل شام

کو دہلی آرہا ہوں اور ۱۵/۱۶ر تک قیام کروں گا۔ ملاقات ہونی چاہیے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۲)

۲۰ر جون ۱۹۸۸ء

برادرم خلیق انجم۔ تسلیم۔

یہاں ایک نوجوان اطہر عزیز ہیں۔ انھوں نے کبیر پر اور غالبؔ پر میری کتاب "پیغمبرانِ سخن" کا نیا اڈیشن شائع کیا ہے۔ اس واقعے کو چھ ماہ ہو گئے۔ اب انھوں نے یہ خبر دی ہے کہ کتاب آپ کے پاس "ہماری زبان" میں تبصرے کے لیے بھیجی گئی ہے۔ اگر کتاب آپ کو مل گئی ہے تو تبصرہ جلد شائع کر دیجیے۔ بصورتِ دیگر نئی جلد بھیجی جا سکتی ہے۔ تبصرہ شائع ہو جانے کے بعد کتاب کی فروخت پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔ کتاب بہت اچھی اور خوب صورت چھپی ہے۔

انجمن ترقی اردو دوسرے ناشروں کی کتابیں فروخت کرنے کے لیے کمیشن پر لیتی ہے۔ کیا یہ صورت "پیغمبرانِ سخن" کے لیے بھی پیدا ہو سکتی ہے؟

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

(۱۳)

10-Seeta Mahal
Boman ji Petit Road
Bombay-400036

۲۵ر اگست ۱۹۸۸ء

برادرم خلیق انجم۔ تسلیم۔

مجھے بیگم حسرت موہانی کے متعلق کچھ تفصیلات درکار ہیں:

۱۔ بیگم حسرتؔ موہانی کی کوئی تصویر کہیں سے دستیاب ہو سکتی ہے؟

۲۔ بیگم حسرتؔ نے ۱۹۱۶ء میں حسرت موہانی کی دوسری گرفتاری پر مقدمے کی پیروی

خودکی تھی کیوں کہ کوئی بیرسٹر مقدمے کو ہاتھ لگانے کے لیے تیار نہیں تھا۔
اس پیروی مقدمہ کی کیا تفصیلات ہیں۔ کیا بیگم حسرت موہانی نے عدالت میں کوئی بیان دیا تھا یا حسرت کے دفاع میں تقریر کی تھی؟ اس مقدمے کی تفصیلات کہاں سے مل سکتی ہیں؟

حسرت موہانی کی بیٹی نعیمہ غالباً زندہ ہوں گی۔ اگر ان کے شوہر کا نام اور پتا معلوم ہو جائے تو شکر گزار ہوں گا۔

اس سلسلے میں ایک خط ڈاکٹر عابدہ سمیع الحق کو بھی لکھ رہا ہوں، ان کا پتا میرے پاس نہیں ہے اس لیے "ہماری زبان" کی معرفت خط ارسال کر رہا ہوں۔ ۸ر جون ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں بیگم حسرت موہانی پر ان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ مہربانی فرما کر خط ان کے پتے پر Redirect کر دیجیے اور جواب میں مجھے بھی ان کا پتا لکھ دیجیے۔

کیا انجمن کے کتب خانے میں اردوئے معلیٰ کی فائلیں ہیں؟ اگر نہیں تو کہاں مل سکتی ہیں؟

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

پس نوشت: ایک بات اور۔ نشاط النساء بیگم نے ۱۹۱۹ء میں لارڈ مانٹگو کے سامنے انگریزی میں گفتگو کی تھی اور یہ کہا تھا کہ اگر آئرلینڈ کے باغی رہا ہو سکتے ہیں تو ہندوستان کے نظر بند (محمد علی وغیرہ) کیوں نہیں رہا ہو سکتے؟ اس کی اصل انگریزی عبارت کہاں سے ملے گی۔

سردار

(۱۳)

۲۳ر مارچ ۱۹۹۱ء

برادرم خلیق انجم۔ تسلیم۔

اس روز اینگلو عربک کالج (ذاکر حسین کالج) کی تقریب میں آپ کو پہلی صف میں دیکھا، خیال تھا کہ جلسے کے خاتمے کے بعد باتیں کریں گے لیکن آپ درمیان سے اٹھ کر چلے گئے۔ میں ۲۷ر مارچ کی شام کو ایک دن کے لیے دہلی آ رہا ہوں۔ آپ کے گھر کا نمبر میرے پاس نہیں ہے۔ ۲۸ر کو دن کے وقت اردو گھر میں ٹیلی فون کر لوں گا۔

بہت دن پہلے آپ کا خط آیا تھا۔ میں سوچتا ہی رہا کہ کیا جواب دوں اور اتنی تاخیر ہو گئی۔ "ترقی پسند ادب" کتاب سردار جعفری کی انتہا پسندی کا شاہکار ہے لیکن اس شاہکار میں بعض بہت اچھی چیزیں ہیں۔ اس لیے نئے اڈیشن کا جواز ہے لیکن معقول حواشی کے ساتھ۔ اس کتاب میں میرا نقطۂ نگاہ میرا ہے اور صرف میرا۔ یہ انجمن کی پالیسی کا اظہار نہیں ہے۔ لیکن اس زمانے میں جو ہوا چل رہی تھی اس کا اثر سب پر تھا۔ اس کتاب کے دو اڈیشن انجمن ترقی اردو نے شائع کیے۔ پہلے اڈیشن کے وقت مسودہ قاضی عبدالغفار دیکھتے تھے اور ڈاکٹر عبدالعلیم اس پر نظر ثانی کر کے مشورہ دیتے تھے۔ دوسرے اڈیشن میں آل احمد سرور کی رائے شامل ہے جس میں انھوں نے اس کتاب کو ہمہ گیر تحریک کی مستند کتاب قرار دیا۔ اس کے دو نسخے میں نے سجاد ظہیر اور فیض کو بھیجے۔ دونوں جیل میں تھے۔ سجاد ظہیر کا خط آیا۔ دونوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، سارا ہنگامہ جدیدیت کی تحریک کے ساتھ شروع ہوا۔ اس میں کچھ باتیں صحیح تھیں اور کچھ جانی بوجھی غلط بیانیاں۔ بہر کیف کتاب اب تک زندہ ہے، ہر سال اس کی نئی اشاعت کے لیے کہا جاتا ہے۔ اس کتاب کے جعلی نسخے بھی طبع ہو چکے ہیں۔

اب ایک بہت ذاتی بات۔ عرفانہ عزیز پاکستان کی بہت اچھی شاعرہ ہیں اور کینیڈا میں رہتی ہیں۔ میرے متعلق اُن کا مضمون "نیلا فرشتہ" کتاب نما کے سردار جعفری نمبر میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔

اُن کا خط آیا ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ ان کے تین شعری مجموعوں کا ایک انتخاب ہندوستان سے شائع ہو اور اس میں کچھ نئی نظمیں بھی وہ شامل کر رہی ہیں۔ وہ سب نظمیں میرے نام ہیں۔ خوب صورت نظمیں ہیں۔ کتاب کا انتساب بھی میرے نام ہوگا۔ ان کی خواہش ہے کہ کتاب ہندوستان سے شائع ہو اور ۲۹ر نومبر کو میری پیدائش کے دن اس کا اجرا دہلی یا بمبئی میں ہو جس میں شرکت کے لیے وہ خود اپنے شوہر ریاض صاحب کے ساتھ آئیں گی۔ کیا آپ اس کتاب کو شائع کر سکیں گے؟ کتاب شاعری کے اعتبار سے بہت اچھی ہوگی۔
امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

سردار جعفری

(۱۵)

۲۱ر جون ۱۹۹۱ء

برخوردم خلیق انجم۔ خدا تمھیں خوش رکھے۔
کل رات کو تم نے دوردرشن پر وزیر اعظم کی تقریر سنی ہوگی۔ اس کے فوراً بعد اقبال کے

انداز کا اور دھن بھی ترانے کی۔ ہندوستان کے نقشے پر بچوں کو آراستہ کیا گیا تھا اور لباس قومی پرچم کے رنگوں کا تھا۔ اقبال کا مصرعہ "ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا" اس طرح بدلا گیا "ہم ہیں بہاریں اس کی یہ گلستاں ہمارا"۔ "مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا" یا تو خارج کر دیا گیا تھا یا مسخ۔ "جن گن من" کی طرح نغمے میں گجرات اور مہاراشٹر کے نام ڈال دیے گئے تھے۔ یہ نظم دوردرشن سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ جس طرح یہ نظم پیش کی گئی ہے اسی طرح ترانہ ہندی کو پیش کیا جائے تو اس کا اثر بڑھ جائے گا۔

ہندوستان میں تین ترانے ہیں۔ ایک سرکاری ترانہ ہے "جن گن من"، دوسرا نیم سرکاری ترانہ ہے "وندے ماترم" اور تیسرا عوام کا مقبول ترانہ ہے "سارے جہاں سے اچھا......"۔ اس ترانے کا احترام اس لیے بھی کرنا چاہیے کہ جب Constituent Assembly میں ڈاکٹر راجندر پرشاد کی خدمت میں ہندوستان کا نیا قومی پرچم پیش کیا گیا تو سُچیتا کرپلانی نے "وندے ماترم" اور "سارے جہاں سے اچھا" گایا تھا۔

ادھر کچھ دنوں سے طبیعت خراب تھی، اب بہتر ہے۔ لیکن دواؤں کے اثر سے ہاتھ میں ہلکا سا رعشہ ہے، اس لیے بدخطی معاف۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہو گے۔

تمہارا
سردار جعفری

(۱۶)

۳ راگست ۱۹۹۱ء

عزیز گرامی ڈاکٹر خلیق انجم۔ خوش رہو۔

حیدر آباد کے "سیاست" کے ۲۸ رجولائی کی اشاعت میں ایک اداریہ سردار جعفری کمیٹی کی رپورٹ کے خلاف شائع ہوا ہے۔ تراشا بھیج رہا ہوں، پڑھو اور عبرت حاصل کرو۔ اردو والے اردو کو اس طرح نقصان پہنچاتے ہیں۔

اداریے کا دوسرا حصہ چغلی کھا رہا ہے کہ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔ یہ بدروح جو ترقی پسندی کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے خباثت کی آخری حدوں تک جا سکتی ہے۔

میں نے "سیاست" کے اداریے کے جواب میں ایک بیان لکھا ہے، وہ "سیاست" میں اشاعت کے لیے بھیجا ہے۔ ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی۔ عابد علی خاں صاحب بیمار ہیں۔ یہ اداریہ جگر نے لکھا ہے۔ انھوں نے اعتراف کیا کہ رپورٹ نہیں پڑھی ہے، صرف خبروں کی بنیاد پر اداریہ سپردِ قلم کردیا۔ اس سے کتنا نقصان پہنچے گا اس کا انھوں نے اندازہ نہیں کیا۔

"سیاست" ہندوستان میں وسیع پیمانے پر پڑھا جاتا ہے اور دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی حیدر آبادی خواتین اور حضرات کے زیرِ مطالعہ رہتا ہے۔ اس لیے میرے جوابی بیان کی وسیع تر اشاعت ضروری ہے۔ تم میرا یہ بیان پڑھ کر "ہماری زبان" میں مکمل شائع کردو۔ باقی آئندہ نہیں ہونا چاہیے۔ بیان پہلے صفحے کا مستحق ہے۔ اس کے ساتھ اندر کے صفحے پر تمھارا اداریہ آنا چاہیے اور "سیاست" میں بھی تمھارا ایک مفصل بیان شائع ہونا چاہیے۔
میں یہ خط اور بیان Speed Post سے روانہ کر رہا ہوں تاکہ جلد سے جلد شائع ہو جائے۔ خط کی رسید بھیج دینا۔
امید ہے کہ تم بخیریت ہو گے۔

تمھارا
سردار جعفری

(۱۷)

۲۶ر اگست ۱۹۹۱ء
برادرم۔ تسلیم۔
تمھارا ۲۰ر اگست کا خط آج ملا۔ ڈاک کی بدانتظامی کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ میں نے کتاب ۱۴ر اگست کو کھلر کے سپرد کردی تھی اور انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ تمھارے پاس پہنچا دیں گے۔ اب تم خود کتاب ان سے حاصل کرلو۔ یہ میرے بارے میں میری بہنوں کی لکھی ہوئی کتاب ہے جس کو کالی داس گپتا رضا نے شائع کیا ہے۔ لوگوں کو کتاب پسند آئی ہے۔ تمھارا تبصرہ مفید ہو گا۔
"ہماری زبان" کا وہ شمارہ ملا جس میں سردار جعفری کمیٹی کے متعلق میرا بیان اور "سیاست" (حیدر آباد) کا اداریہ شائع ہوا ہے۔
امید ہے کہ تم بخیریت ہو گے۔

تمھارا
سردار جعفری

۱۲ر جون ۱۹۹۳ء

برادرم خلیق انجم۔ خوش رہو اور اپنی تابانی کے ساتھ زندہ رہو۔ چار پانچ دن ہوئے بھوپال سے ملکہ نسیم کا ٹیلی فون آیا تھا۔ پوچھ رہی تھی کہ کتاب کے اجرا کے لیے راشٹرپتی کے یہاں سے کوئی تاریخ آئی یا نہیں۔ جواب تمھارے پاس آئے گا۔ ذرا راشٹرپتی کے پریس سکریٹری پروین کمار ورما سے ٹیلی فون پر بات کرلو۔ میں بھی ٹیلی فون کردوں گا۔

Tel: R: 3015949/ 3015221- Fax: 4337
Pr. Secretaial: 3016535/ 3015321- Fax: 4322

جولائی کے مہینے کی تاریخ مل جائے تو بہت اچھا ہے۔ میں یکم جولائی سے آخر دسمبر تک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں قیام کروں گا۔ ویسے بمبئی کی طرف آتا جاتا رہوں گا۔ وائس چانسلر نے Visiting Professor/ Poet on Campus کے نام پر دعوت دی ہے۔ میں ۲۳ر جون کو حیدر آباد جارہا ہوں وہاں سے ۲۹ر کو روانہ ہو کر ۳۰ر کو دہلی اور پھر علی گڑھ پہنچ جاؤں گا۔
وہاں کا پتا:

C/o NIZAM SHERVANI
DIL-ARAM COTTAGE, GIRLS COLLEGE ROAD
MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH-200202 (U.P)

اب ایک ذاتی بات۔ انجمن ترقی اردو پر میرا قرض ہے۔ انجمن نے سب کے کتابچے شائع کیے ہیں، میرا کتابچہ شائع نہیں کیا۔ ذرا سوچو پچاس سال میں سود کی شکل میں کتنے صفحات کا اضافہ ہو گیا ہوگا۔ لیکن میں سود کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ اب کتابچہ نہیں بلکہ پوری ایک کتاب ہے۔ میں نے تم سے گزشتہ سال انتخاب کا ذکر کیا تھا۔ یہ نظم و نثر کا مشترکہ انتخاب ہے۔ اس میں جملہ اسّی (۸۰) نظمیں اور منتخب نثر پارے ہیں۔ نام ہے "رقصِ مہ و سال"۔ ڈھائی تین سو صفحات کی کتاب ہوگی۔ ۲۹ر نومبر کو اسّی (۸۰) سال کا ہو جاؤں گا۔ اس وقت یہ کتاب انجمن کی طرف سے شائع ہو جائے تو بہت خوشی ہوگی۔ فراق "در مدح خود" مضامین لکھ کر دوسروں کے نام سے شائع کراتے تھے۔ میرا "در مدح خود" کا طریقہ ہے بغیر کسی دیباچے کے ایک معقول انتخاب۔ اردو میں اس طرح کا مشترکہ نثر و نظم کا انتخاب کبھی شائع نہیں ہوا۔ کسی سے دیباچہ لکھوانے کے بجائے بقلم خود اپنے شعر و فن کا نظریہ بیان کروں گا۔ وہ بھی صرف ایک صفحے میں۔

اس خط کا جواب بمبئی کے پتے پر دینا۔ میں ۲۳ر جون تک یہاں رہوں گا۔ انجمن کتاب خوب صورت شائع کرتی ہے لیکن اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ انجمن کی مہر زیادہ قیمتی ہے اس انجمن سے شبلی نعمانی اور مولوی عبدالحق کا رشتہ رہ چکا ہے۔

امید ہے کہ تم بخیریت ہوگے۔

تمھارا
سردار جعفری

(۱۹)

۱۹ر جون ۱۹۹۳ء

برادرم خلیق انجم۔ تسلیم۔

میرا خط آپ کو ملا ہوگا۔ میری کتاب "رقصِ مہ و سال" کی اشاعت کے بارے میں کیا فیصلہ کیا۔

اس خط کے ساتھ ملفوف ایک طویل مراسلہ ہے۔ آپ پڑھ کر اندازہ کرلیں گے کہ یہ کتنا اہم ہے۔ اس لیے "ہماری زبان" میں ذرا نمایاں جگہ ملنی چاہیے۔

میں نے شاید آپ کو لکھا ہے کہ میں یکم جولائی سے مسلم یونیورسٹی میں قیام کروں گا۔ یہ سلسلہ آخر دسمبر تک چلے گا۔ میرا نیا پتا:

C/o NIZAM SHERVANI
DIL-ARAM COTTAGE, GIRLS COLLEGE ROAD
MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH-200202 (U.P)

آئندہ خط و کتابت اسی پتے پر کیجیے گا اور "ہماری زبان" بھی چھ ماہ کے لیے اسی پتے پر ارسال فرمائیے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا
سردار جعفری

۱۴ر اگست ۱۹۹۳ء

برادرم خلیق انجم۔ خوش رہو۔

شروع جولائی میں ملکہ نسیم کی کتاب کے جشن اجرا کے بعد میں ۹ر تاریخ کو علی گڑھ چلا گیا تھا۔ تم سے اپنی کتاب "رقصِ مہ و سال" کی اشاعت کی بات ہو گئی تھی اور میں نے نظم اور نثر پاروں کی فہرست دوبارہ تمھارے پاس بھیج دی تھی اور اس میں شامل ہونے والی اسی (۸۰) تخلیقات کی زیروکس کاپیاں بنوانا شروع کر دی تھیں۔ خیال تھا کہ آخر جولائی میں دہلی آ کر مسودہ تمھارے ہاتھ میں دے دوں گا تاکہ فوراً کتابت شروع ہو سکے۔ لیکن یکایک ۲۴ر جولائی کو میری طبیعت خراب ہو گئی۔ کھانسی اور بخار کا تخت اور شدید اثر تھا۔ علی گڑھ کے ڈاکٹروں نے اس کا علاج شروع کیا لیکن تین چار دن تک کوئی افاقہ نہیں ہوا اور مجھے خیال ہوا کہ معاملہ کچھ اور ہے۔ "وہی دیرینہ بیماری وہی ناتحکمی دل کی" اور میں ۲۹ر جولائی کو بمبئی آ گیا۔ دہلی میں قیام ممکن نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے دوسرے دن صبح ہی اسپتال میں داخل کر دیا۔ معاملہ دل ہی کا تھا۔ آج اسپتال میں دو ہفتے پورے ہو چکے ہیں۔ دو ایک دن میں یہاں سے فرصت ملے گی اور میں انشاء اللہ آخر اگست تک علی گڑھ چلا جاؤں گا۔ دہلی میں تم سے ملنے آؤں گا یا اگر تم ایک دن کا وقت نکال سکو تو علی گڑھ آ جانا۔ کتاب کے مسودے کے علاوہ جوش سیمنار پر بھی بات کرنا ہے۔

اس وقت میرے پاس "رقصِ مہ و سال" کا نظم کا حصہ تقریباً مکمل ہے۔ نثر کی تخلیقات کی زیراکس کاپیاں مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کتابت ستمبر میں شروع ہو سکتی ہے۔ کتاب انجمن سے شائع ہو گی اس لیے یقین ہے کہ خوب صورت طباعت ہو گی۔ میں نے حسین سے کتاب کے گرد پوش کی فرمائش کی ہے۔ وہ آج کل لندن میں ہیں۔ "رقصِ مہ و سال" اپنی معنویت کے اعتبار سے حسین کے موقلم کو "تری رفتار قلم جنبش بال جبرئیل" بنا سکتا ہے۔

تم نے ملکہ نسیم سے جوش سیمنار کا ذکر کیا تھا۔ ان کا خط آیا ہے۔ ان کے لیے کوئی اچھا سا موضوع تم تجویز کر دو۔

ایک بات اور ہے۔ "رقصِ مہ و سال" اسی (۸۰) منتخب ادب پاروں پر مشتمل ہے۔ پہلے میرا

خیال تھا کہ اس کو دیباچے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اب سوچتا ہوں کہ تم اس پر دیباچہ لکھ دو۔ انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

تمہارا
سردار جعفری

(۲۱)

۳۰ راگست ۱۹۹۳ء

برادرم خلیق انجم۔ تم نے میرے اسپتال سے لکھے ہوئے خط کا جواب علی گڑھ کے پتے پر دیا ہوگا۔ لیکن میری علالت نے طول کھینچا اور میں تین ہفتے اسپتال میں رہا۔ دس دن پہلے ۲۰ ر اگست کو گھر واپس آیا۔ ایک ہفتے بعد ڈاکٹر نے پھر معائنہ کیا اور مزید دو ہفتوں کے لیے گھر پر آرام کرنے کی تاکید کی۔ ڈاکٹر کا مشورہ سر آنکھوں پر، لیکن میں خود اتنی کمزوری محسوس کر رہا ہوں کہ سفر کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ طاقت بہت آہستہ آہستہ آ رہی ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ خوب کتابیں پڑھ رہا ہوں اور کچھ لکھ بھی رہا ہوں۔ ایک چھوٹا سا مضمون ڈاکٹر عبدالمغنی کے مضمون کے جواب میں ہے جو موصوف نے خوشونت سنگھ سے ناراض ہو کر لکھا ہے۔ جلد بھیجوں گا، پسند آئے گا۔

لیکن یہاں کے قیام سے ایک نقصان یہ ہو رہا ہے کہ میں اپنی کتاب "رقصِ مہ و سال" کا مسودہ ابھی تک تمھارے پاس نہیں بھیج سکا ہوں۔ نصف مسودہ میرے پاس ہے اور نصف علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری میں ہے۔ اب چوں کہ علی گڑھ جانے میں تاخیر ہو رہی ہے اس لیے دو چیزیں دوبارہ زیراکس کرا کے مسودہ مکمل کروں گا اور آٹھ دس دن میں تمھارے پاس بھیج سکوں گا۔ کتاب کا سائز ڈیمائی ہوگا۔ میں نے حسین سے اس اعتبار سے گردپوش بنانے کی فرمائش کی ہے۔ لیکن وہ آج کل امریکہ میں ہیں۔ مسودہ مل جانے کے بعد تمھیں اس پر ایک دیباچہ لکھنا ہے۔ میں نے اس سے پہلے دیباچہ لکھنے کی فرمائش صرف مجنوں گورکھپوری سے کی تھی۔ "پیراہنِ شرر" کا دیباچہ آنند نرائن ملا نے خود لکھا تھا۔ بات ہوئی تھی کہ ملک راج آنند کے گھر ۱۹۶۰ء میں جب جنگ جاری تھی ظ. انصاری نے کہا کہ اس قسم کی نظمیں لکھنے پر سردار جعفری ابھی تک گرفتار کیوں نہیں کیے گئے۔ اس کے جواب میں ملا صاحب نے کہا کہ اس کتاب کا دیباچہ میں لکھوں گا۔ "پیراہنِ شرر" کا گردپوش حسین نے

بنایا تھا وہ بھی بغیر فرمائش کے۔ سنا ہے کہ ہمارے دوست جگن ناتھ آزاد انجمن کے صدر ہو گئے ہیں، خوشی ہوئی۔

اس خط کی رسید مجھے بمبئی کے پتے پر بھیج دینا۔

تمہارا
سردار جعفری

(۲۲)

برادر عزیز۔ عید مبارک۔
خدا تمھیں خوش رکھے اور "گل افشانیِ گفتار" میں اضافہ کرے۔ میں کمیٹی کی صدارت میں لطف اندوز ہوتا رہا۔ تمھیں علم ہے کہ میں جدید عہد کے اردو شعرا پر ایک سیریل ٹیلی ویژن کے لیے بنا رہا ہوں۔ حسرت اور مجاز پر کچھ باب مکمل کر چکا ہوں۔ مجاز ایک باب باقی ہے۔ تم نے حسرت کے لیے ان کی بیگم نشاط النساء بیگم کی تصویر فراہم کی تھی۔ اب کہیں سے مجاز کی کتاب "آہنگ" کے پہلے اڈیشن (۱۹۳۸ء) کا ایک نسخہ فراہم کردو۔ اور یہ کام تم ہی کر سکتے ہو۔ اپنی جستجو جاری رکھو اور "ہماری زبان" میں ایک چھوٹا سا اعلان شائع کردو جس کی عبارت اس خط کی پشت پر لکھ رہا ہوں۔ یہ اعلان دوبار شائع کر دینا۔ یقین ہے کہ کسی گوشے سے کتاب مل جائے گی۔
امید ہے کہ تم بخیریت ہوگے۔

تمہارا
سردار جعفری

آہنگ کی تلاش

مجاز کے مجموعۂ کلام "آہنگ" کا پہلا اڈیشن ۱۹۳۸ء میں لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ مجھے اس پہلے اڈیشن کے ایک نسخے کی تلاش ہے۔ اگر کہیں سے دستیاب ہو جائے تو میں قیمت دے کر خرید لوں گا۔ بصورتِ دیگر دیکھ کر واپس کردوں گا۔

سردار جعفری
۱۰- سیتا محل، بومن جی پیٹٹ روڈ
بمبئی-۴۰۰۰۳۶

حواشی

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

۱ سید مظفر حسین برنی، سابق گورنر ہریانہ، ۱۹۷۶ء میں مرکزی حکومت کی وزارت داخلہ میں سکریٹری تھے۔ موصوف نے چار ضخیم جلدوں میں علامہ اقبال کے اردو خطوط مرتب کیے ہیں۔

۲ اقبال پر یہ نمائش سری نگر میں ۲۷؍ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو منعقد ہوئی تھی۔ نمائش کا افتتاح آئی۔ کے۔ گجرال صاحب نے کیا تھا اور کشمیر کے وزیر اعلیٰ شیخ عبداللہ مہمانِ خصوصی تھے۔

۳ ان کا پورا نام وی. شنکر تھا۔ وزیر اعظم مرارجی ڈیسائی کے پرسنل سکریٹری تھے۔ ان کے انتقال کو بہت عرصہ ہو چکا ہے۔

۴ تلوک چند محروم۔

۵ اس زمانے میں پروفیسر آل احمد سرور اقبال انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر تھے۔

۶ ایل۔ کے۔ اڈوانی صاحب اُس وقت مرکزی حکومت میں وزیر اطلاعات و نشریات تھے۔ آزاد صاحب کے مرتبہ "مرقعِ اقبال" کی رسم اجرا انھوں نے ہی ادا کی تھی۔

۷ شہباز حسین ماہانہ "آجکل" کے سابق اڈیٹر ہیں۔

۸ یہ آزاد صاحب کی تصنیف ہے اور اس کا نام "اقبال: شخصیت اور شاعری" ہے۔

۹ اردو کے مشہور مزاح نگار۔

۱۰۔ اقبال کا جشنِ صد سالہ منانے کے لیے مرکزی حکومت نے یہ کمیٹی تشکیل دی تھی۔

۱۱۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے "مرقع اقبال" تیار کیا تھا۔ ہندوستان اور پاکستان سے اب تک اس مرقع کے کئی اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۱۲۔ ناظم، سردار جعفری صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا پورا نام ناظم حکمت جعفری ہے۔

۱۳۔ حیدر آباد میں جوش ملیح آبادی کا یہ جشن منعقد نہیں ہو سکا تھا۔

۱۴۔ "قبلۂ رندانِ جہاں" کسی وجہ سے شائع نہیں ہو سکی تھی۔

۱۵۔ "افکار" کے اڈیٹر صہبا لکھنوی نے نومبر دسمبر ۱۹۹۱ء کے ماہنامہ "افکار" کا سردار جعفری نمبر شائع کیا تھا۔

۱۶۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں نظام خطبات کا آغاز کیا۔ چوں کہ مکرم جاہ صاحب کے توسط سے شعبۂ اردو کو ان خطبات کے جاری رکھنے کے لیے نظام ٹرسٹ سے گراں قدر رقم ملی تھی۔ اس لیے پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے ان خطبات کا نام نظام خطبات رکھا تھا۔

۱۷۔ نصرت چودھری مرد نہیں خاتون ہیں۔ یہ جموں یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ریڈر ہیں۔

۱۸۔ بلراج پوری انگریزی کے ممتاز صحافی اور انجمن ترقی اردو (جموں) کے صدر ہیں۔

۱۹۔ پورا نام پروفیسر ظہیر احمد صدیقی ہے۔ دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں پروفیسر اور صدر تھے۔

پروفیسر گیان چند جین

۱۔ جموں کشمیر کے وزیر اعلا خواجہ غلام محمد صادق۔

۲۔ ہفت روزہ "ہماری زبان" دہلی۔

۳۔ نہرو فیلو شپ ممتاز اہلِ علم ہی کو دیا جاتا ہے اور اسے بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا ہے۔

۴۔ "اردو مثنوی شمالی ہند میں" گیان چند جین صاحب کا تحقیقی مقالہ ہے، جس پر انھیں

آگرہ یونی ورسٹی سے مارچ ۱۹۶۰ء میں ڈی لٹ کی ڈگری ملی تھی۔ اس کتاب کا پہلا اڈیشن انجمن ترقی اردو (ہند) نے ۱۹۶۹ء میں اور دوسرا ۱۹۸۷ء میں شائع کیا تھا۔

۵۔ کشمیر یونی ورسٹی کے وائس چانسلر۔

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ

۱۔ کانگریس نے ۱۹۷۳ء میں ہندوستان کی تمام زبانوں کی ایک انجمن تشکیل دی تھی۔ خورشید عالم خاں صاحب اس کے نگراں اور مسعود حسین خاں صدر تھے۔ شری کانت ورما، ملک راج آنند اور امریتا پریتم وغیرہ اس کے مختلف عہدے دار تھے۔

۲۔ فلم ڈویژن کی طرف سے سردار جعفری اور خواجہ احمد عباس صاحب نے اقبال پر ڈوکومینٹری تیار کی تھی۔

۳۔ گوڑ صاحب کو صرف فراق کا شعر یاد تھا۔ شعر ہے۔

سمٹ سمٹ سی گئی تھی فضائے بے پایاں
بدن چرائے وہ جس دم ادھر سے گزرے ہیں

۴۔ ان کا پورا نام ہیرن رمیش چندرا ہے۔

۵۔ سردار جعفری صاحب نے بمبئی سے "گفتگو" نام سے ایک رسالہ جاری کیا تھا۔ اس کا ترقی پسند ادب نمبر شائع ہوا تھا۔

۶۔ دہلی میں راؤز ایونیو میں کمیونسٹ پارٹی کا دفتر۔

۷۔ جعفری صاحب نے ۱۹۸۶ء میں لکھنؤ میں منعقدہ ترقی پسندوں کی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں لسانی کمیشن کی تجویز پیش کی تھی۔

۸۔ گوڑ صاحب نے جعفری صاحب کو پچھترویں سالگرہ پر مبارک دی تھی یہ اسی کا ذکر ہے۔

۹۔ گوڑ صاحب کا بیان ہے کہ "مخدوم کو گرفتار کرنے کے بعد ٹارچر کی صورت یہ تھی کہ انھیں کھڑا کر دیا گیا اور ہاتھ اور پیر باندھ دیے گئے تھے۔ مخدوم کچھ گھنٹوں میں بے ہوش ہو گئے تھے۔ پھر انھیں کھول دیا گیا۔ جیل میں ٹارچر نہیں کیا گیا۔ اور برف کی سل پر بھی نہیں لٹایا گیا۔

۱۰۔ "حیات" ہفت روزہ سی پی آئی کا آرگن تھا اور دہلی سے شائع ہوتا تھا۔ عرصہ ہوا وہ بند ہو گیا۔ پچھلے سال شمیم فیضی صاحب نے اسے اپنے خرچ پر اسے جاری کیا ہے۔

۱۱۔ کھلر صاحب کا پورا نام کے۔ کے۔ کھلر ہے۔ وزارت وسائل انسانی میں اعلا عہدے پر فائز تھے۔ کچھ دن ترقی اردو بورڈ کے ڈائرکٹر بھی رہے۔ "اردو کا آخری نقاد" ان کی مشہور کتاب ہے۔ انگریزی میں شہید بھگت سنگھ پر ان کی کتاب ہے۔

۱۲۔ اس مسئلے پر خطوط کے اس مجموعے کے حرف آغاز میں تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔

۱۳ شروع میں لوک سبھا میں بی جے پی کے صرف دو رکن تھے، لیکن ۱۹۹۲ء میں یہ تعداد اسّی پچاسی ہو گئی تھی۔

مظہر امام

۱ مظہر امام کا پہلا مجموعہ کلام۔

پروفیسر زاہدہ زیدی

۱ "زہر حیات" پروفیسر زاہدہ زیدی کا مجموعہ کلام ہے۔

۲ ساہنی صاحب کا پورا نام بی۔ بی۔ ساہنی تھا۔ یہ دہلی کلاتھ مل میں ملازم تھے۔ شنکر شاد مشاعرے کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

۳ شنکر شاد مشاعرہ۔ دہلی کلاتھ مل کے مالکان سر شنکر پرشاد اور مرلی دھر شاد کی یاد میں ہر سال دہلی میں ہند پاک مشاعرہ ہوتا ہے۔

۴ یہ کرتار سنگھ دگل صاحب کے گھر کا فون نمبر تھا۔

۵ روُ کا پورا نام رباب جعفری تھا۔ جعفری صاحب کی چھوٹی بہن تھیں اور اُن کے ساتھ رہتی تھیں۔

۶ شبانہ اعظمی، کیفی اعظمی صاحب کی صاحبزادی اور ہندوستانی فلم کی مشہور و ممتاز اداکارہ۔

۷ جاوید اختر، جاں نثار اختر صاحب مرحوم کے صاحبزادے۔ فلموں کے مشہور کہانی نگار اور شبانہ اعظمی کے شوہر۔

پروفیسر سید محمد عقیل رضوی

یہ حواشی پروفیسر سید محمد عقیل رضوی نے لکھے ہیں۔

۱ گفتگو کا اجرا ۱۹۶۷ء میں ہوا تھا۔ پہلے شمارے پر مارچ ۱۹۶۷ء چھپا ہے۔ جب کہ یہ فروری ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا تھا۔

۲ ظ۔ انصاری مرحوم کا ایک مضمون "فراق گورکھپوری ــــ مگر پھر بھی" کے عنوان سے گفتگو کے پہلے شمارے میں چھپا تھا، جس میں ظ۔ انصاری صاحب نے لکھا ہے کہ:

"امرناتھ جھا جو بعد میں (الہ آباد یونی ورسٹی) کے وائس چانسلر ہوئے۔ ان کے بارے میں فراق کا بیان تھا کہ جھا ایک سال امتحان صرف اس لیے ٹال گئے کہ فراق سے مقابلہ تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں فرسٹ کلاس کی پوزیشن ہاتھ سے نہ چلی جائے"۔

میں نے جعفری صاحب کو لکھا تھا کہ یہ بات غلط ہے۔ جھا صاحب نے الہ آباد یونی ورسٹی سے ۱۹۱۳ء میں ایم۔اے کیا تھا اور فراق صاحب نے ۲۸۔ ۱۹۲۷ء میں آگرہ یونی ورسٹی سے نجی امیدوار کی حیثیت سے ایم۔اے کیا تھا۔ اس وقت فراق صاحب کانپور کے کسی کالج میں پڑھا رہے تھے۔ اس لیے مقابلے کا سوال ہی نہیں تھا۔

۳۔ شب رنگ غالباً اکتوبر ۱۹۶۷ء میں الہ آباد سے جاری ہوا۔ کل ۱۲، ۱۳ شمارے نکلے تھے، وہ بھی گنڈے دار۔ علی حسین شعیب اس کے اڈیٹر تھے اور میں نگراں۔ یہ "شب خون" کے جواب میں نکلا تھا۔ پوسٹ آفس والوں نے ٹکٹ کی رعایت نہ دی کیوں کہ شمس الرحمن فاروقی نہیں چاہتے تھے۔ غرض رسالے کی مالی حالت بگڑتی گئی اور وہ بند ہو گیا۔

۴۔ ۱۹۷۹ء میں میری نگرانی میں الہ آباد سے جاری ہوا۔ انجمن تہذیب نو کا یہ مجلہ تھا۔ ۱۹۸۲ء تک پابندی سے نکلا اور پھر ۱۹۸۵ء تک گنڈے دار اور پھر بند ہو گیا۔

۵۔ صرف ایک جلد افسانوں کے انتخاب کی تیار ہوئی تھی باقی کا مجھے علم نہیں۔

۶۔ اصل افسانے میں یہ لفظ "عورتیں" ہیں۔

۷۔ اصل خط میں یہ لفظ "بنے" ہے۔

۸۔ گفتگو (جلد اول) مطبوعہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۰ء کے انتخاب میں تقریباً یہ تمام افسانے شائع ہوئے۔ گفتگو کا یہ نمبر ۵۹۷ صفحات پر مشتمل تھا۔ آخری افسانہ سید محمد اشرف کا "ڈار سے بچھڑے" اس میں شامل ہے۔ اس میں میرا کوئی مضمون افسانوں کے جائزے پر نہیں ہے، ہاں قمر رئیس کا مضمون "اردو افسانے میں انکار کی روایت" شامل ہے۔ اور بہت سی ادبی دستاویزیں بھی شامل ہیں۔ جن میں ترقی پسند مصنفین کا اعلان نامہ ۱۹۳۶ء، ادب کی غرض و غایت، پریم چند کا خطبہ صدارت، ٹیگور کا خطبہ، جواہر لال نہرو کی تقریر اور مولوی عبدالحق کا خطبہ جدید ادب بھی شامل ہے۔

رام لعل

۱۔ رام لعل صاحب انجمن ترقی اردو (ہند) کے سالانہ جلسوں میں شرکت کے لیے اردو گھر آئے تھے۔ لفٹ کا دروازہ خراب تھا۔ رام لعل صاحب کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ انھیں پوری طرح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ چوں کہ لفٹ اوپر تھی۔ اس لیے وہ اندر گر گئے۔ یہ خدا کا شکر ہے کہ اس وقت گراؤنڈ فلور پر تھے۔ ان کے سر پر چوٹ آئی اور بہت خون بہا۔

۲۔ رام لعل صاحب کا یہ مقالہ "ہماری زبان" کے ۲۲ مئی ۱۹۸۶ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔

۳۔ ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس ۱۹۸۶ء میں لکھنو میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کی تفصیل رام لعل صاحب نے اپنے مقالے اتر پردیش میں اردو ـــ تازہ صورت حال" میں دی ہے۔ اس کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں سردار جعفری صاحب نے ہندوستانی زبانوں اور خاص طور سے اردو کے مسائل پر ایک لسانی کمیشن قائم کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔

سلطانہ جعفری

۱۔ یہ جعفری صاحب کے صاجزادے ناظم کے گھر کا نام ہے۔

۲۔ اُن دنوں اندر کمال گجرال صاحب روس میں ہندوستان کے سفیر تھے۔

۳۔ اس کتاب کا نام "اقبال شناسی" ہے اور یہ مکتبہ جامعہ سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی تھی۔

ڈاکٹر علی احمد فاطمی

۱۔ ۱۹۹۱ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین، الٰہ آباد کی طرف سے جشنِ سجاد ظہیر منایا گیا تھا۔

۲۔ اردو کے مشہور ترقی پسند شاعر غلام ربانی تاباں۔

۳۔ "افکار" کراچی کے اڈیٹر صہبا لکھنوی۔

۴۔ نظام شیروانی صاحب علی گڑھ کے تعلیم یافتہ اور الٰہ آباد کے عمدہ تاجر ہیں۔ جعفری صاحب کے مداحوں میں ہیں۔

۵۔ انجمن ترقی پسند مصنفین الٰہ آباد نے فراق پر سیمنار کا اہتمام کیا تھا۔

۶۔ اپریل ۱۹۹۸ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین نے جوش اور کبیر پر بین الاقوامی سیمنار منعقد کیا تھا۔

۹ ۹؍اکتوبر کو الٰہ آباد یونی ورسٹی کی کلچرل کمیٹی نے جعفری صاحب کو کیبر خطبے کے لیے مدعو کیا تھا۔ جعفری صاحب نے یہ دعوت قبول کر لی تھی۔ ۱۰؍اکتوبر کو سید محمد عقیل صاحب کی سترویں سالگرہ کی تقریب منعقد کی گئی۔ جعفری صاحب نے اس جلسے میں بھی شرکت کی دعوت قبول کر لی تھی۔ لیکن لکھنؤ سے بجواں (اعظم گڑھ) جاتے ہوئے ان کی طبیعت خراب ہو گئی اور وہ سیدھے بمبئی چلے گئے۔

محمد ایوب واقف

۱ واقف صاحب نے "علی سردار جعفری۔ شخصیت اور شاعری" کے نام سے کتاب لکھی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ سے یہ کتاب شائع ہو۔ لیکن کسی وجہ سے مکتبہ یہ کتاب نہیں چھاپ سکا۔ بعد میں ادارۂ فروغ اردو نے شائع کی۔

۲ شاہد علی خاں مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے ڈائرکٹر ہیں۔

۳ عشرت علی صدیقی صاحب طویل عرصے تک "قومی آواز" لکھنؤ کے اڈیٹر رہے ہیں۔ حیات اللہ انصاری صاحب کے ریٹائر ہونے کے بعد صدیقی صاحب اس عہدے پر فائز ہوئے۔ کئی سال پہلے وہ ریٹائر ہو گئے۔

۴ بمبئی سے بھی روزنامہ "قومی آواز" کی اشاعت شروع ہوئی۔ واقف صاحب نے بمبئی اڈیشن میں ملازمت کے لیے درخواست دی، یہ خط اسی سلسلے میں ہے۔

۵ اخباری ترجمے کے سلسلے میں عشرت علی صدیقی صاحب اور محمد ایوب واقف صاحب کے درمیان کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ جعفری صاحب نے ان دونوں میں مصالحت کرا دی اور دونوں کے تعلقات خوش گوار ہو گئے۔

۶ سردار جعفری صاحب نے اپنی نظم "ایشیا جاگ اٹھا" میں انگریزی سامراج کے لیے بوڑھی چھنال کا لفظ استعمال کیا تھا۔ پروفیسر اعجاز حسین مرحوم نے اس لفظ پر اعتراض کیا، یہ اسی اعتراض کا جواب ہے۔

۷ سری نواس لاہوٹی مرحوم نے واقف صاحب کی کتاب "ذکرِ رفتگاں" پر تبصرہ کیا تھا جو ہفت روزہ "ہماری زبان" میں شائع ہوا تھا۔ یہ اسی تبصرے کا ذکر ہے۔

۸ سردار جعفری مرحوم نے واقف صاحب کی کتاب "ذکرِ رفتگاں" پر تبصرہ لکھ کر بمبئی

کے روزنامہ "انقلاب" میں شائع کرایا تھا۔

۹۔ جعفری صاحب پر جو مضامین شائع ہوئے تھے انھیں وہ واقف صاحب کے حوالے کرنا چاہتے تھے تاکہ واقف صاحب انھیں مرتب کرکے شائع کردیں۔

۱۰۔ ڈام مورنیر انگریزی کے مشہور صحافی تھے۔

۱۱۔ واقف صاحب نے اپنی ایک کتاب "شعور وادراک" کا مسودہ مالی امداد کے لیے مہاراشٹر اردو اکیڈمی میں داخل کیا تھا۔ انھیں کسی وجہ سے مالی تعاون نہیں مل سکا۔ جب جعفری صاحب اکیڈمی کے صدر منتخب ہوئے تو واقف صاحب نے انھیں احتجاجی خط لکھا۔ یہ اسی خط کا جواب ہے۔

۱۲۔ اکیڈمی نے واقف صاحب کی کتاب "شعور وادراک" کی تفصیلات مانگی تھیں۔

۱۳۔ ماہنامہ "افکار" کا سردار جعفری نمبر۔

۱۴۔ واقف صاحب کچھ سال پہلے جعفری صاحب کے خطوط کا مجموعہ شائع کرنا چاہتے تھے۔ جعفری صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے بعض خطوط کی نقلیں انھیں فراہم کریں گے، لیکن مصروفیت کی وجہ سے جعفری صاحب اپنا وعدہ پورا نہ کرسکے۔ اس لیے یہ خطوط مرتب نہیں ہوسکے۔

۱۵۔ یہ سمینار بمبئی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کی طرف سے منعقد ہوا تھا۔ سمینار کا موضوع تھا "علی سردار جعفری: حیات اور شاعری"۔

ڈاکٹر محمد اسداللہ وانی

۱۔ اس وقت رئیس احمد مرحوم کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔

۲۔ ڈاکٹر محمد اسداللہ وانی کشمیر یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں لکچرر کے عہدے کے امیدوار تھے۔ لیکن اُن کا تقرر نہیں ہوسکا تھا۔ آج کل وانی صاحب جموں یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں لکچرر ہیں۔

خلیق انجم

۱۔ سردار جعفری صاحب کی کتاب "ترقی پسند ادب" انجمن ترقی اردو (ہند) نے شائع کی تھی۔ یہ عرصے سے نایاب تھی۔ میں نے اس کتاب کا نیا اڈیشن شائع کرنا چاہا تھا جعفری صاحب چاہتے تھے کہ انجمن نظر ثانی شدہ اڈیشن شائع کرے۔ غیر معمولی مصروفیات کی وجہ سے وہ یہ کام نہیں کر سکے۔

۲۔ انجمن ترقی اردو (ہند) کی ادبی کمیٹی نے جعفری صاحب کی نظموں کا انتخاب شائع کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں نے جعفری صاحب کے مشورے سے یہ انتخاب کر لیا تھا۔ جعفری صاحب اس وعدے پر انتخاب کا مسودہ بمبئی لے گئے کہ ایک نظر ڈال کر واپس کر دیں گے مگر یہ مسودہ پھر واپس نہیں ملا۔

۳۔ بیگم حسرت موہانی کی تصویر مجھے آل انڈیا ویمنس کانفرنس کے ایک گروپ فوٹو میں مل گئی تھی جسے میں نے ایک ماہر فوٹو گرافر سے الگ کرا کے "ہماری زبان" اور اپنی کتاب "حسرت موہانی" میں شائع کر دیا ہے۔ بیگم صاحبہ کی ایک تصویر حسرت موہانی کے داماد ڈاکٹر نفیس احمد صدیقی کے پاس بھی ہے جس کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب "حسرت موہانی اور انقلاب آزادی" میں کیا ہے۔

۴۔ ۱۳ر مئی ۱۹۱۶ء کو حسرت کو دوسری بار گرفتار کیا گیا تھا۔ تقریباً دو سال بعد ۲۲ر مئی ۱۹۱۸ء کو انھیں رہا کر دیا گیا۔

۵۔ بیگم حسرت موہانی نے عدالت میں کوئی بیان نہیں دیا تھا۔

۶۔ میں نے اپنی کتاب "حسرت موہانی" لکھنے کے دوران حسرت کے بارے میں اردو اور انگریزی میں بہت پڑھا تھا، لیکن یہ واقعہ کہیں میری نظر سے نہیں گزرا، خود حسرت موہانی کے داماد ڈاکٹر نفیس احمد صدیقی کی کتاب "حسرت موہانی اور انقلاب آزادی" میں بھی اس واقعے کا ذکر نہیں ہے۔

۷۔ روزنامہ "سیاست" حیدر آباد کا یہ اداریہ اور سردار جعفری صاحب کا جواب دونوں "ہماری زبان" کے ۲۲ر اگست ۱۹۹۱ء کے شمارے میں شائع کر دیے گئے تھے۔ اس اداریے میں کسی غلط فہمی کی وجہ سے کئی بے بنیاد باتیں لکھ دی گئی تھیں۔ مثلاً لکھا گیا تھا کہ "سردار جعفری کمیٹی کی جو رپورٹ سامنے آئی ہے اس کے مطابق ریاستی حکومتوں پر چھوڑا گیا ہے کہ وہ جہاں مادری زبان اردو بولنے والے زیادہ ہوں وہاں اردو تعلیم کا انتظام

کیا جائے۔ حالاں کہ گجرال کمیٹی نے پندرہ فی صد اردو بولنے والوں کے لیے اردو تعلیم کے لیے حکومت کی ذمے داری کا تعین کیا تھا" اس اداریے میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ "سردار جعفری کمیٹی کی رپورٹ کے بموجب مادری زبان اردو کے لفظ یا اصطلاح سے مسلمانوں کی زبان کا تصور پیدا ہوتا ہے"۔ اداریے میں کسی غلط فہمی کی وجہ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ "سردار جعفری کمیٹی کی رپورٹ میں دستور کی دفعہ ۳۴۵ کو نظر انداز کیا گیا ہے"۔ اس کے علاوہ بھی کچھ اور باتیں ہیں۔ سردار جعفری صاحب نے اس اداریے کا تفصیلی جواب دے کر ثابت کیا کہ اداریے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہے۔ دراصل اُن دنوں عابد علی خاں صاحب بیمار تھے اور جگر حسین صاحب نے یہ اداریہ لکھا تھا۔ بقول جعفری صاحب جگر صاحب نے اُن سے اعتراف کیا کہ رپورٹ پڑھے بغیر ہی خبروں کی بنیاد پر یہ اداریہ لکھا گیا تھا۔

اشاریہ

(ا)

(ب)

(غ)

(ف)

(ق)

(ک)

(گ)

(ل)

بک ہوم کی شاہکار کتابیں

معاہدہ عمرانی	ژاں ژاک روسو / ڈاکٹر محمود حسین	200/-
لاہور کا جوذکر کیا (آپ بیتی)	گوپال متل	130/-
وادیٔ سندھ اور تہذیبیں	سر مورٹیمر وہیلر / زبیر رضوی	160/-
انتخاب نہج البلاغہ (خطبات و اقوال حضرت علی کرم اللہ وجہہ)	مرتب: حیدر جاوید سیّد	220/-
فلسفہ اسلام	ڈی اولیری / احسان احمد	240/-
تاریخ فلسفہ	کلیمنٹ سی جے ویب / احسان احمد	160/-
علی سردار جعفری کے خطوط	مرتبہ: خلیق انجم	220/-
دیوداس (ناول)	شرت چندر چٹرجی / نریندر ناتھ سوز	140/-
باتیں ہماری یادرہیں (انشائیے)	ڈاکٹر محمد سلیم ملک	100/-
غزلیں، محبت کی	انتخاب: سعدیہ جواد / یاسر جواد	200/-
نظمیں، محبت کی	انتخاب: سعدیہ جواد / یاسر جواد	200/-
بیسویں صدی کی اردو شاعری	انتخاب و ترتیب: اوصاف احمد	600/-

Rs. 220

بک ہوم

46- مزنگ روڈ لاہور۔ فون: 7231518
E-mail: bookhome1@hotmail.com